

رحمۃ اللہ علیہم

تالیف: حضرت مولانا محمد رفیع صاحب

مکتبہ بکری لاہور

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝۱

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝۲ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝۳

مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ ۝۴ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ۝۵

إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۝۶ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ

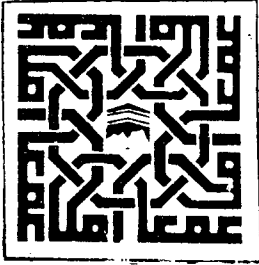
عَلَيْهِمْ ۝۷ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ۝۸

یہ کتاب، عقیدہ لا بیری

(www.aqeedeh.com)

سے ڈائلوڈ کی گئی ہے۔

أُولَئِكَ هُمُ الَّذِينَ شَدُّوا ۝ (قرآن مجید۔ سورۃ حجرات)
 اس جماعت ایشاندرامہ یافتگان۔ رشادہ ولی اللہ
 یہ لوگ وہ ہیں جہلائی پلنے والے رشادہ رفیع الدین



مسئلہ ابراہیم نوازی

(ملحق بکتاب رحمان بینہم حصہ عثمانی)

کتاب ہدایم فیما بینہم راشد حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہما
 سے ابراہیم نوازی کے طعن کو صاف کرنے کی غلصانہ کوشش کی گئی ہے
 اور ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت عثمان کا دارمیں خلافت اس میں داخلہ
 نہیں اور حضرت عثمان اجدید جواز سے متجاوز نہیں۔ نیز عثمانی خلافت کی
 ایک گونہ مختصر تاریخ اس میں آگئی ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے ہمدرد
 منصب یافتہ رشتہ داروں کی خدمات اور کردار کو صحیح طریقہ سے
 پیش کیا گیا ہے۔

تالیف

محمد نافع عفا اللہ عنہ

مکہ مکرمہ، پنجشنبہ سٹریٹ، بیرن موسیٰ دروازہ لاہور

نام کتاب: ————— مسئلہ افسر بارہ نوازی
مصنف: ————— مولانا محمد نافع



ناشر: —————
منظور پریس لاہور
مطبع: —————
محمود صدیقی، پٹاہ میراں لاہور
کاتب: —————

تعداد اشاعت: ————— ہزار
تاریخ اشاعت (بار اول) اپریل ۱۹۸۱ء

قیمت - بکس بورڈ: تیس روپے
جلد اعلیٰ ایڈیشن: چالیس روپے

(۲) مکہ بکس - پنجٹی سٹریٹ (بین مورے گیٹ)

سرکلر روڈ۔ لاہور

فہرست مضامین

۲۳	ابتدائی معروضات
۲۵	تمہیدات
۲۵	{ ایرالمومنین کا رشتہ دار حاکم نہیں ہو سکتا یہ کوئی قانون شرعی نہیں ہے
۲۵	{ حکام کا عزل و نصب اجتہادی مسئلہ ہے اور امپیر کی رائے پر موقوف ہے
۳۲	— حضرت عمرؓ نے بھی حسبِ ضرورت عزل و نصب کیا
"	— اس کی چند مثالیں
۳۵	چند اہم بحثیں (اول ثانی - ثالث - رابع - خامس)
۳۸	ابتدا بحث اول
۳۸	{ عہد عثمانی کے مناصب و حکام کا باہمی تناسب معلوم کرنا
۳۹	— چند عہدے اور مناصب
۳۹	— عہدہ قضا
۴۰	— بیت المال یا خزانہ سرکاری
۴۱	— خراج و عشر وغیرہ کی وصولی کا صیغہ
۴۲	— فوجی آفیسرز
۴۴	— پولیس

بحث ثانی

- ۷۷ — ولایت و حکام کی اہلیت پر گفتگو
- ۷۸ — تمہیدات (تین عدد)
- ۸۰ — ولید بن عقبہؓ کے متعلقات
- ۸۰ — نسب اور اسلام
- ۸۲ — ولید کی طبعی لیاقت
- ۸۳ — نبوی، صدیقی اور فاروقی ادوار میں
حاکم و عامل بنایا جانا
- ۸۴ — ولید کی کارکردگی اور کارنامے
- ۸۸ — بعض اشکالات اور ان کا حل
- ۹۰ — ولید کو شیطان کی دھوکہ دہی
- ۹۰ — تنبیہ (منعہ و مفسرین نے شیطانی دھوکہ کا ذکر کیا)
- ۹۱ — ولید پر فاسق کا اطلاق ٹھیک نہیں
اس کے لیے علماء کے بیانات
- ۹۴ — رفع اشتباہ (اگر حضرت عثمانؓ کو وصیت کی تھی تو
حضرت علیؓ کو بھی وصیت کی تھی)
- ۹۷ — الاستبہاء (اہل علم کے لیے)
- ۹۹ — یعنی استیعاب کی روایت سے اعتراض
اور اس کا جواب قابل دید ہے۔
- ۹۹ — اول (باقی روایت کے بحث)
- ۱۰۰ — محمد بن اسحق پر کلام
- ۱۰۰ — ابن اسحاق کی تدلیس

- ۲۳ — الکاتب (غشی و محرز)
- ۲۴ — تنبیہ (ایک واقعہ کی یاد دہانی)
- ۲۴ — بعض اہم مقامات اور ان کے حکام
(عمد عثمانی میں)
- ۵۵ — اغراض کنندگان کی نظروں میں چند مقامات
- ۵۵ — اذکوۃ (حکام کی ضرورت کے تحت متعدد تبدیلیاں)
- ۵۷ — تنبیہ (شیعہ کے نزدیک بھی کوفہ کے حاکم ابو موسیٰ اشعری تھے)
- ۵۷ — مندرجہ کوائف کی روشنی میں
- ۵۹ — البصرہ (ابو موسیٰ اشعری کی معزولی اور عبداللہ بن عامر کا تقریر)
اور اس کے متعلق قابل توجہ توضیحات
- ۶۱ — انعام (امیر معاویہ کا تقریر)
- ۶۲ — عہد نبویؐ میں امیر معاویہ کو منصب دیا گیا)
- ۶۲ — عہد صدیقی (میں امیر معاویہ امیر شکر بناتے گئے)
- ۶۳ — عہد فاروقی (امیر معاویہ عہد فاروقی میں شام کے امیر بنائے گئے)
- ۶۴ — عہد عثمانی (میں منصب سابق پر امیر رکھے گئے)
- ۶۴ — حضرت امیر معاویہ کا اپنا ایک بیان
- ۶۶ — مصر (عمرو بن العاص کی جگہ عبداللہ بن سعد کو مقرر کرنا)
- ۶۹ — کاتب کا منصب
- ۷۰ — تنبیہ (الکاتب کے لیے ایک تاریخی اصطلاح)
- ۷۳ — عزل و نصب کے معاملہ میں
امام بخاریؒ کی ایک روایت
- ۷۵ — تنبیہ (مردان کی بے اعتدالیوں کے بیشتر قصے بے اصل ہیں)
- ۷۵ — اختتام بحث اول

- ایک قاعدہ برائے مدرس ۱۰۰
- ابن اسحاق کا تقرر اور شذوذ ۱۰۱
- دوم (باعتبار درایت و عقل کے بحث) ۱۰۳
- تیسرا طعن یعنی ولید پر شراب خوری کا الزام ۱۰۶ { اور اس کی مدافعت
- دیگر علماء کے اقوال ۱۱۰
- سعید بن العاص کے متعلقات ۱۰۱
- نام و نسب اور صحابی ہونا ۱۱۱
- ان کی علمی قابلیت ۱۱۲
- کریمانہ اخلاق ۱۱۲
- ان کے کارنامے ۱۱۳
- سعیدؓ اور آل ابی طالب کا تعلق ۱۱۴
- آخری گزارش یعنی گذشتہ عنوانات کا اجمالی خاکہ } ۱۱۶
- عبداللہ بن عامر کے متعلقات ۱۱۷
- نام و نسب ۱۱۷
- ایام طفولیت اور حصول برکات ۱۱۸
- سخاوت، شجاعت اور شفقت ۱۱۹
- جنگی کارنامے (قریباً ۳۲ مقامات فتح کیے) ۱۱۹
- امور رفاہ عامہ ۱۲۱
- اہل مدینہ کے لیے خدمات ۱۲۱
- ابن عامر ابن تیمیہ کی نظروں میں ۱۲۲
- سیدنا امیر معاویہؓ کے متعلقات ۱۲۳

- نام و نسب اور قبول اسلام ۱۲۴
- خاندان امیر معاویہؓ اور بنو ہاشم کے چھ عدوسی روابط ۱۲۶
- امیر معاویہؓ کے حق میں زبان نبوت سے دعائیں ۱۳۰
- لیاقت و علمی قابلیت ۱۳۶
- کاتب نبوی ہونا ۱۳۶
- ابن عباسؓ ہاشمی اور ابن الحنفیہؓ ہاشمی کا علمی استفادہ کرنا ۱۳۷
- صاحب قناری میں امیر معاویہؓ کا شمار تھا۔ ۱۴۰
- امیر معاویہؓ سے متعدد صحابہ کرام کا روایت حاصل کرنا ۱۴۱
- امیر معاویہؓ ایک سوتریہؓ حدیث کے راوی تھے ۱۴۲
- ملی خدمات اور اسلامی فتوحات ۱۴۳
- عدو و حرم کی تعیین ۱۴۸
- کریمانہ اخلاق و عمدہ کردار ۱۴۹
- عوام کی خبر گیری کے لیے ایک شعبہ ۱۵۲
- امیر معاویہؓ کے عدل و انصاف پر { اکابرین ملت کی شہادتیں ۱۵۳
- ان کے حق میں ناصحانہ کلام اور سختی گوئی کا مسئلہ ۱۵۶
- اسلامی خزانہ امیر معاویہؓ کے دور میں ۱۵۸
- مثالی شخصیت اور عمدہ معاشرہ ۱۶۳
- حضرت امیر معاویہؓ اور ان کی جماعت ۱۶۵
- حضرت علیؓ اور ان کے خاندان کی نظروں میں ۱۶۵
- ایک حاشیہ (یعنی حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ { میں صلح ہو گئی تھی) ۱۶۶
- حضرت امیر معاویہؓ اور ان کے ساتھی سب { مومن تھے۔ ان میں سے فوت شدہ آدمی کے لیے غسل، کفن، دفن اور جنازہ کیا گیا ۱۶۷

- ۱۹۵ — امیر معاویہ کی خلافت کے دوران نبی ہاشم کا عملی تعاون
- ۱۹۶ — مدینہ طیبہ میں ہاشمی قاضی (عبداللہ)
- ۱۹۷ — غزوات میں ہاشمی غازی (قثم بن عباس - حضرت حسین)
- ۱۹۹ — عنوان ہذا کا خلاصہ
- ۲۰۰ { حضرت امیر معاویہ کے خزانہ سے حضرات حسینؑ و دیگر ہاشمی
اکابر کے وظائف اور عطیات و ہدیایا
- ۲۰۲ — سیدنا حضرت حسینؑ اور عطیات
- ۲۰۴ { حسین شریفین کے ساتھ دیگر ہاشمیوں
کو بھی دس لاکھ کے وظائف ملنا
- ۲۰۴ — مسئلہ ہذا شیعہ کے نزدیک
- ۲۰۴ { حضرت سیدنا حسینؑ و ابن عباسؑ و عبداللہؑ بن جعفر
کے وظائف (شیعہ کتب سے)
- ۲۰۵ { حسینؑ و عبداللہؑ بن جعفر کے وظائف
(شیعہ کتب سے)
- ۲۰۶ — تنبیہ (دیگر شیعہ علماء کی تائید
- ۲۰۷ — برادر رضی حضرت عقیل کا وظیفہ (شیعہ کتب سے)
- ۲۰۷ — حضرت زین العابدین کے لیے وظیفہ کا نقرر (شیعہ کتب سے)
- ۲۰۸ — سیدنا حضرت حسنؑ کو ایک گاؤں کا عطیہ (شیعہ کتب سے)
- ۲۰۹ — عنوانہائے مذکورہ کے فوائد
- ۲۱۰ — سب و شتم کا اعتراض اور اس کا ازالہ
تمام بحث ہی قابل توجہ ہے
- ۲۱۱ — قابل اعتراض تاریخی روایات جو مطاعن کا ماخذ و محور ہیں
- ۲۱۴ — مندرجہ روایات کا متعلقہ کلام
- ۲۲۴ — ایک گزارش

- ۱۹۹ { صفین کے مقتولین کا حکم حضرت علیؑ کے
فوان سے (یعنی سب جنتی ہیں)
- ۱۴۱ { شرکائے جمل و صفین کا درجہ حضرت علیؑ
کے سردار کی روشنی میں
- ۱۴۳ { بنی کے مفہوم کی وضاحت
حضرت علیؑ کی زبانی
- ۱۴۵ — خلاصہ کلام
- ۱۴۷ { مسئلہ کی تفتیح (شرح مواقف کی عبارت میں تسامح)
یہ اہل علم کے مناسب ہے
- ۱۴۹ — عدم فسق اور عدم جور پر اکابر کے بیانات
فریقین دینی مسالہ میں متفق و متحد تھے
- ۱۸۱ — حضرت علیؑ نے امیر معاویہؑ اور ان کی جماعت کو
سب و شتم، لعن طعن کرنا ممنوع قرار دیا۔ اس
پر اہل السنۃ اور شیعہ کتب سے قابل دید
حوالہ جات -
- ۱۸۳ { حضرت امیر معاویہؑ کے ساتھ حضرات حسینؑ کا صلح اور
بیعت کرنا اور تنازعات کو ختم کر دینا۔
حوالہ جات دہل السنۃ کی کتابوں سے
- ۱۸۸ { مسئلہ ہذا کی شیعہ کتب سے تائید و تصدیق
۱۹۰ — سیدنا حضرت حسینؑ کا فرمان کہ بیعت کے
بعد نقص عہد کی کوئی صورت نہیں
- ۱۹۲ { فرید برائے دہا بھی حسن سلوک رہا اور شرارت کی
پابندی کی گئی
- ۱۹۳ {

عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے متعلقات

- ۲۲۵ — نسب و رضاع
- ۲۲۵ — اسلام کے بعد ارتداد پھر اسلام لانا،
- ۲۲۶ بیعت کرنا، پھر دین پر پختہ رہنا۔
- ۲۲۸ والی و حاکم ہونا۔
- ۲۲۸ فتوحات اسلامی کے کارنامے۔
- ۲۲۸ خاتمہ بالخیر نماز میں ہونا۔
- ۲۲۹ چند شبہات کا ازالہ
- ۲۳۰ ۱- مزد و طریقہ رسول کے نام سے یاد کرنا، پھر اس کا جواب
- ۲۳۲ ۲- اور ان کو طلاق کہہ کر تنفر دلانا پھر اس کا جواب،
- ۲۳۲ ۳- عمر بن العاص صحابی کو ہٹا کر عبداللہ بن سعد کو لگانے
- ۲۳۴ { کا اعتراض، پھر اس کا جواب
- ۲۳۴ — تنبیہ: (خمس افریقیہ کا طعن جو ذکر کیا جاتا ہے
- ” اس کا جواب آئندہ بحث مال میں ذکر ہوگا)
- ۲۳۴ — افادہ، (طبری کی ایک روایت کا جواب)
- ۲۳۴ — باعتبار روایت کے گفتگو
- ۲۴۰ — درایت کے اعتبار سے اس پر کلام
- ۲۴۲ مروان بن الحکم کے متعلقات
- ۲۴۲ مبادیات
- ۲۴۳ مختصر حالات
- داماد عثمانؓ حضرت علیؓ کے خاندان اور مروان کے
- ۲۴۴ قبیلہ کی پانچ عدد باہمی رشتہ داریاں
- ۲۵۰ — علمی قابلیت اور تقابست

- ۲۵۱ — مؤطا امام مالکؒ میں (مروان سے متعدد روایات)
- ۲۵۲ — مؤطا امام محمدؒ میں (مروان سے متعدد روایات)
- ۲۵۲ — مصنف عبدالرزاق (مروان کا حضرت علیؓ سے مسئلہ کا نقل کرنا)
- ۲۵۴ — مسند امام احمدؒ میں (مروان سے متعدد روایات)
- ۲۵۴ — بخاری شریف (مروان کی روایت)
- ۲۵۶ { فائدہ (تاریخ کبیر بخاری و جرح و تعدیل رازی میں
- نقد کا نہ پایا جانا)
- ۲۵۶ — مروان کا اپنی علمی مقام اور فقہاء میں شمار کیا جانا
- ۲۵۹ — دینی مسائل میں صحابہ کرام سے مشورہ
- ۲۶۰ — مروان کا محتاط رویہ
- ۲۶۱ — جنگی معاونت اور انتظامی صلاحیت
- ۲۶۲ { صحابہ نے مروان کی نیابت کی یعنی ابوہریرہؓ
- نے نیابت کی)
- ۲۶۳ — حصول ثواب میں رغبت (ازن علامت تک
- ٹھہرنے کا ثواب)
- ۲۶۳ — موافقت و آثار نبوی کی تلاش
- ۲۶۴ { مروان کے حق میں حسین شریفین کی سفارش
- (سنی و شیعہ علماء نے ذکر کی)
- ۲۶۵ — مروان کی اقتدا میں حسین شریفین کی نمازیں
- ۲۶۶ — اموی خلفاء حضرت زین العابدینؑ کی نظر میں
- ۲۶۸ — حضرت علی بن الحسینؑ یعنی زین العابدینؑ مروان کی نظروں میں
- حضرت زین العابدینؑ عبدالملک بن مروان
- کی نسلوں میں

— ازالہ شبہات —

- ۲۷۲ — اول: مروان کے والد کی جلاوطنی کا مسئلہ
- ۲۷۳ — دوم: مروان کے ہاتھ تمام سلطنت کی باگ ڈور کا ہونا
- ۲۷۹ — عثمانی شہادت کے ایام اور مروان کا کردار
- ۲۸۲ — مروان کو مطعون کرنے والی تاریخی روایات کا ایک جائزہ
- ۲۸۶ — الحکم و بنو امیہ کا مبغوض و ملعون ہونا، پھر اس کا جواب
- ۲۹۱ — نسبی و غیر نسبی تعلقات و روابط
- ۲۹۲ — بنو امیہ کے حق میں حضرت علیؑ کے اقوال
- ۲۹۷ — خدمت کی روایات علماء کی نظروں میں
- ۳۰۷ —
- ۳۱۴ — **بحث ثالث (طریق اول)**
- ۳۱۶ — دوزبوی میں مناصب دہی کے چند واقعات
- ۳۱۶ — حضرت عثمانؓ کو متعدد منصب دیتے گئے
- ۳۱۸ — حضرت ابوسفیان کو چار منصب دیتے گئے
- ۳۲۰ — تنبیہ (روایات کا تجزیہ)
- ۳۲۱ — یزید بن ابی سفیان کو تین منصب دیتے گئے
- ۳۲۳ — امیر معاویہ بن ابی سفیان کے دو عہدے
- ۳۲۵ — دوزبوی میں بنی ہاشم کے عہدہ جات
- ۳۲۵ — عہد فاروقی میں اقرباہ نوازی
- ۳۲۶ — عہد رضوی میں خویش نوازی (چھ عہدے اپنوں کو دے دیئے)
- ۳۳۲ — ایک عذر لنگ اور اس کا جواب
- ۳۳۵ — **بحث رابع**
- اقرباہ کے لیے مالی عطیات کی بحث
- تنبیہ
- ۳۳۸

- ۳۳۸ — عثمانی رشتہ داروں کے حق میں مالی عطیات کی روایات
- ۳۳۹ — مروان بن الحکم اور آل الحکم کے لیے
- ۳۴۳ — سعید بن العاص کے لیے
- ۳۴۴ — روایتی بحث (گذشتہ روایات کے لیے)
- ۳۴۵ — الواقدی (پرنقد)
- ۳۴۶ — ابو مخنف ٹوط بن یحییٰ (پرنقد)
- ۳۴۷ — مالی عطیات کی دیگر روایات (نفس افریقیہ وغیرہ کے متعلق)
- ۳۵۲ — تنبیہ (باقی متاخر مؤرخین طبری سے ناقل ہیں)
- ۳۵۲ { — مالی عطیات خلیفہ اپنی راستے و اجتہاد سے دے سکتا ہے
- امام الملک و ابن العربی وغیرہ علماء کی طرف سے جواز کے بیانات
- ۳۵۳ — حضرت عمرؓ کا حضرت علیؑ کو مقام بنوع عطا کرنا
- ۳۵۴ — حضرت عثمانؓ کا حضرت علیؑ کو بیس ہزار درہم دینا
- ۳۵۵ { — اتارب عثمانی و ہاشمیوں کے ساتھ یہ مخصوص نہیں بلکہ
- اس وقت کے اہل اسلام کو عطیات سے حصہ ملتا تھا
- حضرت عثمانؓ کا بیان کہ اتارب کو اپنے مال سے دیتا
- ۳۵۶ { ہوں دیگر لوگوں کے مال سے نہیں دیتا حتیٰ کہ مشاہرہ
- بھی نہیں لیتا ہوں۔
- عقل و درایت کے اعتبار سے بحث — کیا حضرت
- ۳۵۸ { عثمانؓ تقسیم اموال کے مسائل نہیں جانتے تھے؟
- ۳۵۹ — "عثمانی" کی عظمت اور دیانت داری کا لحاظ
- ۳۷۷ میں فتونات افریقیہ کے موقع پر جس افریقیہ کا
- ۳۶۰ { مسئلہ پیش آیا پھر ۳۷۷ میں اکابر صحابہؓ نے دیگر غزوات
- میں شرکت کی ان کی عملی کارکردگی کے ذریعہ مسئلہ نذا کا حل

۳۶۱ — اختتامِ بحثِ رابع پر بحثِ رابع کا خلاصہ

۳۶۳

بحثِ خامس

عثمانی دور کے آخری مراحل اور ان کا متعلقہ کلام

۳۶۴

بیانِ مداخلہ

—————(۱)—————

۳۶۴

امام بخاری کی طرف سے صفائی کی بیان کہ عثمانی دور میں منکرات نہ تھے۔

۳۶۵

ابن العربی کی طرف سے صفائی کا بیان

۳۶۶

شیخ جیلانی کی طرف سے صفائی کا بیان

—————(۲)—————

۳۶۷

ارسالِ وفود کا واقعہ اور واپسی رپورٹ

۳۶۹

ایک فائدہ اکثریت کے لحاظ کے لیے

۳۶۹

عثمانی دور کی کیفیت کے لیے سالم بن عبداللہ کا بیان

۳۷۱

عبداللہ بن زبیر کا بیان

—————(۳)—————

۳۷۲

آغازِ تغیرات

۳۷۳

حسد و عناد پیش نظر تھا حضرت علیؑ کے اشارات

۳۷۵

قاضی ابوبکر کا قول

۳۷۶

فساد کھڑا کرنے والے کون لوگ تھے؟

۳۷۷

عبداللہ بن سبا کی کارکردگی اور طریق کار

۳۷۸

اس پر ابن کثیر کا بیان

۳۷۹

پھر اس پر ابن خلدون کا بیان

۳۸۱

ابن سبا کی شیعوں کے نزدیک پوزیشن

۳۸۳

حاصلِ کلام (۴)

۳۸۴

مدافعتِ عثمانی میں صحابہ اور اہلِ مدینہ کا کردار

۳۸۷

مدافعت کی اجازت متعدد صحابہ نے طلب کی

۳۸۹

تاریخ شہادتِ عثمان اور قاتلین کے اسماء

۳۸۹

جنازہ، تمجید و تکفین و تدفین میں تعجیل

—————(۵)—————

۳۹۱

قاتلین عثمان کیسا گروہ تھا؟

۳۹۲

مفسد و ظالم و سرکش تھے

۳۹۳

صحابہ کرام کا شہادتِ عثمانی پر اظہارِ غم

—————(۶)—————

۳۹۵

ان فتنوں میں حضرت عثمانؓ حق پر تھے

۳۹۶

ان کا خاتمہ حق پر ہوا۔

۳۹۶

بشاراتِ نبوی اور اشارات

۳۹۶

حضرت عثمان کے حق میں

۳۹۶

الاختتام بالصواب

پیش لفظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى
اٰلِهِ وَصَحْبِهِ اَجْمَعِيْنَ۔

جامعہ محمدی شریف ضلع جھنگ کا معروف دینی ادارہ ہے اور بفضلِ ندا
بین الملّی شہرت کا حامل ہے۔ مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق کی نشاۃِ ثانیہ قائم رکھنے میں کوشاں رہنا
اس کی منفرد خصوصیت ہے۔ ملک میں شیعہ و سنی حضرات کے درمیان کھچاؤ و ریتا ہے اس
کی بُری وجہ یہ ہے کہ دونوں فرقوں کے عوام نے مغلّاتے راشدین کی زندگیوں کا قریب
سے مطالعہ نہیں کیا ورنہ وہ قرآن مجید کی اس صداقت سے کھلی چشم پوشی نہ کرتے کہ اللہ
نے ان سب کو رَحْمَاءٌ مِّنْهُمْ فرمایا ہے یعنی آپس میں محبت اور مودت کے رشتوں میں
مسلک ہیں۔

ضرورت تھی کہ اللہ کا کوئی نیک بندہ جو علم و فضل کی دولت سے مالا مال
ہو، اس موضوع پر قلم اٹھاتے۔ الحمد للہ کہ مولانا محمد نافع صاحب کو جو دارالتصنیف
جامعہ محمدی شریف کے سرکردہ رکن ہیں، خدا نے یہ توفیق دی اور انہوں نے فریقین
کی مشہور کتابوں کے حوالہ سے منصفانہ اور مصالحانہ انداز میں ”رحماءِ مینیم“ کے نام سے
جامع تحقیقی کتاب لکھی۔ کتاب تین حصوں پر مشتمل ہے۔ صدیقی حصہ، فاروقی حصہ
اور عثمانی حصہ۔ ہر حصہ حصص زیور الطباع سے آراستہ ہو کر بفضلہ تعالیٰ پورے ملک
میں مقبولیت حاصل کر چکے ہیں۔ ان میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ

کتابِ حدیثِ ثقلین

یہ کتاب ”رحماءِ مینیم“ کے مؤلف کی تالیف ہے۔ اس میں مشہور
روایت ”ترکت فیکم الثقلین...“ کی علمی و تحقیقی تشریح کی
گئی ہے کہ لوگوں کا اس روایت کے ساتھ ”خلافت بلا نسل“ میں
استدلال کرنا صحیح نہیں بلکہ کتاب اللہ کے ساتھ ”سنت نبوی“ کو اصل مرکز
حاصل ہے۔

کتاب کے پہلے حصہ میں روایتِ ہذا کے متعلقہ اسانید کتاب اللہ و غیرتی
اصل بیٹی کے الفاظ پر اولاً بحث کی گئی ہے۔ دوسرے حصہ میں کتاب اللہ
و سنتی کے الفاظ کو بہت سی باسند کتب سے جمع کر دیا گیا ہے۔
مؤلف نے اہل تحقیق کے لیے روایتِ ہذا کے الفاظ و اسانید فراہم کرنے میں
مقدور و بجز قابلِ قدر سعی کی ہے جو بلا غلط کرنے سے تعلق رکھتی ہے۔

مکہ مکرمہ، ۵۔ بخش سٹریٹ، بیرون موری دروازہ، لاہور

کے تعلقات خلفائے ثلاثہ سے نہایت دوستانہ اور برادرانہ تھے تیسرے حصے میں حضرت عثمانؓ پر مخالفین کی طرف سے کیے گئے ”اقرباء نوازی“ کے اعتراضات کا مسئلہ محتاج وضاحت تھا مگر اس اندیشہ سے کہ عثمانی حصہ کا حجم بڑھ جائے گا، یہ طے پایا تھا کہ مسئلہ ”اقرباء نوازی“ کے نام سے جداگانہ کتاب چھاپ دی جائے گی۔ چنانچہ مذکورہ کتاب اب پیش کی جا رہی ہے۔ اُمید ہے اسباب کو اس سے استفادہ کرنے میں سانی رہے گی اور مسائل الجھنے نہیں پائیں گے۔ اس کتاب کے پانچ باب ہیں۔ سرباب بحث کا نام دیا گیا ہے۔ ہر بحث ایک جداگانہ موضوع سے متعلق ہے۔

— بحث اول :- اس میں عہد عثمانی کے حکام اور مناصب پھر ان کا باہمی تناسب لکھا گیا ہے۔ سترہ مقامات میں بیسٹل عدد غیر آموی حکام تھے۔ اور صرف چار غامات پر چند اموی حاکم تھے۔

— بحث ثانی :- میں عہد عثمانی کے ان حکام کی صلاحیت و اہلیت کا تذکرہ ہے۔ ان پر معترضین نے عثمانی رشتہ دار ہونے کی وجہ سے اعتراض وارد کیا۔ مثلاً ولید بن نبع، سعید بن العاص، عبداللہ بن عامر، امیر معاویہ، عبداللہ بن سعد بن ابی سرح اور وان بن حکم۔ مؤلف نے ثابت کیا ہے کہ یہ لوگ پختہ مزاج حکام، عالم و عامل اور صفات پسند تھے اور اُمت کے ممتاز دانشور اور باصلاحیت منتظم تھے۔

— بحث ثالث :- میں اس چیز کا بیان ہے کہ صرف عہد عثمانی میں ہی اقرباء کو منصب دیتے گئے بلکہ عہد رسالت میں اور عہد فاروقی اور مرتضوی میں بھی اپنے اپنے زیادہ کو منصب دیتے گئے۔ جن کو واقعات کے ذریعہ ثابت کیا گیا ہے۔

— بحث چہارم :- میں عطیہ جات کے ضمن میں یہ وضاحت معتبر اسناد کے ساتھ دی گئی ہے کہ حضرت عثمانؓ اپنے اقرباء کو ذاتی وسائل سے عطیے دیتے تھے بہت المال نہیں دیتے تھے۔

— بحث پنجم :- میں اس اعتراض کی صفائی پیش کی گئی ہے کہ حضرت عثمانؓ نے اپنے عہد کے آخری مراحل میں شرعی احکام کی خلاف ورزی کی تھی اور حدود اللہ کو پامال کیا۔ اس سلسلے میں امام بخاریؒ، علامہ ابن عربیؒ اور شیخ عبدالقادر جیلانیؒ وغیرہم کے صفائی کے بیانات پیش کیے گئے ہیں۔

نیز شہادت عثمانی کے اصل اسباب اور موجبات کو واضح کیا گیا ہے کہ اسلام اور اہل اسلام کے ساتھ اعداء اسلام کو دشمنی تھی جس کو انہوں نے قتل عثمانی کے ذریعہ پورا کیا۔ دور عثمانی کے تناقض اور خامیاں موجب شہادت نہیں تھیں۔

— ”مسئلہ اقرباء نوازی“ کا طرز استدلال اور انداز بیان اتنا واضح ہے کہ مؤید اس کے مطالعہ سے مزید انشراح حاصل کرے گا اور معترض یہ سوچنے پر مجبور ہو جائے گا کہ میں نے ذوالنورین کے نورانی کردار کو دھندلکے میں ڈالنے کی جسارت کیوں کی۔ وباللہ التوفیق۔

ناشرین

بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط

الحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام على سيد الاولين
والاخرين امارا لرسول وخاتما للنبيين وعلى بناته الاربعة
الطاهرات وازواجه المطهرات وعلى آله الطيبين واصحابه
المزكين المنتخبين الذين اجتهدوا في دين الله حتى اجتهدوا
ونصروا في هجرته وهاجروا النصرته وجاهدوا في سبيل
الله حتى جهادوا وعلى جميع عباد الله الصالحين وسائر اتباعه
باحسان الى يوم الدين -

خطبہ سنونہ کے بعد بندہ ناچیز محمد نافع عفا اللہ عنہ کی جانب سے ناظرین کی خدمت
میں گزارش ہے کہ:

امیر المؤمنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ خلفاء راشدین میں سے خلیفہ
راشد ہیں اور جمہور امت مسلمہ میں شیخین کریمین کے بعد تیسرے مقام پر فائز ہیں۔ اول اسلام
میں لاتعداد فضائل کے حامل ہیں۔ امانت، دیانت، صداقت، سخاوت، حیا، صلہ
رحمی وغیرہ صفات میں کامل و اکمل ہیں۔ ان کے یہ اوصاف حمیدہ مسلمات میں
سے ہیں۔

تاہم بعض لوگ حضرت عثمان کے خلاف ہیں اور یہ مخالفت عناد کی بنا پر ہی
معلوم ہوتی ہے اور کوئی معقول دیر نظر نہیں آتی۔ حضرت موصوف پر کئی قسم کے
مطالعن مرتب کیے گئے ہیں۔ مخالفین عثمان ان کی جو فہرست مرتب کرتے ہیں ان
میں سرفہرست جو طعن رکھتا ہے وہ "اقربا نوازی کا مسئلہ" ہے۔ طعن قدیمی ہے

بنات اربعہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہن)

یعنی سردارِ دو جہاں (صلی اللہ علیہ وسلم) کی چار صاحبزادیاں

تصنیف: حضرت مولانا محمد نافع مظلہ العالی

اس کتاب میں سردارِ دو عالم کی چار صاحبزادوں کے حالاتِ زندگی اور ان کی فضیلتیں
اور عظمتیں بڑی وضاحت اور تفصیل سے درج کی گئی ہیں۔ حالاتِ زندگی کے کھوج میں زلفین
کی معتبر کتابوں سے بڑی خوبی سے استفادہ کیا گیا ہے۔ کتاب ہذا کے ایمان افزہ مندرجات
ملاحظہ کرنے سے اولادِ نبوی کے ساتھ صحیح اور سچی عقیدت اور محبت کو فروغ ملے گا اور اس
دور میں بعض اطراف سے ان پاکیزہ اور مقدس طاہرات کے خلاف جو شبہات قوم میں پھیلائے
جا رہے ہیں، ان کا مدلل اور سکت جواب بھی کتاب میں فراہم ہے۔
بناتِ رسول ﷺ پر یہ اپنی نوعیت کی بے مثال کتاب ہے جس کے بغیر کوئی بھلی بربری
مکمل نہیں کہلا سکتی۔

مسلمانوں کے سائنسی کارنامے

تالیف: پروفیسر طفیل ہاشمی شعبہ علوم اسلامیہ علامہ اقبال یونیورسٹی۔ اسلام آباد
اسے بات کی شدید ضرورت تھی کہ مسلمانوں کے سائنسی کارناموں کو اجاگر کیا جائے اور
ان کی واقعی خدمات پر پڑے ہوئے دھول کے دیز پر دھول کو ہٹا کر تاریخ کا حقیقی چہرہ قارئین
کے سامنے رکھا جائے۔ چنانچہ پروفیسر طفیل ہاشمی نے اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے یہ
سرگزشتہ آثار و کتاب تالیف کی جس میں طب، ہیئت، ریاضی، کیمیا، طبیعیات، نباتات و زراعت
اور ٹیکنالوجی میں اُنڈس کے مسلمان سائنسدانوں کے کارناموں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور
یورپ کی علمی بددیانتیوں کو بے نقاب کرتے ہوئے یہ بتایا ہے کہ مسلمانوں کی کون کونسی ایجادات
کا سراہنا انہوں نے اپنے سر باندھ لیا تھا۔ الغرض یہ کتاب سائنسدانوں، محققین، پروفیسروں
تاریخ سائنس کے ماہرین۔ ایم اے علوم اسلامیہ کے طلبہ اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والے
دیگر قارئین کے لیے بے نظیر تحفہ ہے۔
مکہ مکس سے کوئٹہ ہے کہ انتہی بند پاپی علمی کتاب کی اشاعت اس کے حصہ میں آئی۔

اس کے جوابات بھی باقی مطاعن کے ساتھ ہر دور میں علماء دیتے رہے ہیں۔
اس دور میں پھر اس طعن کو جدید زیب و زینت کے ساتھ سجا کر عوام کے سامنے
پیش کیا گیا ہے حالانکہ یہ ایک مردہ و فرسودہ بحث تھی، اس کو پھر زندہ کرنے کی امت
کو ضرورت نہ تھی اور نہ اس دور کا تقاضا تھا۔

خدا جانے کن مصالح اور کن مقاصد کے تحت اس خوابیدہ بحث کو باحوالہ مرتب
کر کے بیدار کیا گیا۔ اس سے عوام و خواص پریشان و مغموم ہوئے اور مخالفین عثمان مرزوی
مخطوطہ ہوئے اور مزید افتراق و انتشار کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا جس دور میں امت
مسئلہ کو جوڑنے کی ضرورت ہے اس دور میں قوم کے توڑنے کے سامان فراہم کرنا
دین و ملت کی خیر خواہی نہیں ہے۔

”مقام صحابہ“ کی حمایت کے لیے اور ”غلیفہ راشد“ سے سوءظنی رفع کرنے کی
خاطر اس مسئلہ کو مناظرانہ انداز میں نہیں بلکہ واقعات و حقائق کی صورت میں تحریر
کیا جاتا ہے جس سے یہی مقصود ہے۔

ان معروضات کو ملاحظہ فرمانے کے بعد مسئلہ کی حقیقت واضح ہو جائے گی اور
طعن مذکور زائل ہو جائے گا۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)
ناظرین کو کام صرف دو باتوں کی تکلیف کریں۔ ایک تو مسئلہ ہند کی پوری بحث
پر نظر ڈالیں۔ دوسرا تعصب دور فرما کر تھوڑا سا انصاف ساتھ ملا لیں۔ پھر یہ مسئلہ
اچھی طرح حل ہو جائے گا۔

(وما توفیقی الا باللہ)

ابتدائی معروضات

(۱) کتاب ہند کے مندرجات پیش کرنے سے پہلے چند چیزیں ذکر کی جاتی ہیں۔
”مسئلہ اقرابہ نوازی“ سمجھانے کے لیے ہم یہاں ان شاء اللہ تعالیٰ پانچ
بغیثیں درج کریں گے۔ اور ان میں جہاں اس مسئلہ کو مثبت انداز میں
سمجھایا جائے گا وہاں ساتھ ساتھ اس قدر کے اکابر بنی ہاشم و بنی امیہ
کو ایک دوسرے کے قریب دکھانے کی بھی کوشش کی جائے گی۔

(۲) عام متداول طرز تصنیف کے خلاف اس کتاب میں یہ صورت اختیار کی
گئی ہے کہ عموماً ایک مضمون و مفہوم کو عام ناظرین کو کام کے لیے حوالہ
کتاب کی عبارت سے پہلے خلاصہ کے طور پر درج کر دیا گیا ہے پھر اس
کے بعد اصل حوالہ کی عبارت عموماً درج کی گئی ہے تاکہ اہل علم حضرات
عبارت ملاحظہ فرما کر مضمون کی تسلی حاصل کر سکیں۔ یہ طرز رواجاً بالکل مندرک
ہے اور جدید اہل قلم حضرات اس کو پسند بھی نہیں کریں گے۔ چنانچہ بطور معذرت
یہ گزارش پیش کی گئی ہے کہ اس کو محسوس نہ فرمادیں۔

(۳) مسئلہ مندرجہ کی تائید کے لیے بعض اوقات حوالہ جات کی کثرت درج کر
دی گئی ہے۔ اس سے مضمون مندرجہ کی تائید و توثیق مطلوب ہوتی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہر شخص کے پاس ذخیرہ کتب مشکل سے دستیاب ہوتا
ہے۔ متعدد کتب درج کرنے کا یہ فائدہ ہو گا کہ جو کتاب جس شخص کے پاس موجود

ہوگی اس کی طرف رجوع کر کے مضمون مندرجہ کی تائید حاصل کر سکے گا۔
اس کے بعد چند تمہیدات پیش کی جاتی ہیں اور تمہیدات کے بعد اصل مواد
کو پانچ بحثوں کی صورت میں پیش خدمت کیا جائے گا۔
(بعونہ تعالیٰ)

تمہیدات

(۱)

پہلے یہاں قابل توجہ یہ بات ہے کہ کسی نص شرعی (آیت و صحیح حدیث)
میں یہ کوئی ضابطہ ہے کہ مسلمانوں کا حاکم اور والی اپنے دور حکومت میں اپنے کسی
رشتہ دار کو حکومت کے عہدہ پر فائز نہیں کر سکتا۔ اور اسے کسی اپنے قریبی عزیز کو
عہدہ دینے کا کوئی اختیار نہیں۔

تو یہ واضح چیز ہے کہ اس قسم کا کوئی قانون شرعی موجود نہیں جس کی سیدنا
عثمانؓ نے مخالفت کر دی ہو اور اس کی خلاف ورزی کے دانستہ طور پر
مذکب ہوتے ہوں۔

دور عثمانی کے ناقدین حضرات بھی اس بات کو تسلیم تو کرتے ہیں کہ حضرت ذوالنورینؓ
نے اس معاملہ میں کسی ضابطہ شرعی کو نہیں توڑا، لیکن اقرباء نوانسی کا اعتراض فرماتے
سے چوتھے بھی نہیں۔ جدید عنوانات کے ساتھ اس کو خوب تازہ رکھتے ہیں۔ اور بار بار
اعادہ کیا کرتے ہیں تاکہ حضرت عثمانؓ کے حق میں منفر قائم رہے اور بدظنی جاری رہے۔
(لکل امراً ما نوی)

(۲)

دوسری بات یہ ہے کہ حکومت کے عہدہ داروں اور کارندوں (جن کو عمال و
”ولاء“ کہا جاتا ہے) کے نصب و عزل کا مسئلہ ایک اجتہادی امر ہے جو خلیفہ اسلام

کی راستے کی طرف تفویض کیا گیا ہے۔ اس معاملہ کے نشیب و فراز کو عام لوگ نہیں سمجھ سکتے۔ امیر المؤمنین ان مواقع کی ضرورتوں کو بہتر سمجھتا ہے۔ اپنی بصیرت کے موافق جب حکام کا تقرر و تعین کرتا ہے تو مصلحت کے تحت کرتا ہے۔ یہ چیز اکابر علماء نے اپنے کلام میں درج فرمادی ہے۔

(۱) انصافی ابو بکر بن العربی الاندلسی "العواصم من العواصم" میں ایک مقام میں لکھتے ہیں کہ

— "الولاية اجتهاد یعنی کسی کو والی و حاکم بنانا ایک اجتهاد ہی کام ہے۔
(العواصم ص ۸۷)

دوسری جگہ تحریر کرتے ہیں کہ

— "الولايات والعزلات لهما معانٍ وحقائقٌ لا يعلمها كثرٌ من الناس۔ الخ

یعنی حکام کے نسب و عزل میں لمبی مقاصد و حقائق ہوتے ہیں جن کو بہت لوگ نہیں سمجھ سکتے۔ مطلب یہ ہے کہ ان انصافیوں کو ذمہ دار حضرات ہی صحیح سمجھ سکتے ہیں۔

والعواصم من العواصم، ص ۲۴۳۔ تحت نکتہ
طبع (الامور)

(۲) — اسی طرح حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قرۃ العینین فی تفضیل اشخین میں فرماتے ہیں :-

”... میگویم کہ نصب و عزل مقولست برائے تخلیفہ۔ اگر اجتہاد خلیفہ مودی شود بانکہ از فلاں شخص کار اُقت سرانجام می یابد لازم میشود بروئے نصب او“
یعنی ہم کہتے ہیں کہ نصب و عزل کا کام تخلیفۃ المسلمین کی راستے کے سپرد ہے

اور اس کو تفویض کیا گیا ہے۔ اگر خلیفہ کی راستے یہ ہو جائے کہ اُقت کا کام فلاں شخص سے سرانجام پاسکتا ہے تو لازم ہوتا ہے کہ اس کو اس عہدہ پر فائز کرے۔“

قرۃ العینین فی تفضیل اشخین، ص ۲۴۲۔ بحث

مطالعن حقین۔ طبع مجتہبی دہلی

حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے عمال و حکام کے عزل و نصب کے مسئلہ کو اپنی صوابدید کے موافق بہتر طریق سے سرانجام دیا۔ اور اس میں قوم و ملت کی خیر خواہی مد نظر رکھی۔ اپنی مجتہدانہ مساعی میں کوئی تفسیر نہیں واقع ہونے دی۔ اس کے باوجود اگر عہدہ دار کے حکام (جو نہ فرشتے تھے نہ معصوم عن الخطا تھے) سے اپنے فرائض میں کچھ کوتاہی واقع ہوتی یا ان سے غلطیاں سرزد ہوتیں اور کسی فعل قبیح کے مرتکب ہوتے تو ان تمام چیزوں کو حضرت عثمانؓ کے کردار و کارکردگی میں ڈال دینا قرین انصاف نہیں۔ جو کچھ امور ان سے سرزد ہوتے وہ سیدنا عثمانؓ کے ایمان یا فرمان سے نہیں ہوتے۔ اسی مفہوم کو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنی تصنیف قرۃ العینین فی تفضیل اشخین کی عبارت ذیل میں بطور جواب پیش کیا ہے :-

”... میگویم ہر چیز از نشان بوقوع آمد نہ بامدی النورین بود و نہ بوقی صلاح دید و نہ در نفلت علم غیب خود بشرط نیست۔ آنچه شرط نفلت است اجتہاد است و ذی النورین در اجتہاد تفسیر نہ کرد۔“

قرۃ العینین فی تفضیل اشخین، ص ۲۴۲۔ بحث

مطالعن حقین۔ طبع مجتہبی دہلی

یعنی ہم کہتے ہیں کہ جو کچھ ان کے کارکنوں اور کارندوں سے صادر ہوا وہ حضرت ذوالنورینؓ کے فرمان سے نہیں تھا اور نہ ان کی صوابدید کے موافق

ہوا۔ خلافت کے معاملہ میں علم غیب شرط نہیں ہے۔ خلافت کے مسائل کے لیے جو چیز شرط ہے وہ اجتہاد ہے اور اجتہادی امور میں حضرت عثمانؓ نے کوئی کمی نہیں کی۔“

(۳) — اشکال مذکور رفع کرنے کے لیے حضرت شاہ صاحب موصوف نے اپنی کتاب ”انزالہ الخفاء عن خلافت الخلفاء“ کے آثار امیر المؤمنین عثمانؓ میں مزید کلام فرمایا ہے جس کے ملاحظہ کرنے سے معترضین کا مذکورہ بالا شبہ بالکل زائل ہو جاتا ہے۔ منصف احباب کی خاطر ہم کتاب کی اصل عبارت پیش کرتے ہیں اس کے بعد عوام کے لیے اس کا مفہوم اردو میں ذکر کر دیں گے۔

— ازاں جملہ آنکہ اصحاب آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) را از حکومت بلاد مغزول ساخت و حدیث بنی امیہ را کہ در اسلام مسابقت نہ داشتند حاکم گردانید مثل عزل ابی موسیٰ بعد اللہ بن ابی عامر از بصرہ و عزل عمرو بن العاص از مصر بہ ابن ابی سرح۔

و جواب این اشکال آنست کہ عزل و نصب را خدا تے عز و جل بر راتے خلیفہ باز گذارشتہ است می باید کہ خلیفہ تحریری کند و صلاح مسلمین در نصرت اسلام و بر حسب ہماں تحریری بعمل آرد اگر اصابت کرد فلعہ اجرہ قرین و اگر در تحریری خطا واقع شد فلعہ اجرہ مرۃ۔ این معنی ازاں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد تو اتر رسید۔ و در بعض احیان مولیٰ را مغزول ساختند و دیگرے را بجائے او نصب فرمودند برائے مصیحتے چنانکہ در غزوۃ فتح رأیت الناس را از سعد بن عبادہ گرفتند بہ سبب کلمہ کہ از زبان او چستہ بود و بہ پسر اوقیس بن سعد دادند۔

و گاہے مفضول را منصوب می ساختند بنا بر مصیحتے چنانکہ اسامہ را

امیر شکر فرمود و کبار ہاجرین را تابع و سے گردانیدند در آخر حال۔
و ہمچنین شیخین نیز در ایام خلافت خود بعمل آوردند۔ و بعد حضرت عثمانؓ حضرت مرتضیٰ و دیگر خلفاء ہمیشہ ہمیں دستور کردہ آمدند۔ پس بر حضرت ذی النورینؓ ازیں وجہ بازخواست نیست۔ اگر حکم تحریری خود شخصی از حدیث را والی کردہ باشد و شخصی از قدام اصحاب را مغزول ساخت خصوصاً در قصص کہ نقل کردہ اند چون تامل نمودہ می آید اصابت راستے ذی النورینؓ اوضح من الشمس فی رابعۃ النهار بظہوری رسد۔
زیر آنکہ ہر عزلی و ہر نصیبی یا متضمن انجماد فتنہ اختلاف جند و رعیت بودہ است یا مفرغ اقلیمہ از اقالیم دار الکفر لکن ہوائے نفسانی اہل بتدعیں را اعلیٰ ساختہ۔

وَعَيْنِ الرَّصَامِ مِنْ كُلِّ عَيْبٍ كَلْبِكَ

وَلَكِنَّ عَيْنَ السُّخْطِ تَبْدِي الْمَسَاوِيَا

و کتاب انزالہ الخفاء عن خلافت الخلفاء۔ مقصد دوم

ص ۲۴۷ تحت آثار امیر المؤمنین عثمان بن عفانؓ

طبع قدیم بریلی) ۱

یعنی حضرت عثمانؓ کے متعلق جو اشکالات وارد کیے جاتے ہیں ان میں سے ایک یہ اشکال ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو بڑے شہروں کی حکومت سے معزول کر کے بنی امیہ کے نوخیز نوجوانوں کو جو اسلام کے سابقین میں نہ تھے، والی و حاکم بنا دیا۔ مثلاً بصرہ سے ابو موسیٰ اشعریؓ کو معزول کر کے عبد اللہ بن عامر کو، اور مصر سے عمرو بن العاص کو معزول کر کے عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح کو حاکم

نہایا۔

— اس کا جواب یہ ہے کہ غزل و نصب کے معاملہ کو خدا تعالیٰ نے خلیفہ اسلام کی راستے پر چھوڑ دیا ہے۔ امیر المؤمنین کو مسلمانوں کی خیر خواہی اور اسلام کی امداد کرنے میں تخری اور سعی کرنی چاہیے اور اپنی تخری کے موافق عمل درآمد کرے۔ اگر خلیفہ کی راستے درست تھی تو اس کے لیے دگنا اجر ہے۔ اگر اس میں خطا سرزد ہو گئی تو اسے ایک اجر ملے گا۔

یہ مسلمہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تو اتر معنوی کی حد تک پہنچا ہے۔

— مقامی مصلحت کے پیش نظر بعض اوقات ایک حاکم کو معزول کر دیتے تھے اس کی جگہ دوسرے کو نصب فرمادیتے تھے جیسا کہ غزوہ فتح میں سعد بن جبادہ سے انصار کا علم لے لیا گیا ان کی زبان سے ایک کلمہ نکل گیا تھا اور ان کے فرزند قیس بن سعد کو دے دیا گیا۔ اور وقتی تقاضے کی بنا پر کبھی کم مرتبہ کے آدمی کو امیر بنا دیتے تھے جس طرح اسامہ بن زید کو امیر شکر بنا دیا اور کبار مہاجرین کو اسامہ کے تابع و ماتحت کر دیا۔

شیخین حضرات نے اپنے ایام خلافت میں اسی طرح عمل درآمد کیا۔ حضرت عثمان کے بعد حضرت مرتضیٰ نے اور دیگر خلفائے سہی دستور جاری رکھا پس حضرت ذوالنورین پر اس وجہ سے باز پرس نہیں۔

اپنی جستجو کی بنا پر نو عمر لوگوں میں سے اگر ایک شخص کو انہوں نے نامک بنا دیا اور قدیم اصحاب سے بعض کو معزول کر دیا خصوصاً ان مواقع میں

جنہیں نقل کیا گیا ہے اگر بغور دیکھا جائے تو حضرت عثمان کی راستے کی اصابت و درستگی اظہر من الشمس ہے کیونکہ ان کا عزل و نصب یا تو کسی لشکر و رعیت کے فتنہ اختلافت کو فرو کرنے کے ضمن میں تھا یا پھر کفار کے ممالک کو اسلام کی فتح مندی کا ثمرہ دینے کے لیے تھا۔ لیکن اہل بدعت کی آنکھیں (اس معاملہ میں) ہوائے نفس کی وجہ سے نابینا ہو رہی ہیں۔

”یعنی رضا مندی کی آنکھ عیب بیان کرنے سے تھکی ماندی ہے لیکن ناراضگی کی آنکھ بڑائیوں کو ظاہر کرتی ہے“

اسی کے مناسب کسی نے فارسی میں خوب کہا ہے کہ

”ہنر چشتم عداوت بزرگ تر عیب است“

(۴) — اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے بھی اشکال ہذا کے جواب میں ”تحفہ اثنا عشریہ“ میں یہی فرمایا ہے کہ

— جواب ازیں طعن آنکہ امام رامی باید کہ ہر کرا لائن کارے داند۔ آن کار را با وس پار و علم غیب اصلاً نزد اہل سنت بلکہ جمع طوائف مسلمین غیر از شیعہ شرط امامت نیست۔ و عثمان با ہر کہ حسن ظن داشت و کار آمدنی دانست و امین و عادل شناخت و مطیع و منقاد خود گمان برد ریاست و امارت با و داد۔

(تحفہ اثنا عشریہ فارسی، ص ۳۰۵۔ مطاعن عثمانی)

تحت جواب طعن اول۔ طبع جدید، لاہور)

یعنی اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ امام و خلیفہ کے لیے پابندیہ کہ جس شخص کو اس کام کا اہل سمجھے وہ کام اس کے سپرد کر دے شیعہ کے علاوہ

تمام اہل اسلام کے نزدیک خلافت و امامت کے لیے علم غیب شرط نہیں حضرت عثمانؓ نے جس شخص کے حق میں اچھا گمان کیا، کام کرنے والا معلوم کیا، امانت دار، منصف جانا، مطیع اور تابعدار خیال کیا اس کو عہدہ امارت و حکومت دے دیا۔

— حاصل یہ ہے کہ

- ۱۔ امت کے اکابر علماء نے یہ تصریح کر دی ہے کہ عزل و نصب کا مسئلہ اجتہادی ہے۔ خلیفہ (مسلمین کی طرف موقوف ہے یہ بتانا وقت اپنی تحری و جستجو کے مطابق خلیفہ اسے سرانجام دے سکتا ہے۔
- ۲۔ عمال کا انتخاب اگر درست ہو تو خلیفہ کو دگنا ثواب ہے۔ اگر کچھ خطا ہو گئی تو ایک گنا ثواب ہے اور خطا معاف ہے۔
- ۳۔ اگر بالفرض خلیفہ کی صوابدید کے موافق عمال (یعنی کارندوں) نے کام سرانجام نہیں دیا تو اس میں خلیفہ ماخوذ نہیں۔

(۳)

حکومت کے عاملین (و عمال) کا عزل و نصب حضرت عمرؓ بھی اپنے دور خلافت میں اپنی صوابدید کے موافق کیا کرتے تھے اور بوقت ضرورت حکام میں تبدیلی فرمایا کرتے تھے۔

یہ چیز خلیفہ کے لیے ناگزیر ہوتی ہے اور اس سے چارہ کار نہیں ہوتا حضرت فاروق اعظمؓ کے چند مشہور صحابہ کو ام کو معزول کرنے اور ان کی جگہ دوسرے حضرات کو نصب کرنے پر دوچار مثالیں ناظرین کی خدمت میں پیش کی جاتی ہیں۔

(۱)

— بصرہ سے حضرت عمرؓ نے مشہور صحابی میسر بن شعبہؓ کو معزول کر دیا ان کی

جگہ ابو موسیٰ اشعریؓ کو منتعین کیا۔

”الاصابة“ میں درج ہے کہ ”... واستعمله (اباموسی) عمدہ علی امرۃ البصرة بعد ان عزل المغيرة الخ“

(۱) الاصابة معہ الاستیعاب، ص ۳۵۲، ج ۲

تحت عبداللہ بن قیس (ابی موسیٰ)

(۲) الاستیعاب معہ الاصابة، ص ۳۶۳، ج ۲

تحت ابی موسیٰ (عبداللہ بن قیس)

(۳) تاریخ طبری، ص ۲۰۷، جلد رابع تحت

سنة ۱۶ھ، طبع مصری قدیم۔

(۲)

سیدنا فاروق اعظمؓ نے اسلام کے مشہور سپہ سالار خالد بن الولیدؓ کو ایک دفعہ ایک عطیہ دینے کی وجہ سے معزول کا حکم دیا اور ابو عبیدہؓ کی طرف فرمان تحریر کیا کہ ”اس منصب سے خالد کو الگ کر دیں اور اس کا کام خود سنبھال لیں“

”... اعزله علی کل حال واضمم الیک عملہ الخ“

(۱) تاریخ ابن جریر الطبری، ص ۲۰۵، جلد ۴

تحت سنة ۱۶ھ۔ طبع مصری قدیم

(۲) کتاب الخراج لامام ابی یوسفؒ، ص ۱۴۸

طبع ثانی، مسری فصل فی الکنائس والبیع

والسلبان۔

(۳)

— اسلام کے مشہور مجاہد، ملت کے عظیم کارکن سعد بن ابی وقاصؓ کو حضرت عمرؓ نے

اہل کوفہ کی شکایت کی بنا پر مغزول کر دیا۔ ان کے قائم مقام عمار بن یاسر کو صلوة پر مقرر فرما دیا۔

وفیہا رسالۃ شکا اهل الكوفة سعد بن مالک (ابی وقاص)

الی عمر فعزلہ و ولی عمار بن یاسر بالصلوة

(۱) تاریخ خلیفہ بن خیاط (المتوفی ۲۲ھ)

جلد اول، ص ۱۲۲۔ طبع اول عراق۔

(۲) سیر اعلام النبیل للذہبی، ص ۷۹، جلد اول

تحت تذکرہ سعد بن مالک۔

(۴)

مذکورہ واقعہ ۲۱ھ میں پیش آیا۔ پھر ۲۲ھ میں حضرت عمرؓ نے عمار بن یاسر کو وفد سے مغزول کر دیا۔

«وفیہا رسالۃ عذک عمر عماراً عن الکوفة»

تاریخ خلیفہ ابن خیاط، ص ۱۲۵، جلد اول ملبوعہ عراق

— فاروقی دور کے یہ چند ایک واقعات بطور مثال عرض کیے گئے ہیں یہاں ے اندازہ ہو گیا کہ یہ سب کچھ وقتی تقاضوں اور مقامی مسلماتوں کے پیش نظر ہو کر آتا ہے۔ حضرت فاروق اعظمؓ پر ان تبدیلیوں کے باعث کوئی اعتراض نہیں کیا جاتا، تو صاف یہ ہے کہ سیدنا عثمانؓ پر بھی عزل و نصب کے مسئلہ میں طعن نہ کیا جائے۔

— البتہ یہ چیز باتی ہے کہ فاروق اعظمؓ نے تبدیلیاں کیں تو ان کی بجگہ اپنے لیے کے آدمیوں کو نہیں نصب کیا لیکن حضرت عثمانؓ بن عفان نے اپنی برادری کے دل کو منیع کر دیا تو اس شبہ کے ازالہ کے لیے قلیل سا انتظار فرما دیں۔

چند اہم بحثیں

عزل و نصب کا مسئلہ ناظرین کے سامنے وضاحت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے مسئلہ کی نوعیت معلوم کرنے کے لیے اس قدر کافی ہے۔

تاہم اس مقام پر مزید بحثیں ہم پیش کرتے ہیں۔ ناظرین کرام تعصب اور گردہ بندی سے الگ ہو کر اگر انصاف کے ساتھ ان پر نظر غائر فرمائیں گے تو انشاء اللہ اطمینان بخش ثابت ہوگی۔ اور سیدنا عثمانؓ کی پوزیشن بے داغ معلوم کرنے کے لیے یہ عہد مفید رہیں گی۔ مقررہ دست کہتے ہیں کہ:

«عثمان بن عفان نے اپنی حکومت کے عہدوں کو اپنے قبیلہ کے لوگوں میں

تقسیم کر ڈالا»

«وقسم اللویات بین اقاربہ الخ

(منہاج الکرامہ، ص ۶۶ لابن المطہر الحلی الشیبی

طبع لاہور تحت مطالع عثمانی، ملبوعہ دکن

منہاج السنہ لابن تیمیہ الحرانی۔

مختصر یہ کہ عثمان نے اپنیوں کو غلط مناصب دے دیئے، بے جا تقریریاں کیں اور ناجائز عہدے تقسیم کیے جس کی وجہ سے قبائلی عصبیتوں اور گردہ بندی کی فضا پیدا ہو گئی۔ آخر یہی چیز فتنہ و فساد کا موجب بنی اور قتل عثمانؓ پر منتج ہوئی۔

اس چیز کے متعلق تاریخین کرام کے لیے پانچ بحثیں پیش خدمت ہیں۔

اولاً :-

یہ معلوم کرنا چاہیے کہ جن مناصب پر طعن کی بنیاد ہے وہ کتنی تعداد میں فاروق عثمانی کو دیئے گئے؟ اور کتنے مناصب غیر اقرباء کے لیے تجویز کیے گئے نیز اس طرح

عثمانی رشتہ داروں میں کتنی تعداد میں عمال و حکام مجوز تھے؟ اور کتنے لوگ غیر رشتہ داروں میں سے مختلف مقامات پر حاکم بنائے گئے تھے؟

ثانیاً:

یہ چیز قابل وضاحت ہوگی کہ جن اقرباء کو یہ عہدے اور مناصب دیتے گئے یہ کس قسم کے لوگ تھے؟ کس کردار کے مالک تھے؟ کیا ان کی وجہ سے ملت اور بین کونقصان پہنچا؟ اسلام کی برابری ہوتی؟ یا اس کے برعکس وہ اچھے آدمی تھے۔ عہدہ کردار رکھتے تھے، کئی فئیلٹوں کے حامل تھے۔ ان کی وجہ سے ملت اسلامیہ کو بہت فائدہ ہوا۔ مذہب کی ترقی ہوتی، اسلام کا بول بالا ہوا، دین کی آواز فصاحت عالم تک پہنچی۔

ثالثاً:-

یہ بات لائق توجہ ہوگی کہ اپنے قبیلہ اور خاندان کو مناصب دہی کی رعایت زیادت دور عثمانی میں ہوتی ہے؟ یا اس دور سے قبل یا بعد کسی دوسرے دور میں بھی یہ حمایت پائی گئی؟ اس مسئلہ میں باقی ادوار کے ساتھ عثمانی دور کا تقابل و موازنہ قائم کرنا مناسب ہے تاکہ عثمانی عہد کے مورطین ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ کیا جاسکے۔

رابعاً:

یہ چیز قابل بیان ہے کہ حضرت عثمان اگر مالی عطیات کثیرہ اپنے اقرباء کو عطا فرماتے تھے تو کیا حضرت مرصوف کا یہ مال دینا شرعاً صحیح تھا اور اس کی نوعیت لیا جتنی؟

اس مسئلہ کے لیے عقلاً و نقلاً بحث کی جائے گی جو ازالہ شبہات کے لیے بابل اطمینان ہوگی۔

خامساً:-

یہ آخری بحث ہوگی کہ حضرت عثمان کے دور خلافت میں اقرباء نوازی منصب کے اعتبار سے ہو یا عطائے اموال کے اعتبار سے (قبائل میں تعصب و نفرت کا موجب بن کر آخری ایام میں فسادات کا باعث ہوتی؟ یا ان فسادات کے لیے دواعی و اسباب دوسرے امور تھے؟ آخر بحث میں اس چیز کا (انشاء اللہ تعالیٰ) پوری طرح تجزیہ کیا جائے گا جو اصل واقعات کے مطابق ہوگا۔

مندرجہ ہر پانچ ابحات کی اب کچھ قدر تفصیل درج کی جاتی ہے۔ اطمینان قلبی کے ساتھ مطالعہ فرمادیں، فائدہ بخش ثابت ہوگی۔

ان پانچ بحثوں پر کتاب ابداً تمام ہوگی۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

بحث اول

عہد عثمانیؓ کے مناصب اور حکام پھران کا باہمی تناسب

حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں اسلامی مملکت ایک وسیع ترین رقبہ پر مشتمل تھی۔ مسر کا تمام ملک، شام کا علاقہ افریقیہ کا ایک بہت بڑا حصہ۔ انتہائے مغرب میں مراکش و اندلس تک۔ ادھر حجاز کے نام حلقے مکہ و مدینہ اور یمن وغیرہ سمیت۔ دوسری طرف فارس کے تمام علاقے و اراکان وغیرہ تک۔ مشرق میں مکران کی حدود تک۔ یہ طویل و عریض اسلامی سلطنت حضرت عثمانؓ کے زیرِ انتظام تھی۔

ظاہر چیز ہے کہ اتنے وسیع ملک میں انتظامات قائم رکھنے کے لیے چند ہمدے اور چند عمال و حکام کافی نہیں ہو سکتے۔ بلکہ صرف بڑے بڑے عہدوں کے لیے بھی ایک خاصی جماعت کی ضرورت تھی۔

تو اس صورت حال کے پیش نظر مسئلہ اہد کی تمام متعلقہ تفصیلات کو صحیح طور پر معلوم کر لینا سخت مشکل ہے اور اوراقِ تاریخ بھی حسبِ غٹا ساتھ نہیں دیتے۔ تاہم مالایدردک کلہ لایتروک کلہ کے ناعدہ کے موافق مناصب اور حکام کے مسئلہ کو ہم کسی قدر بیان کرتے ہیں جو سہولت سے دستیاب ہیں۔ اس سے عہدہ داری میں باہمی تناسب کا مسئلہ بخوبی معلوم ہو سکے گا۔

چند عہدے اور مناصب

— (۱) —

قضا (حجی)

عثمانی خلافت میں قضا (حجی) کے منصب پر متعدد اہل مختلف اوقات میں متعین رہے ہیں ان میں مندرجہ ذیل حضرات بھی ہیں۔

(۱) حضرت سیدنا عثمانؓ کی جانب سے مدینہ منورہ میں قضا کے عہدہ پر زید بن ثابت انصاریؓ (صحابی) تھے۔

”... وکان علی قضا عثمان یومئذ زید بن ثابتؓ“

(۱)۔ تاریخ ابن جریر للطبری، ص ۱۲۹، ج ۵

تحت عمال عثمان، سنہ ۳۵ھ

(۲)۔ الکامل لابن اثیر الجزیری، جلد ۳، ص ۹۵

تحت اسماء عمال عثمان

(۳)۔ البدایہ لابن کثیر، ج ۴، ص ۲۲۷ تحت

ذکر بیعة علی بالخلافة۔

(۴)۔ خلافت عثمانیؓ میں میغرہ بن نوفل بن الحارث بن عبد المطلب البہاشمی قاضی تھے۔

”... وکان المغيرة بن نوفل قاضياً فی خلافة عثمانؓ“

(۱) — الاستیعاب لابن عبدالبر، ج ۳، ص ۳۶۶

معہ اصحابہ — تحت المغیرہ مذکور۔

(۲) — اسد الغابہ لابن اثیر، ج ۲، ص ۴۰۸

تحت المغیرہ مذکور۔

(۳) — الاصابہ لابن حجر، ص ۴۳۲، ج ۳۔

معہ استیعاب تحت المغیرہ بن نوفل

— (۲) —

بیت المال (یا خزانہ)

— مؤرخین نے عہد عثمانی میں اسلامی بیت المال پر متعدد لوگوں کا مقرر کیا جانا تحریر کیا ہے۔ ان میں سے بعض حضرات کو ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

— بیت المال کے منصب پر عبداللہ بن ارقم (صحابی) فائز تھے۔ پھر انہوں نے استعفا پیش کیا تو حضرت عثمانؓ نے اسے منظور کر لیا۔

”..... وکان علی بیت المال عبداللہ بن ارقم ثم استعفی

فجعاف“

(۱) تاریخ خلیفہ بن الحیاط، ج ۱، ص ۱۵۷

جزء اول تحت عمال عثمانؓ

(۲) اسد الغابہ، ج ۳، ص ۱۱۵ تحت

عبداللہ بن ارقم۔

عہد عثمانی میں بیت المال پر عبداللہ بن ارقم کے نگران و ناظر رہنے کو

حافظ ابن حجرؒ نے بھی الاصابہ جلد ثانی میں درج کیا ہے۔

(الاصابہ، ج ۲، ص ۲۶۵ تحت عبداللہ بن ارقم)

— بعض اوقات اس منصب پر زید بن ثابت انصاریؓ کا متعین

ہونا بھی اسرار رجال کی کتابوں میں منقول ہے۔

”..... وکان (زید) علی بیت المال لعثمانؓ“

(اسد الغابہ لابن اثیر الجزیری، ج ۲، ص ۲۲۳)

تحت زید بن ثابت انصاریؓ طبع طهران)

— ابن جریر و ابن اثیر و ابن کثیر وغیرہ مورخین نے ذکر کیا ہے کہ عثمانی خلافت

میں بیت المال کے عہدہ پر عقبہ بن عمرو فائز تھے۔

”..... وعلی بیت المال عقبہ بن عمرو“

(۱) — تاریخ طبری ج ۵، ص ۱۴۹۔ تحت

عمال عثمانؓ۔

(۲) — الکامل لابن اثیر، ج ۳، ص ۹۵۔

تحت عمال عثمانؓ۔

(۳) — البدایہ، ج ۷، ص ۲۲۷۔ تحت ذکر

بیعت علی بالخلافت۔

— (۳) —

خراج و عشر وغیرہ کی وصولی کا صیغہ

— دور عثمانی میں بعض لوگوں کو خراج و عشر وغیرہ (اسلامی ٹیکس) کی

وصولی پر مقرر کیا جاتا تھا۔ آج کل کی اصطلاح میں ٹیکس کی وصولی کے لیے تحصیلدار

کا تجویز کیا جانا سمجھ لیا جائے۔

چنانچہ عراق وغیرہ کے علاقے کے لیے جابر بن فلان المزنی اور سماک الانصاری متعین تھے۔

”... وعلی خراج السواد جابر بن فلان المزنی ...
وسماک الانصاری، الخ“

(۱) — تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۴۸۔ تحت
عمال عثمان — ۳۵

(۲) — الکامل لابن اثیر الجزری، ج ۳، ص ۹۵
تحت اسماء عمال عثمانی۔

(۳) — البدایہ لابن کثیر، ج ۷، ص ۲۲۷۔ تحت
ذکر بیعت علی بالخلافة۔

(۴) کتاب التہدید و البیان، ص ۱۴۹۔ تحت الباب
الثامن۔ طبع بیروت، لبنان

— (۴) —

فوجی افسر

اسلامی فوج کا الگ شعبہ تھا۔ اس میں حسب مراتب لوگ متعین کیے جاتے تھے۔ مختلف علاقہ ربات کے لیے متعدد جرنیل اور نگران مقرر تھے۔ کوفہ کے علاقہ کے لیے الققاع بن عمرو نامی فوجی افسر تھے۔

”و علی حربھا الققاع بن عمرو“

(۱) تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۴۸۔ تحت عمال عثمان ۳۵

(۲) — الکامل لابن اثیر، ج ۳، ص ۹۵۔ تحت
اسماء عمال عثمانی۔

(۳) — البدایہ، ج ۷، ص ۲۲۷۔ تحت، ذکر
بیعت علی بالخلافة۔

(۴) — کتاب التہدید و البیان فی مقتل الشہید
عثمان، ص ۱۴۹۔ لباب الثامن

— (۵) —

شرطہ پولیس

پبلک میں منافی انتظامات درست رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس قسم کے امور کے لیے خلافت عثمانی میں شرطہ یعنی پولیس کا شعبہ قائم تھا۔ اس کام پر مجوزہ افسر عبداللہ بن قنفذ، قبیلہ بنی تیم کے قرشی تھے۔

”... وكان علی شرطہ عبد اللہ بن قنفذ من بنی تیم
قریشی“

(تاریخ نیلفہ بن نبط، جزء اول، ص ۱۵۔
تحت عمال عثمانی مبلوعہ عراق)

۶

الکاتب (نشی و محرر)

خلیفہ اسلام کے لیے تحریری ضروریات، کی خاطر ایک محرر و نشی درکار ہوتا ہے۔ عبدالعثمانی میں یہ خدمت مروان بن الحکم نے سرانجام دی۔

”..... وکاتبہ مروان بن الحکم“

(تاریخ خلیفہ بن خیاط، ص ۱۵۷، جزء
اول تحت عمال عثمانی، مطبوعہ عراق)

(۷)

نیابت حج

(۳۵)

عہد عثمانی میں جب آخری حج کا موقعہ آیا تو حضرت عثمان کو باغیوں نے اپنے مکان میں محصور کر رکھا تھا۔ خود حج کے لیے تشریف لے جانے سے معذور تھے۔ اس وقت حضرت علیؑ کے چچا زاد برادر حضرت عبداللہ بن عباسؓ مطلبی ہاشمی کو بلوا کر اپنی طرف سے امیر حج بنا کر مکہ شریف روانہ کیا۔ ابن عباسؓ نے امیر المؤمنین عثمانؓ کے حکم سے مکہ شریف میں جا کر مسلمانوں کو حج کروایا۔ یہ ۳۵ھ کا واقعہ ہے۔
”... عن عکرمۃ عن ابن عباسؓ ان عثمان بن عفان استخلف علیؑ فی السنۃ الّتی قتل فیہا سنۃ خمس و ثلاثین (۳۵) فخرج فحج بالناس بامر عثمانؓ“

(۱) — طبقات ابن سعد، ج ۲، ص ۲۴، قسم اول تحت

ذکر بیعت عثمانؓ۔ طبع لیدن

(۲) — تاریخ خلیفہ ابن خیاط، ج ۱، ص ۵۴

تحت ۳۵ھ۔ طبع عراق۔

تذنیہ: قبل ازیں ہم یہ واقعہ رجماء بینہم کے حصہ سوم عثمانی کے باب پنجم کی ابتدا

میں ذکر کر چکے ہیں اور ساتھ متقدم کتب سے حوالہ بات درج کر دیتے ہیں۔ یہاں عہدہ جات کے شمار کی خاطر دوبارہ نقل کیا ہے۔

یہ عہدہ حضرت عثمانؓ نے ہاشمی بزرگ کو عنایت فرمایا کسی اموی کو نہیں دیا۔ خاندانی عصبت کا اندازہ آپ یہاں سے لگا سکتے ہیں کہ اس کی اصلیت کس قدر ہے؟ اور پروپیگنڈے کو کس قدر دخل ہے؟

فائدہ

یہ چند ایک مناصب اور عہدے تاریخ کے اوراق سے ہم نے ناظرین کی خدمت میں پیش کر دیتے ہیں۔

ان میں صرف ایک مروان بن الحکم حضرت عثمانؓ کے چچا زاد برادر داماد ہیں۔ باقی مندرجہ بالا اہل مناصب میں سے کوئی صاحب بھی بنی امیہ سے نہیں بلکہ بعض بنی ہاشم سے ہیں اور بعض دوسرے قبائل سے ہیں۔

— اب یہاں رشتہ داروں اور غیر رشتہ داروں کا باہم تناسب لگانا اقرباء وغیر اقرباء کا شمار کرنا ناظرین کرام پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔

اپنے انسان پسند قلب سے قبائلی عصبت دور فرما کر خود ہی موازنہ فرمائیں۔ میزان عدل آپ کے ہاتھ میں ہے۔

”وکاتبہ“ کے منصب کے متعلق اور مروان بن الحکم کے لیے چند چیزیں مغرب ہم انشاء اللہ عرض کریں گے تاکہ یہ مسئلہ بہتر طریق سے واضح ہو جائے۔

بعض اہم مقامات اور ان کے حکام

(خلافت عثمانی میں)

قبل ازیں سابقہ عنوان میں چند ایک مناسب کا ذکر کیا ہے۔ اب چند مشہور مقامات کے دولاہ و حکام کا بیان کر دینا مناسب ہے۔ ان مقامات کے والی و حاکم کی حیثیت اس علاقہ کے لیے ڈپٹی کمشنر یا کمشنر کی طرح ہوتی تھی۔ اس حلقہ کے انتظامات ان کے سپرد ہوتے تھے۔

ان تفصیلات کے ذریعے اموی حکام اور غیر اموی حکام کا پتہ لگانا آسان ہوگا اور معلوم ہو سکتے گا کہ حضرت عثمان نے کتنے افراد بنی امیہ سے لے کر حاکم بنا دیئے اور کتنی تعداد بنو امیہ کے ماسوا مقرر کی؟

(۱)

مکہ المکرمہ

مختلف مواقع پر عہد عثمانی میں مکہ شریف کے لیے مندرجہ ذیل حاکم دو والی متعین رہے ہیں۔

اول :- خالد بن العاص بن ہشام الخزومی (صحابی)

الانتباہ لہذا قارئین کرام کی خدمت میں معذرت عرض کی جاتی ہے کہ آئندہ کی اجنبیہ عبارات نقل کرنے اور پھر ان کا ترجمہ دینے میں طوالت ہوتی ہے اس وجہ سے بعض مقامات میں صرف اردو میں مطلب ذکر کرنے کے بعد حوالہ بنا دیا گیا ہے۔ تسلی فرمادیں اپنی طرف سے حوالہ کی صحت کی کوشش کی گئی ہے۔ (منہ)

(۱)۔ تاریخ خلیفہ بن خیاط، ج ۱، ص ۱۵۶۔ تحت عمال عثمانی۔

(۲)۔ تجرید اسماء الصحابہ، ج ۱، ص ۱۶۲، للذہبی دائرۃ المعارف، طبع حیدرآباد دکن تحت خالد بن العاص۔

دوم — علی بن عدی بن ربیعہ (صحابی)

(۱)۔ تاریخ خلیفہ بن خیاط، ج ۱، ص ۱۵۶ تحت عمال عثمانی۔

(۲)۔ تجرید اسماء الصحابہ، ص ۴۲۴، ج ۱، للذہبی دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن۔

سوم — عبداللہ بن عمرو المحضری

(۱)۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۴۸ تحت عمال عثمانی ۳۵ھ

(۲)۔ الکامل لابن اثیر، ج ۳، ص ۹۵۔

(۳)۔ کتاب التہذیب والبیان فی مقتل الشہید عثمانؓ ص ۱۵۰، الباب الثامن۔ طبع بیروت۔

(۴)۔ اور صاحب تاریخ یعقوبی (شیعہ) نے ص ۱۷۹ تحت

ایام عثمان طبع بیروت۔ لبنان (بلد ثانی) میں عبداللہ

نذکرہ کا مکہ شریف پر عامل عثمانی درج کیا ہے۔

چہارم — عبداللہ بن الحارث بن نوفل مطلبی ہاشمی ابو محمد (لقب بصرہ)

(۱)۔ طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۱۵ تحت

عبداللہ نذکرہ۔ طبع لیدن۔

(۲) تہذیب التہذیب لابن حجر عسقلانی، ص ۱۸،
جلد ۵۔ تحت عبداللہ بن الحارث۔

—————(۲)—————

المدینۃ المنورۃ

پنجم — جب حضرت عثمانؓ اپنے دورِ خلافت میں حج کو تشریف لے جاتے تو زید بن ثابتؓ (انصاری صحابی) کو مدینہ طیبہ پر اپنا نائب متعین فرما کر جاتے تھے۔

(۱) تاریخ خلیفہ ابن خیاط، ص ۱۵۶، جزء اول

تحت تسمیہ عمال عثمانی و طبع تحت اشرف عراق۔

(۲) اُسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ للبخاری، ج ۲، ص ۲۲۲

تحت زید بن ثابتؓ۔

—————(۳)—————

الطائف

ہشتم — الطائف پر عہد عثمانی میں القاسم بن ربیعہ اشقی والی اور حاکم تھے

(۱) تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۳۸ تحت عمال عثمانی

(۲) الکامل لابن اثیر الجزیری، ج ۳، ص ۶۵۔

تحت اسماء عمال عثمانی۔

(۳) کتاب التہذیب والبیان، ص ۱۵۰۔ الباب

الثامن طبع بیروت۔ لبنان۔

(۴) تاریخ یعقوبی (شعبی)، ج ۲، ص ۱۷۶ تحت ایام عثمانؓ

—————(۴)—————

الصنعا مین

ہفتم — صنعاء کے علاقہ پر یعلیٰ بن منیۃ المیمی صحابی والی و حاکم تھے (جن کو یعلیٰ بن امینہ بھی کہا جاتا ہے)

(۱)۔ الاستیعاب، ج ۳، ص ۶۲۵، تحت یعلیٰ بن امینہ المیمی۔

(۲)۔ الاصابہ، ج ۳، ص ۶۳۰ مع الاستیعاب تحت یعلیٰ بن مذکور

(۳)۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۳۸ تحت اسماء عمال عثمانؓ۔

(۴)۔ الکامل لابن اثیر، ج ۳، ص ۹۵۔ تحت اسماء عمالہ۔

(۵)۔ کتاب التہذیب والبیان فی مقتل الشہید عثمانؓ، ص ۱۵۔ طبع بیروت

(۶)۔ تاریخ یعقوبی (شعبی)، ج ۲، ص ۱۷۶۔ ذکر ایام عثمانؓ۔

—————(۵)—————

الجند (مین)

ہشتم — عہد عثمانی میں جند کے مقام پر عبداللہ بن ابی ربیعہ المخزومی صحابی والی و حاکم تھے۔

(۱) اُسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، ج ۳، ص ۱۵۵۔

تحت عبداللہ بن ربیعہ المذکور، طبع تہران۔

(۲) الاصابہ، ج ۲، ص ۲۹۷ تحت عبداللہ بن ربیعہ

(۳) تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۳۸ تحت اسماء عمال عثمانؓ

(۴) الکامل لابن اثیر، ج ۳، ص ۹۵۔ تحت اسماء عمالہ

(۵) — کتاب التہید والبیان فی مقتل الشہید
عثمانؓ، الباب الثامن، ص ۱۵۰۔ طبع بیروت۔

————— (۶) —————

آذربایجان

نہم — آذربایجان کے حلقے پر اشعث بن قیس کندی (صحابی) دالی و
حاکم تھے۔

(۱) اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، ج ۱، ص ۹۸
تحت الاشعث۔

(۲) — تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۴۸، تحت اسماء
عمال عثمانؓ۔

(۳) — اکمل لابن اثیر الجزیری، ج ۳، ص ۹۵
تحت اسماء عمالہ

(۴) — البدایہ لابن کثیر، ج ۴، ص ۲۲۷۔ تحت
بیعتہ علیؓ بالخلافتہ۔

(۵) — کتاب التہید والبیان، ص ۱۴۹۔ الباب الثامن

————— (۷) —————

حلوان

دہم — اور حلوان کے علاقہ کے لیے عتیبہ بن النہاس حاکم تھے۔

(۱) — تاریخ لابن جریر طبری، ج ۵، ص ۱۴۹۔ تحت
اسماء عمال عثمانؓ۔

(۲) — اکمل لابن اثیر جزیری، ج ۳، ص ۹۵، تحت
اسماء عمال عثمانؓ۔

(۳) — البدایہ لابن کثیر، ج ۴، ص ۲۲۷، تحت
بیعت علیؓ بالخلافتہ۔

(۴) — کتاب التہید والبیان فی مقتل الشہید
عثمانؓ، الباب الثامن، ص ۱۴۹، طبع بیروت لبنان۔

————— (۸) —————

ہمدان

یازدہم — ہمدان پر عہد عثمانی میں نسیز نامی ایک صاحب دالی و حاکم تھے

(۱) — تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۴۹، تحت اسماء عمال عثمانؓ

(۲) — اکمل لابن اثیر، ج ۳، ص ۹۵، تحت اسماء عمال عثمانؓ

(۳) — کتاب التہید والبیان فی مقتل الشہید عثمانؓ،

ص ۱۴۹۔ باب ثامن۔

تنبیہ: حافظ ابن کثیر نے البدایہ، ج ۸، ص ۵۶۹ ذکر جریر بن عبداللہ اسمعیلی
میں لکھا ہے کہ قدکان (رجویں) عاملاً لعثمان علی ہمدان۔

یعنی حضرت عثمانؓ کے لیے ایک مدت تک، ہمدان پر جریر بن عبداللہ اسمعیلی
(صحابی) بھی حاکم و دالی تھے؛

— اور مشہور مؤرخ یعقوبی شیعی نے بھی تاریخ یعقوبی میں ہمدان پر حضرت عثمانؓ
کی طرف سے جریر مذکور کا حاکم و دالی ہونا درج کیا ہے۔

(تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۱۷۶، تحت ایام عثمانؓ و عمال عثمانی)

اصفہان

دوازدہم — اصفہان کے علاقہ پر حضرت عثمانؓ کی جانب سے السائب
ن الاقرع والی تھے۔ (یہ صحابی ہیں)۔

(۱) — تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۴۹ تحت اسماء عمال عثمانؓ

(۲) — الکامل لابن اثیر، ج ۳، ص ۹۵ تحت اسماء عمالہ

(۳) — کتاب التہذیب والبیان فی مقتل الشہید عثمانؓ

الباب الثامن، ص ۱۵۰ طبع بیروت

جرجان

سیزدہم — جرجان کے مقام پر ذوالجوشن الضبابی حاکم تھے۔

کتاب التہذیب والبیان فی مقتل الشہید عثمانؓ

الباب الثامن، ص ۱۵۰ طبع بیروت لبنان

ماسبدان

چہار دہم — علاقہ ماسبدان پر ایک شخص حبیش نامی والی تھے۔

(۱) — تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۴۹ تحت اسماء عمال عثمانؓ

(۲) — الکامل لابن اثیر الجزری، ج ۳، ص ۹۵ تحت اسماء عمالہ

(۳) — کتاب التہذیب والبیان، ص ۱۵۰ الباب الثامن۔

قرقیساہ

پانزدہم — قرقیساہ کے مقام پر بعض اوقات، جریر بن عبداللہ (صحابی)
حاکم و والی تھے۔

(۱) — تاریخ ابن جریر طبری، ص ۱۴۸، جلد ۵ تحت

اسماء عمال عثمانؓ

(۲) — تاریخ ابن اثیر (الکامل) ص ۹۵، ج ۳ تحت اسماء عمالہ

(۳) — تاریخ ابن کثیر (البدایہ) ج ۴، ص ۲۲۷ تحت

بیت علی بالخلافتہ۔

(۴) — کتاب التہذیب والبیان لمحمد بن یحییٰ بن ابی بکر،

ص ۱۴۹۔ باب ہشتم۔

ماہ

شانزدہم — مقام ماہ میں مالک بن حبیب نامی ایک صاحب حاکم تھے۔

(۱) — تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۴۹ تحت اسماء عمال عثمانؓ

(۲) — تاریخ الکامل لابن اثیر ج ۳، ص ۹۵۔

تحت اسماء عمالہ

(۳) — کتاب التہذیب والبیان، ص ۱۴۹۔ الباب الثامن

(۱۴)

الرئی

ہفدہم — رئی کے علاقہ پر عہد عثمانی میں سعید بن قیس حاکم و والی تھے۔

- (۱) تاریخ طبری، ج ۵، ص ۴۹ تحت اسماء اعمال عثمان
(۲) تاریخ الکامل لابن اثیر، ج ۳، ص ۹۵ تحت اسماء اعمال
(۳) کتاب التہذیب والبیان، ص ۱۴۹۔ الباب الثامن

(۱۵)

قوس

ہفدہم — قوس کے مقام پر عثمانی حاکم جلیل بن حیوۃ الکنانی تھے۔

کتاب التہذیب والبیان، ص ۱۵۰، الباب الثامن طبع بیروت

(۱۶)

الموصل

نوزدہم — اور موصل کے علاقہ کے لیے حکیم بن سلانہ والی و حاکم تھے۔

کتاب التہذیب والبیان للمحدث بن یحییٰ بن ابی بکر
الاندلسی، ص ۱۴۹، باب ہشتم

(۱۷)

الصنعاہ (شام)

بستم — صنعاہ کے مقام پر ثمامہ بن عدی دحبابی، حضرت عثمان کی طرف سے

والی و حاکم تھے۔

”... کان رثمامة، امیر العثمان علی صنعاہ“

- (۱) الاستیعاب، مع الاصابہ، ج ۱، ص ۲۰۵
تحت ثمامہ بن عدی
(۲) اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، ص ۲۲۸-۲۲۹
جلد اول تحت ثمامہ بن عدی۔ طبع طهران۔

اغراض کشندگان کی نظروں میں چند مقامات

مشہور مقامات میں سے اب صرف آخری چار مقامات رکوفہ بصرہ۔
شام مصر کے والیوں کا ذکر باقی ہے وہ اب بیان کیا جاتا ہے۔ اور عہدہ کتابت
کا بھی ساتھ ذکر ہو گا۔ معتز بن احباب کی طرف سے یہ مقامات خصوصاً جلتے لغراض
تصویر کیے جاتے ہیں۔ ہم نے ان مقامات کی متعلقہ چیزیں پیش کی ہیں ان پر منصفاً
نظر غائر فرما کر حضرت عثمان کے طریق کار کا جائزہ لیں اور معلوم کریں کہ:
آیا یہ سب کچھ کسی تعصب اور خویش پروری کی بنا پر ہوتا رہا ہے؟ یا مسلمانوں
کی بہتری اور وقتی تقاضوں کی بنا پر کیا جانا رہا ہے؟ چونکہ امیر المؤمنین سیدنا عثمان
کی دیانت داری اور صداقت اور امانت پر جمہور اہل اسلام کو یقین اور اعتماد ہے
اس وجہ سے ان کی کارکردگی اور پالیسی کو کسی شک و شبہ کی نگاہ سے نہیں دیکھا
جاسکتا۔ اب ان مقامات کی متعلقہ اشیاء کو ملاحظہ فرمادیں۔

(۱۸)

الکوفہ

ناظرین کو معلوم ہونا چاہیے کہ خلافت عثمانی کے دور اول اور آخری دور میں

کوفہ پر غیر اموی حاکم و والی تھے۔ درمیان میں دو عدد عثمانی رشتہ دار (ولید بن عقبہ اور سعید بن العاص) والی بناتے گئے۔

کوفہ میں عزل و نصب کے متعلق تھوڑی سی وضاحت لکھی جاتی ہے جو حقیقت واقعہ سمجھنے کے لیے مفید ہوگی۔

— فاروقی خلافت کے آخری ایام میں کوفہ پر مغیرہ بن شعبہ (صحابی) حاکم تھے۔ عہد عثمانی میں یہ تقریباً ایک سال تک والی رہے۔ پھر حضرت عثمان نے انہیں معزول کر کے حضرت سعد بن ابی وقاص کو والی بنایا اور ساتھ یہ فرمایا کہ ان کی یہ معزولی کسی خیانت یا برائی کی وجہ سے نہیں ہے یعنی وقتی مصلحت کے تحت کی گئی ہے۔

تاریخ ابن خلدون جلد ثانی، ص ۹۹۸-۹۹۹۔

طبع بیروت لبنان۔ تحت مقتل عمر و امر الشوری

و بیعت عثمانؓ

— پھر ۲۶ھ میں سعد بن ابی وقاص کو معزول کیا اور ولید بن عقبہ کو حاکم بنایا۔

البدایہ لابن کثیر، ج ۴، ص ۱۵۱ تحت ۲۶ھ

طبع اول مصری

— اس کے بعد ۲۹ھ میں ولید بن عقبہ کو معزول کر دیا اور سعید بن العاص کو والی و حاکم مقرر کیا۔

(۱) تاریخ خلیفہ بن خیاط، ص ۱۳۸۔ جزء اول تحت ۲۹ھ

(۲) تہذیب التہذیب، ص ۱۴۳-۱۴۴، جلد ۱، تحت

ذکر ولید بن عقبہ۔

— کچھ مدت کے بعد اہل کوفہ نے سعید بن العاص کے خلاف شورش

کھڑی کر دی (جیسا کہ عراقیوں کی فطرت ہے) اور سعید کے عزل کا تقاضا کیا تو حضرت عثمان نے ان کے مطالبہ کے پیش نظر ۳۳ھ میں سعید کو معزول کر دیا اور ابو موسیٰ اشعریؓ کو کوفہ کا حاکم مقرر کر دیا۔

پھر ابو موسیٰ حضرت عثمانؓ کی شہادت تک والی و حاکم رہے۔

یہ مضمون مندرجہ ذیل مقامات میں دستیاب ہے ملاحظہ فرمادیں :-

(۱) — تاریخ خلیفہ ابن خیاط، ج ۱، ص ۱۴۵ تحت ۳۳ھ۔

(۲) — تاریخ خلیفہ ابن خیاط، ج ۱، ص ۱۵۴۔ تحت تسمیہ عمال عثمانؓ۔

(۳) — الاصابہ لابن حجر، ج ۲، ص ۳۵۲۔ مع الاستیعاب۔ تحت ذکر

ابی موسیٰ (عبداللہ بن قیس)

(۴) — طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۲۲۔ تحت ذکر سعید بن العاص۔

طبع اول بیروت۔

تنبیہ

شیعہ مؤرخین نے بھی تسلیم کیا ہے کہ عثمانی خلافت کے آخری ایام میں کوفہ کے والی و حاکم ابو موسیٰ اشعریؓ تھے۔

... و علی الکوفۃ اباموسى الاشعریؓ

تاریخ یعقوبی شیعہ، ج ۲، ص ۱۷۶ بحث

عمال عثمانؓ، طبع بیروت لبنان۔

مندرجہ کوائف کی روشنی میں

— یہ بات عیاں ہو رہی ہے کہ کوفہ پر عثمانی خلافت کے دوران

اموی حکام کو ہی مسلط نہیں رکھا گیا بلکہ اول و آخر سالوں میں غیر اموی حضرات

حاکم بنائے گئے تھے صرف درمیانی مدت میں دو عدد اموی اشخاص کو یکے بعد دیگرے اور حاکم بنایا گیا تھا۔

پھر اس مدت میں بھی جب تبدیلی کے لیے حالات متقاضی ہوئے تو حضرت عثمانؓ نے والی کی معزول فرمادی۔ اس موقع پر کسی قسم کی شدت نہیں پیدا ہونے دی۔ معزول کے اسباب جو بھی لوگوں نے کھڑے کر دیئے۔ ان پر حضرت عثمانؓ نے کوئی سختی نہیں فرمائی۔

ولید بن عقبہ پر ان کے مخالفین نے شراب نوشی کا افترا باندھا حضرت عثمانؓ کے پاس اس بابت کی گواہی دے دی۔ تو حضرت عثمانؓ نے ولید پر سد لگائی اور اس کو معزول کر دیا۔ اس واقعہ کے تفصیلی حوالہ جات ہم انشاء اللہ بحث ثانی میں ذکر کریں گے وہاں اس واقعہ کا پس منظر بہت عمدہ طریقہ سے معلوم ہو سکے گا۔

اسی طرح سعید بن العاص کے خلاف شورش پسندوں نے شورش کھڑی کر دی۔ (جسبیا کہ اہل عراق کے طبائع میں عموماً شرف و فساد تھا تو حضرت عثمانؓ نے شر کو فرو کرنے کے لیے سعید کی تبدیلی فرمادی۔

یہ تمام حالات حضرت سیدنا عثمانؓ کی انصاف پسندی، عدل گستری، سلامت روی کی گواہی دیتے ہیں اور حتی المقدور عوام کی بہتری اور پبلک کی رعایت کرنے پر دلالت کرتے ہیں۔

حضرت عثمانؓ پر طعن والزام قائم کرنے والے احباب نے اپنے معترضانہ ذوق کے مطابق ان تمام چیزوں کو تخریب پروری و قبائلی عصبیت کے پلٹے میں ڈال دیا ہے اور قبیلہ پروری کی تاریخ مرتب کرنے کی خاطر زینر بن ابی لہب (رَفِیًّا لِلْعَجَبِ)۔

البصرة

عثمانی خلافت میں بصرہ کے حاکم پہلے ابو موسیٰ الاشعری تھے (جن کا نام عبداللہ بن قیس ہے)۔ پھر ۳۷ھ میں قریباً پانچ سال کے بعد (ذوقی تقاضوں کی بنا پر) ان کو معزول کیا گیا۔ ان کی جگہ عبداللہ بن عامر کو حضرت عثمانؓ نے حاکم اور والی بنایا۔

..... و وثی ابن عامر البصرة سنة تسع وعشرين ۴

(۱) تاریخ خلیفہ بن خیاط، ج ۱، ص ۱۰۸۔ تحت

تسمیة عمال عثمانؓ۔

..... واستعمله عثمان رضی اللہ عنہ علی البصرة سنة

تسع وعشرين بعد ابی موسیٰ۔ الخ

(۲)۔ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، ص ۱۱۹، ج ۳۔

تحت ذکر عبداللہ بن عامر بن کریرہ

اس معزول و تبدیلی کو معترضین حضرات نے خدا جاننے کیا کچھ رنگ دے دیا ہے یہ حالانکہ ان حضرات کے درمیان اس موقع پر قیوم کی کشیدگی اور رنجیدگی نہیں پیدا ہوئی۔ اس چیز پر مندرجہ ذیل اشیاء بطور شہادت پیش کی جاتی ہیں ان میں غور فرمادیں۔

(۱)

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو جب معزول کیا گیا اور عبداللہ بن عامر حاکم مقرر ہوا کہ بصرہ پہنچے تو اس وقت لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے حضرت ابو موسیٰؓ نے

عبداللہ بن عامر کے حق میں کلام فرمایا وہ قابلِ شنید ہے اور طعن کرنے والے ارباب کے لیے لائقِ عبرت ہے۔

— حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے فرمایا کہ:

”... قد اتاكم فتى من قریش كريم الاممات والعمات
والخالات يقوم بالمال فيكم هكذا وهكذا... الخ

(۱) نسب قریش لمصعب الزبیری، ص ۱۴۷-۱۴۸

تحت حالات عامر بن کرینز۔

(۲) سیر اعلام النبلاء للذہبی، ص ۱۳، ج ۳-

تحت عبداللہ بن عامر

(۳) تاریخ خلیفہ بن خیاط، ج ۱، ص ۱۳۶ تحت ۲۹

یعنی قریش میں سے ایسے باعزت جوان آپ کے پاس پہنچے ہیں جن کی مائیں پھوپھیاں، خالائیں، شریف اور سخی ہیں۔ اور اس طرح اس طرح تم کو مال دیں گے (یعنی خوب سخاوت کریں گے)۔

(۲)

— اور اس موقع پر عبداللہ بن عامر نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے ان کا احترام و اکرام ملحوظ رکھتے ہوئے ایسی گفتگو کی جو ان کے انلاص و صفائی معاملات پر دلالت کرنے کے ساتھ ساتھ باہمی عدم تکدر و عدم مناقشتہ کا واضح ثبوت ہے۔

”... فاتا ا ابن عامر فقال يا ابا موسى ما احد من بني اخيك اعترف بفتلك مني انت امير البلد ان اقلت والموصول ان رحلت قال جزاك الله يا ابن اخي خيراً ثم ارتحل الى الكوفة“

(طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۳۲ تحت عبداللہ

بن عامر بن کرینز طبع اول لیدن -

”یعنی عبداللہ بن عامر نے عرض کیا کہ اے ابو موسیٰ آپ کے بھتیجوں میں سے

آپ کے فضل و شرف کو مجھ سے زیادہ پہچاننے والا کوئی نہیں۔ اگر آپ یہاں رہیں تو میں قیام فرماؤں تو آپ کی حیثیت امیر شہر کی ہوگی اور اگر یہاں سے (دوسری جگہ) منتقل ہو جائیں تو بھی آپ کے ساتھ تعلق اور ارتباط قائم ہے۔

حضرت ابو موسیٰ نے (جو اباً) فرمایا اے برادر زادے! اللہ تجھے جزائے خیر عطا فرمائے، اس کے بعد وہ کوفہ کی طرف منتقل ہو گئے۔“

(۳)

نیز یہ بات بھی قابلِ لحاظ ہے کہ بصرہ سے یہ ان کی تبدیلی رضا مندی کے ساتھ ہوئی تھی۔ اس میں کسی جبر و اکراہ یا ناخوشگوارگی کو دخل نہیں تھا در نہ دوسری بار ابو موسیٰ اشعریؓ کو فہ میں والی بننا قبول نہ فرماتے۔

ان واقعات نے مسئلہ صاف کر دیا کہ منصب ہذا کی تبدیلی آپس میں باعزت طریقہ سے ہوئی تھی۔ کسی قسم کی باہم کشیدگی اور پریشانی نہیں پیش آئی تھی۔

— گروہ بندی اور عصبیت کی تاریخ سازی کرنے والے حضرات کو اللہ ہدایت بخشے جنہوں نے اصل واقعات کو الٹ پلٹ کر مسئلہ کی تصویر کارٹن ہی بدل ڈالا۔ یہ ان بزرگوں کا اپنا فقی کمال ہے۔ ورنہ حقیقت میں حضرت عثمانؓ کے پیش نظر قبائلی عصبیت بالکل نہ تھی۔

(۲۰)

الشام

عہد نبوی | امیر معاویہ کے متعلق اتنی وضاحت ضروری ہے کہ امیر معاویہ کا

کاتبہ نبوی ہونا تو مسلمات میں سے ہے۔ اس کے علاوہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک عہد میں بعض اوقات امیر معاویہ کو ہمدہ ومنسب عطا فرمایا۔ جب وائل بن حجر اسلام لاتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک قطعہ ارضی عطا فرمانے کا ارادہ کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر معاویہ کو ارشاد فرمایا کہ ان کے ساتھ جا کر وہاں سے ایک حلقہ زمین ان کے لیے متعین کر کے ان کو دے دیں۔ اہل علم کی تسلی کے لیے حوالہ کی اصلی عبارت ذکر کی جاتی ہے۔ وائل خود کہتے ہیں کہ:

”..... فبعث رسول الله صلعم، معي معاوية بن ابي سفيان قال وامرء ان يعطيني ارضاً فیدفعها الی“

(تاریخ کبیر بخاری، ص ۱۰۵-۱۰۶، ج ۴، ص ۴۱۱)

تحت وائل بن حجر،

اور اسد الغابہ و اصباہ میں بھی یہ مضمون موجود ہے۔

”..... واقطعه ارضاً وارسل معه معاوية بن ابي سفيان وقال اعطها ايتاه“

(اسد الغابہ، ج ۵، ص ۸۱، تحت وائل بن حجر۔

طبع طهران)

والاصباہ، ج ۳، ص ۵۹۲، معہ استیعاب

ذکر وائل بن حجر)

عہد صدیقی | صدیق اکبر کی خلافت میں بھی امیر معاویہ کو ایک باعزت منصب حضرت صدیق ثانی نے عنایت فرمایا۔

علاقہ شام میں امیر معاویہ کے بڑے برادر یزید بن ابی سفيان فتوح اسلام

کے سلسلہ میں گتے ہوتے تھے ان کی معاونت کے طور پر وہاں ایک مدادی جماعت بھجنے کی ضرورت پیش آئی تو حضرت صدیق اکبر نے شام کی طرف ایک جماعت روانہ کی اور اس جماعت پر امیر معاویہ کو امیر بنا کر نخست فرمایا۔

عبارت ہذا میں یہ مضمون ملاحظہ فرمائیں:-

..... واجتمع الی ابی بکر اناس فامرو علیہم معاوية

وامرء بالحق بیزید فخرج معاوية حتی لحق بیزید... الخ

(۱) — تاریخ الطبری، ج ۴، ص ۳۰، تحت ۳۱۳ھ

(۲) — البدایہ لابن کثیر، ج ۴، ص ۶، تحت ۳۱۳ھ

عہد فاروقی | عہد فاروقی میں شام کے علاقہ میں یزید بن ابی سفيان فوت ہو گئے۔ یہ ۳۱۳ یا ۳۱۸ھ میں طاعون عمواس کا موقعہ ہے۔

تو ان کے قائم مقام امیر معاویہ کو حضرت فاروق اعظم نے اس حلقہ کا امیر متعین فرمایا۔

پھر حضرت عثمان نے بھی اپنے دور خلافت میں شام کے علاقہ کا حاکم امیر معاویہ کو ہی برقرار رکھا۔

ذیل میں یہ مضمون درج ہے تسلی فرمائیں۔

”... ثم جمع عمر الشام كلها معاوية واقده عثمان“

(۱) — سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۳، ص ۸۸،

تحت معاویہ بن ابی سفيان۔

(۲) — الاصابہ لابن حجر، ص ۴۱۲، ج ۳، تحت

معاویہ بن ابی سفيان۔

(۳) — تاریخ خلیف بن خیاط، ج ۱، ص ۵۷، تحت تسبیح

عمال عثمان۔

(۴) — تہذیب الاسماء واللغات للنووی، ج ۲، ص ۱۰۳

تحت معاویہ بن ابی سفیان -

عہد عثمانی | مندرجات بالا کے ذریعہ واضح ہوا کہ حضرت عثمانؓ نے امیر معاویہؓ کو کوئی جدید حاکم نہیں مقرر کیا بلکہ سابق خلفاء کے مقرر شدہ حاکم کو علاقہ شام کے لیے برقرار رکھا۔

امیر معاویہؓ اپنی طبعی صلاحیتوں کی بنا پر اپنے فرائض واجبی کو عمدہ طریقہ سے سرانجام دیتے تھے۔ حکمرانی کا سلیقہ تھا اور عوام کے مسائل حل کرنے میں کوئی خامی نہیں پھوڑتے تھے اور نہ ہی رعایا کی طرف سے کوئی ناص تشکایت پیش آتی تھی۔

ان حالات کے تحت اگر مزید علاقے مغتوبہ ان کی تجمیل میں دے دیئے گئے تو اس سے فتنے و فسادات کھڑے ہونے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جس آدمی کی شخصیت کے ساتھ فساد ہو تو اس کے متعلق قدم قدم پر اعتراضات قائم کیے جا سکتے ہیں۔

— اگر وہی تعصب سے الگ ہو کر اگر انصاف سے کام لیا جاتے تو اس مقام میں حضرت امیر معاویہؓ کا ایک اپنا بیان کافی و شافی ہے۔ وہ بھی ہم ناظرین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

حضرت امیر معاویہؓ | ... ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان
کا اپنا بیان | معصوماً فولانی فادخلنی امرہ ثم استخلف
ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فولانی ثم استخلف عمر فولانی
ثم استخلف عثمان فولانی فلہ اللاحد منہم ولم یولنی
الا وھو راضی عنی“

تاریخ ابن جریر الطبری، ج ۵، ص ۸۷، تحت

۳۳ھ۔ ذکر تسیر من سیر من اہل الکوفۃ ایہا

یعنی امیر معاویہؓ کو فہ کی ایک جماعت کو خطاب کر رہے تھے، فرماتے ہیں کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم معصوم تھے انہوں نے مجھے حاکم اور والی بنایا اور اپنے کام میں داخل کیا۔

پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے، انہوں نے بھی مجھے حاکم بنایا ان کے بعد عمرؓ خلیفہ ہوتے انہوں نے بھی مجھے والی مقرر کیا حضرت عمرؓ کے بعد عثمانؓ خلیفہ ہوتے تو انہوں نے بھی مجھے حاکم بنایا پس میں ان میں سے جس کے لیے والی بنا اور جس نے بھی مجھے والی بنایا وہ سب مجھ سے راضی رہے (کسی کو تشکایت نہیں ہوئی)۔“

خلاصہ یہ ہے کہ

(۱) — امیر معاویہؓ کے حق میں جو سنت نبوی تھی حضرت عثمانؓ نے اس کے موافق عمل درآمد کیا۔

(۲) — اسی طرح صدیقی و فاروقی دور کا جو طریق کار امیر معاویہؓ کے لیے آ رہا تھا، حضرت عثمانؓ نے اسی کو جاری رکھا۔ کوئی جدید طرز عمل نہیں اختیار کیا۔

(۳) — ان کے عوام کی طرف سے امیر کی تبدیلی کا کوئی تقاضا سامنے نہیں آیا تھا جس کی وجہ سے ان کو بدل دیا جاتا۔

اندریں حالات سیدنا عثمانؓ کے حق میں امیر معاویہؓ کو حاکم شام رکھنے پر گروہی تعصب اور قبائلی عصبیت کا پروپیگنڈا کرنا نہایت نا انصافی ہے اور حقیقت واقعہ کے بالکل خلاف ہے۔

مصر

خلافتِ عثمانی میں حضرت عمرو بن العاص مصر کے حاکم اور والی تھے۔ وقتی نقاضوں کے موافق عثمانی دور کے سال چہارم میں یعنی ۲۷ھ میں ان کو مغزول کیا گیا۔ ان کی جگہ پر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو متعین کیا گیا۔ یہ حضرت عثمان کے رضاعی برادر تھے۔ یعنی حضرت عثمان نے عبداللہ کی ماں کا دودھ پیا تھا۔

(ملاحظہ ہو:۔ اسد الغابہ، ج ۳، ص ۱۷۳۔ تحت عبداللہ

بن سعد بن ابی سرح)

— عبداللہ بن سعد مذکور بنی امیہ سے نہیں ہیں بلکہ بنی عامر سے تھے۔ حضرت عثمان کے ساتھ ان کا رضاعی برادر ہونا ہی ان کا جرم تجویز کر لیا گیا ہے۔
— منصب کی یہ تبدیلی بھی کسی تعصب یا قبیلہ پرستی کی بنا پر نہیں کی گئی تھی حضرت عثمان کے سامنے قبائلی عصبیت وغیرہ کے نظریات بالکل نہ تھے، بلکہ اس موقع کی مصالح اور ضرورتوں کے تحت، یہ تبادلے کیے جاتے تھے۔
اس چیز پر مندرجہ ذیل واقعات ہم ناظرین کے سامنے رکھتے ہیں۔ ان میں غور کرنے سے یہ مسئلہ صاف ہو جائے گا۔

اول — خلیفہ بن خیاط نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ

— وفيها (سک ۲۷ھ) عزل عثمان بن عفان عمرو بن العاص

عن مصر وولاهما عبد الله بن سعد بن ابي سرح فغزا ابن

ابي سرح افریقیة ومعها العبادلة عبد الله بن عمرو عبد الله

بن عمرو، عبد الله بن الزبير الخ

یعنی ۲۷ھ میں عمرو بن العاص کو حضرت عثمان نے مصر سے مغزول کیا اور عبداللہ بن سعد کو والی بنایا تو عبداللہ نے اسی سال افریقہ کی جنگ کی مہم شروع کی۔ اس جنگ کی مہم میں عبداللہ بن عمر اور عمرو بن العاص کے اڑنے عبداللہ اور ابن زبیر وغیرہم اس کے ساتھ شریک جنگ ہوئے۔

(۱) تاریخ خلیفہ بن خیاط، ج ۱، ص ۱۳۴۔

تحت ۲۷ھ۔

(۲) تاریخ خلیفہ بن خیاط، ج ۱، ص ۱۵۷۔

تحت تسمیة عمال عثمان۔

(۳) فتوح البلدان بلاذری، ص ۲۳۴۔ تحت

عنوان فتح افریقہ۔

(۴) تاریخ ابن خلدون، ج ۲، ص ۱۰۳۔ جلد ثانی

تحت عنوان ولایة عبد اللہ بن ابی سرح علی

مصر وفتح افریقہ۔ طبع بیروت

دوم — اس کے بعد دوسرا واقعہ (سک ۳۷ھ) کا ہے وہ بھی ملاحظہ فرمادیں۔

— خلافتِ عثمانی میں خراسان و طبرستان وغیرہ علاقوں کی فتوحات کے

لیے ایک زبردست فوج تیار کی گئی۔ امیر لشکر سعید بن العاص اموی تھے۔ بڑے

بڑے اکابرین اُمت اور صحابہ کرام اس مہم میں شریک ہوئے۔ ان حضرات میں

عبداللہ بن عمرو بن العاص بھی تھے اور وہ اس کار خیر میں بخوشی شریک ہوئے تھے۔

اہل علم کی تسلی کے لیے طبری کی عبارت بلفظہ درج کی جاتی ہے اور باقی مؤرخین

کا صرف حوالہ کتاب دے دیا ہے۔

... عن حنش بن مالك قال غزا سعيد بن العاص من

الکوفة سنة ۳۰ ھ یرید خراسان ومعہ حدیفة بن الیمان وناس من اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم ومعہ الحسن والحسین وعبد الله بن عباس وعبد الله بن عمرو وعبد الله بن عمرو بن العاص وعبد الله بن الزبیر والم (۱) — تاریخ للبطری، ج ۵، ص ۵۷ — ذکر الخیر عنہ عن غزو سعید بن العاص طبرستان -

(۲) — الکامل لابن اثیر، ج ۳، ص ۵۴ — ذکر غزوہ طبرستان

(۳) — البدایہ لابن کثیر، ج ۷، ص ۱۵۴ — تحت سنہ ۲۰

(۴) — تاریخ ابن خلدون، ج ۲، ص ۱۰۸ — تحت

غزوہ طبرستان - طبع بیروت -

— اگر عمرو بن العاص کی مغزولی منعصبانہ اور قابل اعتراض تھی تو اس دور کے اکابر صحابہ کرام کو اولاً ہی پہنچتا تھا کہ اس کے خلاف عملاً احتجاج کرتے اگر خلیفہ اسلام اپنی قبیلہ پرستی سے باز نہ آتے تو ان کے اہم کاموں میں شریک کار ہونا ان کے دیتے یہاں معاملہ برعکس ہے کہ خود عمرو بن العاص کے صاحبزادے عبداللہ بن عمرو بن العاص اسی سال (۲۰ھ) میں افریقیہ کی مہم میں باقی اکابرین کے ساتھ شریک جہاد ہوتے۔ اور عنان تم سے دوسروں کی طرح حصہ رسدی حاصل کیا۔ اور دوسرے کسی بزرگ نے بھی یہ اعتراض نہیں کھڑا کیا۔

— پھر سنہ ۲۰ھ میں بھی غزوہ طبرستان وغیرہ میں ہی صاحبزادے دیگر بزرگوں کی طرح شریک جنگ ہوتے اور ان مہموں میں پوری طرح حصہ لیا۔

مختصر یہ ہے کہ ان واقعات کے ذریعہ معلوم ہو گیا کہ عبداللہ بن عمرو بن العاص کے والد (عمرو بن العاص) کو ان کے منصب سے کسی گروہ بندی اور

عصبیت کی وجہ سے الگ نہیں کیا گیا تھا بلکہ وقتی مصلحت اور ملی ضرورت کے تحت یہ معاملہ پیش آیا تھا۔

اکابر صحابہ کرام کے تعامل سے یہ مسئلہ صاف اور بے غبار ہے۔
اعتراض کنندگان کی کج بحثی کا کوئی علاج نہیں۔ مالک کریم سب مسلمانوں کو تمام صحابہ کرام کے حق میں حسن ظنی کی توفیق عطا فرمائے۔ اور مغرض احباب کو ہدایت بخشنے۔

کاتب کا منصب

تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت عثمان کے لیے مروان بن الحکم کاتب تھا۔

رتاریخ خلیفہ بن خیاط، ج ۱، ص ۵۷، تحت عمال عثمانی،
طبع عراق، -

حکومت کے عہدوں میں اس دور کے اعتبار سے کاتب کا صحیح مفہوم "نشی" اور "محرر دفتر" ہے۔ معتزین حضرات نے اس چھوٹے سے عہدہ کے مفہوم کو من مانی تشریحات کا جامہ پہنا کر کہیں سے کہیں پہنچا دیا۔ پوری سلطنت عثمانی کا سیکرٹری تجویز فرما کر تمام ملک کے دروہت پر مسلط فرما دیا۔
اعتراض کنندگان کے بابرکت قلم کا یہ ادنیٰ گوشہ ہے اور ان کے فن خطابت کا یہ کمال ہے ورنہ اس دور میں کہاں نشی و محرر کا مقام اور کہاں تمام ملک پر مسلط سیکرٹری کا منصب؟

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے
ع
(۱) اس سلسلہ میں ناظرین کے علم میں یہ بات ہونی چاہیے کہ مروان بن الحکم عثمانی

میں ہمیشہ کاتب (یعنی منشی یا محرر) کے عہدہ پر نہیں تھا۔ بلکہ ایک زمانہ تو اس کو
البحرین کے علاقہ پر حاکم و والی بنا یا گیا۔

خلیفہ بن خیاط نے اس مسئلہ کو بالفاظ ذیل درج کیا ہے :
”.... ومن وولاتہ عیدہا مروان بن الحکم“

(تاریخ خلیفہ بن خیاط، ص ۱۵۵، جزء اول
تحت تسمیۃ عمال عثمانی)

”یعنی حضرت عثمانؓ کے دور میں جو لوگ بحرین کے علاقہ کے لیے
والی و حاکم بنائے گئے ان میں مروان بن حکم بھی ہے“

(۲) دوسری یہ چیز ہے کہ بعض اوقات مروان نے اسلامی جنگوں میں شرکت کی
ہے۔ چنانچہ بلاذری نے غزوہ افریقیہ کے واقعات کے تحت نقل کیا ہے
عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نے جنگ افریقیہ کے لیے تیاری کی تو اس
کی امداد کے لیے ایک عظیم جماعت مدینہ طیبہ سے حضرت عثمانؓ نے روانہ
کی۔ ان لوگوں میں معبد بن العباس بن عبدالمطلب ہاشمی مروان بن الحکم
اموی۔۔۔ عبداللہ بن زبیر، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عمرو بن العاص
وغیر ہم بہت سے حضرات تھے۔

”.... و امداد بحیش عظیم فیہ معبد بن العباس بن

عبدالمطلب و مروان بن الحکم بن ابی العاص... الخ

(فتوح البلدان احمد بن یحییٰ بلاذری، ص ۲۳۴۔

تحت عنوان فتح افریقیہ طبع مصری)

— اسی طرح ابن عذاری المرکشی نے اپنی کتاب ”البيان المغرب فی اخبار

المغرب“ کی ابتدا میں درج کیا ہے کہ فتح افریقیہ کے لیے جو مسلمانوں کا لشکر گیا

تھا اس میں مروان بن الحکم موجود تھا اور شریک لشکر تھا۔
”.... خرج جيش المسلمين الى فتح افریقية وفي الجيش

مروان بن الحکم“

(کتاب البیان المغرب فی اخبار المغرب، ص ۳۰ تحت

ذکر فتح افریقیہ طبع بیروت)

ان تاریخی واقعات کے ذریعہ معلوم ہو گیا کہ مروان بن الحکم، عہد عثمانی
میں ہمیشہ ”کاتب“ بھی نہیں رہا ہے چہ جائیکہ تمام سلطنت عثمانیہ پر سیکرٹری
جنرل کی حیثیت سے قابض رہا ہو۔

— اس کے بعد یہ گزارش بھی قابل توجہ ہے کہ:

— جو شخص بھی خلیفۃ المسلمین کا کاتب و محرر مقرر ہو وہ سلطنت اسلامی

کا سیکرٹری بن جاتا ہے، یہ کوئی اصول ریاست میں سے نہیں ہے۔

اس مسئلہ کو حل کرنے کے لیے مندرجہ ذیل واقعات سامنے رکھیں اور

تدبر فرمادیں۔

(۱) — مثلاً حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ کے عہد میں حضرت عثمانؓ بن عفان

ان کے کاتب و منشی تھے۔

”.... وكان عثمان بن عفان كاتباً لابى بكر الصديق“ الخ

(کتاب الحجر لابى جعفر البغدادی، ص ۳۷۷

تحت اسماء اشرف الکتاب طبع دکن)

(۲) — اور فاروق اعظمؓ کے عہد میں زید بن ثابت انصاریؓ کا کاتب و

محرر تھے اور ایک شخص معقیب بھی کاتب تھے۔

”و کاتب عمر زید بن ثابت وقد کتب له معقیب“ الخ

ذبايرخ خليفه بن خياط، ص ۱۳۰، الجزء الاول، طبع عراق -
تحت تسميته عمال عمر بن الخطاب ككتابة وحاجبه وخازنه الخ
مطلب یہ ہے کہ ان خلفاء حضرات کے کاتبوں اور منشیوں کو کوئی بھی
سلطنت کا سیکرٹری نہیں تصور کرتا تو حضرت عثمانؓ کے محرر و منشی کے متعلق ملک
بھر کا سیکرٹری بنانے کی کیوں تکلیف فرمائی جا رہی ہے؟

تنبیہ

”الکاتب“ کے منصب کے ضمن میں ایک تاریخی اصطلاح ”کولخونارطنا
ضروری ہے وہ یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور کے بہت بعد عباسی
خلفاء وغیرہ کے ایام میں خلیفہ کے ہاں ایک منصب ”الکاتب“ کے نام سے
موسوم کیا جاتا تھا۔ علم و ادب میں فائق اور حالات حاضرہ سے باخبر شخصیت کو
اس کے لیے منتخب کیا جاتا تھا۔

وہ خلیفہ کے لیے علمی، ادبی، خطابی ضروریات کو پورا کرتا تھا۔ تحریر و تقریر
کے مقاصد حکومت اس کے ذریعہ مکمل کرتی تھی۔ اس منصب کے عہدہ دار کو
حاکمانہ تصرفات اور اختیارات حکومت سے کچھ تعلق نہ ہوتا تھا۔

— ایسے مخصوص منصب ”الکاتب“ کا عثمانی ایام خلافت میں سرے سے
کوئی وجود نہیں تھا۔ خلافت راشدہ کے دور میں جو ”کاتب“ خلیفہ کے لیے کام
کرتے تھے ان کی حیثیت ہم نے صدیقی و فاروقی دور کے کاتبوں میں اوپر عرض
کر دی ہے اس سے زیادہ کچھ نہ تھی یہی حیثیت حضرت عثمانؓ کے سامنے
مروان کی تھی۔

معرض اجاب زب ”مشاکلہ لفظی“، یعنی الکاتب کے لفظ کے ذریعہ فریب

دینے کی سعی کی ہے اور عثمانی دور کے منشی و محرر کے منصب کو تمام ملک کے چیف
سیکرٹری کے نام سے تعبیر کر دیا ہے اور عثمانی خلافت کے تمام اختیارات اس
کے ہاتھ میں دکھلانے کی تجویز کی ہے جو بائبل خلافت واقعہ ہے اور سر اسر فریب ہی
ہے۔

انصاف پسند حضرات سے امید ہے کہ ان معروضات کے بعد ”منصب ہذا“
کے مسئلہ کو خود حل فرما سکیں گے۔

— مروان بن الحکم کے متعلق بعض اشیاء بحدت ثانی میں رجوع نہ نکلے، مرجع
ہونگی۔ تھوڑے سے انتظار کی تکلیف فرمادیں۔

عزل و نصب کے معاملہ میں امام بخاریؒ کی ایک روایت

اس مسئلہ کی بحث اول کا یہ آخری حصہ ہے۔ امید سے زیادہ طوالت ہو
گئی ہے تاہم مندرجہ ذیل روایت کا اندراج عزل و نصب کی بحث میں مفید
سمجھ کر کیا جاتا ہے۔

امام بخاریؒ نے ”تاریخ صغیر“ میں باسند روایت نقل کی ہے:

— حد ثنا جبریل بن جہیم الغری قال انا شاهد

الامر کلہ قال عثمان لیقیم اهل کل مصر کرہوا صاحبہم حتی

اعزلہ عنہم واستعمل الذی یحبون فقال اهل البصرۃ

رضینا بعبد اللہ بن عامر فاقرہ وقال اهل الکوفۃ

اعزل عنا سعید بن العاص واستعمل ابا موسیٰ ففعل

وقال اهل الشام قد رضينا بمعاقبة فاقرة وقال اهل
مصراعزل عنا ابن ابى سرح واستعمل علينا عمرو بن
العاص ففعل“

(تاریخ صغیر امام بخاری، ص ۴۴، ۴۵۔ طبع الہ آباد ہند)
”یعنی (ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ) حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ جن
مقامات کے لوگ اپنے حاکم کو ناپسند کرتے ہوں وہ کھڑے ہو جائیں
یہں (ان کے تقاضے کی بنا پر) ان کے حاکم اور والی کو معزول کر دوں گا اور
جس شخص کو وہ پسند کرتے ہوں اس کو عامل و حاکم بنا دوں گا۔ اس
اعلان کے بعد)

(۱) — اہل بصرہ نے کہا کہ عبداللہ بن عامر پر ہم راضی ہیں۔ یہ ہمیں منظور ہے
تو ان کے لیے ابن عامر کو برقرار رکھا۔

(۲) — اور کوفہ والوں نے کہا ہمارے ہاں سے سعید بن العاص کو معزول کر
دیجیے اور ابو موسیٰ اشعریؓ کو حاکم بنا دیجیے۔ حضرت عثمانؓ نے اسی طرح
کر دیا۔

(۳) — اہل شام نے کہا کہ ہم امیر معاویہؓ کی حکومت پر راضی ہیں تو حضرت
عثمانؓ نے شام کے علاقہ کے لیے انہیں برقرار رکھا۔

(۴) — اہل مصر نے کہا کہ ہمارے ہاں سے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو معزول
کر کے عمرو بن العاص کو عامل و والی بنا دیجیے۔ حضرت عثمانؓ نے اسی طرح
کر دیا۔

— اس روایت کے اعتبار سے سیدنا امیر المؤمنین عثمانؓ کا کردار اس معاملہ
میں نہایت بے داغ نظر آتا ہے۔ حضرت عثمانؓ نے کامل دیانتداری کے ساتھ

عوام کے احساسات اور مفادات کو پوری طرح ملحوظ رکھا کسی قسم کی جانبداری اور
قبیلہ پرستی سامنے نہیں رکھی۔

اس روایت نے بڑے بڑے الجھاؤ صاف کر دیئے ہیں اور اس نوعیت
کی بیشتر داستانیں ختم کر کے رکھ دی ہیں۔
معتبر زمین حضرات اگر تعصب دور فرما کر انصاف پسندی اور خدا نونی سے
کام لیں تو مسئلہ صاف ہو چکا ہے۔ اس میں کوئی خفا باقی نہیں رہا۔

تنبیہ

امام بخاریؒ کی مندرجہ روایت سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ مردان بن حکم کی
بے اعتدالیوں کی داستانیں اور اس کے ملکی تسلط کے قصے جو سناتے جاتے ہیں وہ
بیشتر بے اصل اور لغو ہیں اگر ان میں اصلیت ہوتی تو اس دور کے مسلمانوں نے
حضرت عثمانؓ کے سامنے جہاں عزل و نصب کے دیگر مسائل پیش کیے تھے وہاں
مردان کے انک کاروانے کا مسئلہ بھی ضرور پیش کرتے اور اس کو برطرف کروا
دیتے۔ حضرت عثمانؓ کی طرف سے تو اس نوعیت کے مسائل حل کرانے کی
پیش کش ہوئی تھی اور حاضرین پھر بھی مردان کے حق میں خاموش رہے سچ ہے کہ
”السکوت فی معرض الحاجة الی البیان بیان“

(اصول البرہدوی، ص ۱۶۰، باب تقسیم الراوی
طبع نور محمد، کراچی)

اختتام بحث اول

اس بحث کے اول سے لے کر آخر تک مناسب ختمانی اور ان کے ختام کی ایک

تفصیل دے دی گئی ہے۔ ان میں اموی وغیر اموی کا حساب لگانا اور اقربا و غیر اقربا کا شمار کرنا ناظرین کرام کے لیے بڑی سہولت سے ہو سکتا ہے۔ عہد عثمانی کی تمام سلطنت پر تدبیر سے نظر ڈال کر تناسب خود لگائیں اور موازنہ قائم کریں کہ کس قدر بنو امیہ کو مسلط کر دیا گیا اور کتنی تعداد باقی قبائل کے حکام کی تھی؟

کیا حضرت عثمانؓ نے اپنے دور میں جانب دارانہ سلوک روا رکھا تھا؟ اور اپنے قبیلہ کے افراد کو تمام سلطنت عثمانی پر قابض بنا دیا تھا؟ ہم نے تاریخی مواد قلیل سی سعی کر کے بحوالہ کتب آپ حضرات کے سامنے رکھ دیا ہے نتیجہ پر پہنچنا اب قارئین حضرات کے لیے کچھ مشکل نہیں ہے۔ مختصر یہ ہے کہ اتنی عظیم وسیع سلطنت میں صرف چار پانچ آدمی رشتہ دار حاکم بناتے گئے اور ان میں سے بھی بعض حسب ضرورت اڈلتے بدلتے رہے۔ کیا اسی کا نام ہے ”حکومت کے تمام اختیارات ایک خاندان کے لیے جمع کر دیتے گئے؟ انصاف فرمادیں۔“

— اس کے بعد اب دوسری بحث شروع ہوگی اس میں ان حضرات کی لیاقت اور صلاحیت و کردار کا مسئلہ سامنے رکھا جائے گا۔ اور ان کی دینی، ملی خدمات کا ذکر کیا جائے گا۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

بحث ثانی

یہاں اس اعتراض کا جواب پیش کرنا مناسب ہے جس میں معترض دوستوں نے لکھا ہے کہ:

«فانتہ ولی امور المسلمین من لایصلح للولایۃ حتیٰ

ظہر من بعضهم الفسوق و من بعضهم الخیانة... الخ

«منہاج الکرامۃ فی معرفۃ الامانۃ لابن المقہر

الحلی الامامی الشیعی بحث مطاعن عثمانی ص ۶۶

مطبوعہ در آخر جلد رابع از منہاج السنہ (طبع لاہور)

«یعنی عثمانؓ نے مسلمانوں کے تمام امور کا ایسے کارندوں کو حاکم

بنا دیا جو لوگ حکومت کرنے کی صلاحیت اور لیاقت نہیں رکھتے

تھے حتیٰ کہ ان میں سے بعض افراد سے فسق و فجور ظاہر ہوا اور بعضوں

سے خیانتیں صادر ہوئیں وغیرہ وغیرہ»

— حضرت عثمانؓ کے اقربا میں سے یہ وہی اشخاص ہیں جن کا بحث

اول میں ذکر ہو چکا ہے یعنی ولید بن عقبہ، سعید بن العاص، عبد اللہ بن عامر

بن کریر، امیر معاویہ بن ابی سفیان، عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح، مروان بن

الحکم۔

ان حضرات پر یہ طعن ہے کہ ان لوگوں کو حضرت عثمانؓ نے حکومت کی

ذمہ داریاں سپرد کیں حالانکہ یہ لوگ حکومت کی اہلیت و صلاحیت نہیں رکھتے

تھے بلکہ فاسق و فاجر تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کی حکومت کو نقصان پہنچایا۔ ان کی وجہ سے دین کا سنٹرل ہوا، اسلام کی بربادی ہوئی اور ان کو مناسب ملنے کی وجہ سے جاہلی تعصب اور قبائلی دھڑے بندی اس دور میں پھر عود کر آئی اور یہ چیز قتلِ عثمانی پر نتیجہ ہوئی۔

اس مسئلہ کے جواب کے لیے پہلے چند تمہیدات پیش نظر رکھیں اس کے بعد مندرجہ بالا افراد میں سے ہر ایک کی پوزیشن الگ الگ ملاحظہ فرمادیں۔ اس طریقہ سے معلوم ہو سکے گا کہ کس قسم کے لوگ تھے؟ ان کا کردار کیا تھا؟ ان کے سبب سے ملتِ اسلامیہ کو فائدہ ہوا یا نہ ہوا؟ اسلام کی انہوں نے کتنی خدمات سر انجام دیں۔ اور یہ لوگ اسلامی سلطنت کے حق میں اہلِ ثنابت ہوتے یا نااہل؟ کیا ان لوگوں کی وجہ سے کوئی قبائلی عصبیت لوٹ آئی تھی؟ یا صرف پروپیگنڈا ہے؟

تمہیدات

(۱)

معصیت اور خطا سے معصوم ہونا انبیاء علیہم السلام کی صفت ہے۔ مندرجہ حضرات خطا سے بترانہ تھے۔ نہ فرشتوں کی طرح گناہوں سے محفوظ تھے۔ انسان تھے اور انسان سے خطا سرزد ہونا کچھ بعید نہیں۔

(۲)

اعراض پیدا کرنے والے اجاب نے ان لوگوں کے نقائص

معاصتِ عوام کے سامنے بڑی کوشش سے نشتر فرماتے ہیں۔ ان لوگوں کے کردار کی یہی پسندیدہ تصویر ان کے پاس تھی جو انہوں نے دکھلا دی ہے۔ اب ہم آئندہ اوراق میں ان مطعونین کی شخصیت کی تصویر کا دوسرا رخ پیش کرتے ہیں۔ اس طریقہ سے نازلین حضرات کے لیے ایک شخص کے محاسن و قبائح کے دونوں پہلو پیش نظر ہوں گے۔

بالفرض ان میں کچھ خامیاں تھیں تو ساتھ ہی ان کی خوبیوں کو بھی ملحوظ نظر رکھنا ہوگا۔ ع

”عیب وی جملہ بگفتی ہنرش نیز نگور“

(۳)

یہ بات بھی قابلِ لحاظ ہے کہ حضرت سیدنا عثمانؓ نے ان لوگوں پر اعتماد کیا اور ذمہ داریاں سپرد فرمائیں اگر مقوضہ امور کے یہ اہل نہ ہوتے اور ان میں صلاحیت نہ ہوتی تو حضرت عثمانؓ ان لوگوں کو اُمت کے اہم کام تفویض ہی نہ فرماتے۔

اب ان چھ حضرات کے متعلقاتِ عملی الترتیب پیش کیے جاتے ہیں اس پر بحث ثانی تمام ہوگی۔

ولید بن عقبہؓ کے متعلقات

نسب اور اسلام | پدری سلسلہ نسب اس طرح ہے :

ولید بن عقبہ بن ابی معیط بن ابی عمرو بن امیہ بن عبد شمس
یکٹی ابو وہب

(طبقات، ابن سعد، ج ۶، ص ۱۵ -

تحت ولید بن عقبہ)

— اور مادری نسب یہ ہے :

”امہ اروی بنت کریز بن ربیعہ وهو اخو عثمان
بن عفان لامہ ...“

(طبقات ابن سعد، ج ۶، ص ۱۵ -

تحت ولید بن عقبہ)

— و امّ بنی عقبہ هؤلاء اروی بنت کریز بن ربیعہ

..... و امّہا البیضاء ام حکیم بنت عبد المطلب توأمہ

ابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و اخوہم لامہم

عثمان بن عفان“

(نسب قریش لمصعب الزبیری ص ۱۴۲

تحت، اولاد عقبہ بن ابی معیط)

مطلب یہ ہے کہ ولید بن عقبہؓ اپنے آباؤ اجداد کی طرف سے چھٹی پشت

(یعنی عبد مناف) میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی المرتضیٰ کے ساتھ
نسب میں شریک ہیں اور چھٹا دادا مشترک ہے۔ اور ولید کی کنیت ابو وہب
ہے۔

اور ماں کی جانب سے تعلق اس طرح ہے کہ

ولید کی ماں کا نام اروی بنت کریز بن ربیعہ ہے۔ اور اروی حضرت
عثمانؓ کی بھی ماں ہے۔ اس وجہ سے ولید اور حضرت عثمانؓ باہم ماں جاتے
برادر ہیں۔

پھر اروی بنت کریز کی ماں (یعنی ولید و عثمانؓ دونوں کی نانی) البیضاء
ام حکیم ہے جو عبد المطلب بنی ہاشم کی لڑکی ہے۔

— اور البیضاء ام حکیم نبی کریم علیہ السلام کے والد شریف حضرت
عبد اللہ کی توأم ہے (یعنی ایک بطن سے پیدا شدہ ہیں) لہذا عقبہ کی اولاد
(ولید وغیرہ) حضرت عثمانؓ کے لیے ماں جاتے برادر ہیں۔

— تشریح ہذا کے ذریعے ولید اور حضرت عثمانؓ کا نسبی تعلق معلوم ہو

گیا۔ اور ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ کے ساتھ جو ولید کی قرابت

نسبی و خاندانی ہے وہ بھی واضح ہو گئی۔ یعنی ولید کی ماں بنی ہاشم حضرات کی بنت

البنات (نواسی) ہے (۲) ولید کی ماں کے نامہال بنی ہاشم ہیں (۳) اور ولید بن عقبہ

حضرت علیؓ کی چھوٹی زاد بہن کے لڑکے ہیں۔

— اور ولید فتح مکہ کے موقع پر ایمان لائے تھے۔ (مشہور روایت

یہی ہے) اور حضور علیہ الصلوٰۃ کے صحابہ کرام میں سے ہیں۔

..... الولید بن عقبہ بن ابی معیط من مسلمة الفتح

(۱) — تجرید اسماء الصحابہ، ج ۲، ص ۱۳۹۔ الحافظ الذہبی

طبع اول، دکن۔

... و اسلم الوليد واخوه عمارة يوم الفتح ...

(۲) — الاصابه، ج ۳، ص ۶۰۱، جلد ثالث معہ

الاستيعاب تحت الوليد بن عقبه۔

یعنی ولید اور ان کا برادر عمارہ دونوں فتح مکہ کے روز ایمان لائے تھے۔

طبعی لیاقت ولید فتح مکہ کے موقع پر ایمان لائے۔ اپنی ذاتی لیاقت کی بناء پر کئی اوصاف کے مالک تھے۔ قبیلہ قریش کے اہم لوگوں میں سے تھے۔ شرفاء قوم میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ بہادر و شجاع تھے۔ باحوصلہ آدمی اور سخی مرد تھے۔ اپنے دور کے شاعر بھی تھے۔

یہ چیزیں عبارت ذیل میں ملاحظہ فرمادیں۔

(۱) وكان الوليد، من رجال قريش وشعراءهم و

كان له سخاء... الخ

(۲) وكان الوليد شجاعاً شاعراً جواداً... الخ

(۳) — اسلم يوم الفتح وكان من رجال قريش

ظرفاً وحلماً وشجاعاً وادباً وكان شاعراً

شريعاً... الخ

(۱) نسب قریش المصعب الزبیری، ص ۱۳

تحت اولاد عقبه بن ابی معیط۔

(۲) الاصابه، ج ۳، ص ۶۰۱۔ معہ استيعاب

تحت الوليد بن عقبه۔

(۳) تہذیب التہذیب، ص ۱۴۲-۱۴۳، ج ۱۱

تحت الوليد بن عقبه۔

حاکم و عامل بنایا جانا (۱) — علماء رجال و تراجم نے لکھا ہے کہ

علیہ وسلم نے ولید بن عقبہ کو قبیلہ بنی مصطلق کے صدقات کی وصولی پر عامل و حاکم مقرر فرمایا۔

(۲) — پھر صدیق اکبرؐ نے اپنے دور خلافت میں قبیلہ بنی قضاہ کے صدقات

پر ولید بن عقبہ اور عمرو بن العاص دونوں کو عامل متعین فرمایا۔ اور ان دونوں کو رخصت کرنے کے لیے حضرت صدیقؐ خود مدینہ سے باہر تشریف لے گئے۔ دونوں حضرات کو خدا خوفی کی وصیتیں فرمائیں اور روانہ کیا۔

(۳) — اور فاروقی دور میں حضرت فاروق اعظمؓ نے ولید بن عقبہ کو قبیلہ

بنی تغلب کے صدقات پر عامل و حاکم کی حیثیت سے تعینات فرمایا۔

(۴) — اور حضرت عثمانؓ نے بھی ولید بن عقبہ کو عامل و حاکم مقرر کیا جیسا کہ

پہلے گزر چکا ہے یعنی بحث اول میں گزر چکا ہے۔

مقامات ذیل کی طرف رجوع کریں۔ یہاں یہ مسئلہ درج ہے۔

(۱) الوليد بن عقبه بن ابی معيط علی بنی مصطلق الخ

اسلم يوم الفتح بعثه رسول الله صلى الله عليه وسلم

على صدقات بنی مصطلق۔

(۱) — کتاب الحجر، ص ۱۲۶ تحت امراء نبوی۔

(۲) — تہذیب التہذیب، ج ۱۱، ص ۱۴۲ تحت الوليد

(۲) کتب ابوبکر الی عمرو بن العاص والی ولید

بن عقبه وكان علی النصف من صدقات قضاة وقد

كان ابوبکر شیعهما مبعثهما علی الصدقة واطى کل

واحدٍ منهما بوصیةٍ اتق الله فی السِّرِّ والعلانیة ۛ

تاریخ للطبری، ج ۴، ص ۲۹ تحت سلسلہ

(۳)..... وولاه عمر علی صدقات بنی تغلب وولاه

عثمان علی الکوفۃ ثم عزله..... وفی تسع وعشرین

عزل عثمان عن الکوفۃ الولید بن عقبۃ... الخ

تہذیب التہذیب، ص ۱۲۳-۱۲۴، ج ۱

تحت الولید بن عقبۃ

(۱)

کارکردگی و کارنامے

اس سلسلہ میں چند چیزیں ذکر کی جاتی ہیں :-

ولید بن عقبہ میں کام کی اہلیت تھی اور انتظام کی صلاحیت بھی۔ اس پر

پر خلفائے راشدین کی طرف سے ملت کے کاموں میں مصروف رہتے تھے۔

چنانچہ حضرت عمرؓ کی جانب سے قبیلہ بنی تغلب پر عامل رہے اور

عرب الجزیرہ کے علاقہ پر حاکم و والی متعین تھے۔

جب ان کو کوفہ پر حضرت عثمانؓ نے والی بنایا تو عرب الجزیرہ سے

کوفہ کی طرف پہنچے تھے۔ عہد عثمانی کے دوسرے سال میں کوفہ پر ان کا یہ تقرر

ہوا تھا۔

اپنے عہدہ کر دار کی وجہ سے لوگوں میں پسندیدہ تھے اور رعیت کے

ساتھ رفیق و نرمی کا برتاؤ رکھتے تھے۔

قریباً پانچ سال تک کوفہ پر حاکم رہے۔ اس مدت میں ان کی حوا

پر عوام کو روکنے کے لیے کوئی دربان نہیں تھا۔ یعنی مستغیث کو اپنی معروضات

پیش کرنے کی ہر وقت اجازت تھی)

اہل علم کی تسلی کے لیے حوالہ کی عبارت درج ذیل ہے۔ طبری میں ہے کہ

..... وكان (الولید بن عقبۃ) علی عرب الجزیرۃ

عاملاً لعمر بن الخطاب فقد مر الولید فی السنۃ الثانیۃ

من امارۃ عثمان..... فقدم الکوفۃ وكان احب الناس

فی الناس وارفقم بهم فكان بذالك خمس سنین و

لیس علی دارۃ باب ۛ

اور ابن کثیر کی عبارت میں یہ مضمون اس طرح ہے۔

..... واستعمل الولید بن عقبہ وكان عاملاً لعمر علی

عرب الجزیرۃ فلما قدمها اقبل علیہ اهلها فاقام بها

خمس سنین ولیس علی دارۃ باب وكان فیہ رفیق

برعیتہ ۛ

(۱)۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۴۸، ۲۶ تحت

ذکر سبب عزل عثمان عن الکوفۃ سعدا و

استعمالہ علیہا الولید ۛ

(۲)۔ البدایہ لابن کثیر، ج ۷، ص ۱۵۱ تحت

سلسلہ۔ طبع اول مصری

(۲)

جنگی کارناموں کے سلسلہ میں مؤرخین نے لکھا ہے کہ ولید بن عقبہ نے

آذربائیجان اور آرمینیا کے علاقہ پر کوفہ سے ایک لشکر مرتب کر کے پیش قدمی کی۔

یہ دونوں علاقے قبل ازیں مفتوح ہونے کے بعد نقض عہد کر کے بغاوت

کر چکے تھے۔ ولید اس حبش کے ذریعہ ان پر حملہ آور ہوئے۔ دوبارہ فتح کیا نیز
حاصل کیے۔ مخالفین کو قیدی بنا لیا گیا۔ بے شمار اموال مسلمانوں کے ہاتھ لگے۔
— آذربایجان و آرمینیا کے لوگوں کو جب اپنی ہلاکت کا یقین ہو
گیا تو انہوں نے صلح اختیار کی جیسا کہ حضرت حذیفہ بن یمان کے ساتھ صلح کی تھی
یعنی آٹھ لاکھ درہم سالانہ مسلمانوں کو ادا کریں گے۔ امیر ولید بن عقبہ نے ان سے
یہ بطور سالانہ جزیہ کے وصول کیا اور غنائم حاصل کر کے کوفہ کی طرف بسلاست
واپس ہوئے۔

عبارت ذیل میں یہ مضمون مذکور ہے :-

— ان الولید بن عقبہ سار بجیش الکوفۃ نحو آذربایجان
و آرمینیا حین نقضوا العهد فوطی بلادہم و اغار
باراضی تلك الناحیة فغنم و سبی و اخذ اموالاً
جزیلة فلما یقنوا بالهدکة صالحهم اهلہا علی ما كانوا
صالحوا علیہ حذیفہ بن الیمان ثمان مائتۃ الف درہم
فی کل سنة فقبض منہم جزیة سنۃ ثم رجع سالماً
غانماً الی الکوفۃ۔ الخ

البدایہ لابن کثیر، ص ۱۴۹۔ ۱۵۰، ج ۷، تحت
۲۳۳، تذکرہ خلافت امیر المؤمنین عثمان
بن عفان، طبع اول مصر۔

(۳)

جب اہل روم نے مسلمانوں کے ساتھ شدید مقابلہ کیا۔ اہل شام کو خون

لاقی ہوا تو انہوں نے خلیفہ وقت سیدنا حضرت عثمان سے جنگی امداد طلب کی۔
حضرت عثمان نے امدادی لشکر روانہ کرنے کے لیے امیر کوفہ ولید بن عقبہ کو فرمان جاری
کیا کہ جب میرا حکم پہنچے تو اپنے بھائیوں (اہل شام) کے لیے آٹھ ہزار کے لگ بھگ
امدادی لشکر تیار کیجیے۔ اور ایک شریف بہادر امانتی آدمی کی ماتحتی میں روانہ کریں۔
فرمان نہا پہنچنے پر ولید بن عقبہ نے اہل اسلام کو اطلاع کرائی۔ اہل شام کی معاونت
کے لیے بڑی مستعدی کے ساتھ لوگوں کو آمادہ کیا۔ جہاد پر آمادگی کی خاطر لیکچر دیتے۔
جب بہت بڑی فوج تیار ہو گئی تو سلمان بن ربیعہ کو ان پر امیر بنا کر شام کی طرف
لشکر روانہ کیا۔

مسلمانوں کے لشکر بلا دروم میں جا کر جمع ہوتے تو اہل اسلام کو فتوحات
مہویں۔ غنائم حاصل کیے اور بے شمار قلعوں کو اسلام کے زیر نگیں کیا۔

البدایہ میں یہ مضمون ہے کہ :

..... جاشت الروم حتی خاف اهل الشام و بعثوا
الی عثمان یستمدونہ فکتب الی ولید بن عقبہ ان اذا
جاءك کتابی هذا فابعت رجلاً امیناً کریماً شجاعاً فی
ثمانیۃ آلاف..... الی اخوانکم بالشام فقام الولید
بن عقبہ فی الناس خطیباً حین وصل الیہ کتاب عثمان
فاخبرہم بما امرہ بہ امیر المؤمنین و ندب
الناس و حثہم علی الجهاد و معارنۃ معاویۃ و اهل
الشام و امر سلمان بن ربیعۃ علی الناس الذین یخرجون
الی الشام..... فلما اجتمع الجیشان شنوا الغارات علی
بلاد الروم فغنموا و سلبوا شیئاً کثیراً و فتحو ا حصوناً

كثيرةً وَ اللهُ الحَمْدُ -

(البدایہ لابن کثیر، ج ۷، ص ۱۵۰، تذکرہ
خلافت امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی)

ولید بن عقبہؓ کے متعلق بعض اشکالات

اور ان کا حل

سابقاً چند چیزیں ولید کے مقام کے متعلق ذکر کی گئی ہیں۔ اب ان کے متعلق معترضین کے بعض اعتراضات اور ان کے جوابات پیش خدمت کیے جاتے ہیں۔

(۱)

ایک یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ قبیلہ بنی مصطلق کی طرف سے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ولید بن عقبہ کو صدقات کی وصولی کے لیے روانہ فرمایا جب ولید قبیلہ ہذا کے قریب پہنچے تو بعض لوگ ان کی آمد پر بطور پیش قدمی باہر آئے۔ ولید انہیں دیکھ کر واپس ہوتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر رپورٹ دے دی کہ وہ مرند ہو گئے ہیں، میرے قتل کے درپے تھے اور انہوں نے صدقات دینے سے انکار کر دیا ہے۔

حضور علیہ السلام یہ بات معلوم کر کے ناراض ہوتے۔ ان پر فوج کشی کا ارادہ کیا۔ اس وقت ولید کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَن

تَصِيَّبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتَبَيَّنُوا عَلٰی مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ

(پارہ ۲۶ - سورہ حجرات)

ترجمہ :- "اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی گنہگار خبر لاتے تو تحقیق کرو کہ ہمیں جانے پڑو کسی قوم پر نادانی سے۔ پھر کل کو اپنے کیے پر لگ کر بچھتانے"

خلاصہ یہ ہے کہ ولید نے جھوٹ بولا تھا۔ اس وجہ سے ان کو قرآن کریم نے فاسق کہا ہے۔ ولید کی رپورٹ دینے پر مسلمانوں میں ایک بڑا حادثہ پیش آنے والا تھا اتفاقاً بچاؤ ہو گیا۔

حل اشکال

اس آیت کے تحت کئی قسم کی روایات مفسرین نے لکھ دی ہیں۔ ان میں بیشتر تو مجاہد وقتادہ، ابن ابی لیلیٰ وغیر ہم پر موقوف روایات ہیں، مرفوع نہیں اور یہ لوگ اس دور کے آدمی نہیں بلکہ بعد کے زمانہ کے ہیں۔

اور جو چند ایک دام سلمہ، ابن عباس وغیرہما کی مرفوع روایات ملتی ہیں۔ ان کے اسانید بھی کوئی بخاری و مسلم کے اسانید کی طرح غیر مجروح اور پختہ نہیں، بلکہ ان پر نقد و تنقید کے مواقع موجود ہیں۔

ولید کے متعلق واقعہ کو اگر درست تسلیم کر لیا جائے تو بھی یہاں چند امور قابل وضاحت ہیں۔

(۱) جاہلیت کے دور میں ولید بن عقبہ اور قبیلہ بنی مصطلق کے درمیان سابقہ عداوت تھی۔

... وكان بينه وبينهم عداوة في الجاهلية... الخ

(۱) — مدارج السالکین لابن الیقیم، ج ۱، ص ۳۶۰
 (۲) — تفسیر خازن معہ بغوی، ج ۶، ص ۲۲۲ تحت آایہ

(۲) ولید کو شیطان کی دھوکہ دہی

ولید کی آمد کی قبیلہ مذکور کو اطلاع ہوتی پیش قدمی کے طور پر بعض لوگ سامنے آئے تو ایک شیطان نے ولید کو بتلایا کہ یہ تو آپ کے قتل کے ارادہ پر آرہے ہیں تو ولید خوف کھا کر واپس چل پڑے اور اگر یہ ماجرا بیان کیا کہ بنی مصطلق صدقات سے انکاری ہو گئے ہیں اور میرے قتل کے درپے ہوتے... الخ

فحدثہ الشیطان انہم یسیدون قتله فہا بہم
 فرجع من الطریق الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 فقال ان بنی المصطلق منعوا صدقاتہم فارادوا قتلی... الخ

مدارج السالکین لابن الیقیم الجزیۃ، ج ۱، ص ۳۶۰۔
 طبع مصر، سن طباعت ۱۳۷۵ھ
 ۱۹۵۶ء

تنبیہ

”... فحدثہ الشیطان کے الفاظ کو مندرجہ ذیل علماء نے اس واقعہ میں ذکر کیا ہے :-

- (۱) تفسیر ابن جریر للطبری، ص ۷۸، پارہ ۲۶، تحت آایہ
 (۲) تفسیر ابن کثیر، ج ۴، ص ۲۰۹، تحت آایہ
 (۳) تفسیر بغوی معہ خازن، ج ۶، ص ۲۲۲، تحت آایہ
 (۴) تفسیر خازن معہ بغوی، ج ۶، ص ۲۲۲، تحت آایہ

اس لفظ کا مطلب یہ ہے کہ ولید کو شیطان نے بتلایا کہ یہ لوگ تمہارے قتل کے درپے ہیں اور صدقات دینے سے منکر ہو گئے ہیں۔

— شیطان کی فریب کاریاں اور مکاریاں خدا کے نیک بندوں کے ساتھ ہمیشہ سے جاری ہیں۔ اس موقع پر بھی شیطان نے فریب دہی سے کام لیا۔ یہ تفصیل نہیں مل سکی کہ انسانی شکل میں تشکل ہو کر یہ دھوکہ دیا، یا آواز دیکر یہ شر پیدا کر دیا، یا اس نے کوئی اور صورت اختیار کی۔

بہر کیف یہ شیطانی فریب کاری تھی جس کی وجہ سے یہ واقعہ پیش آیا۔

— ولید کو ناپسند جاننے والے اصحاب ولید پر برس پڑے اور ان کو خوب بدنام کیا اور انسا لامراً مانوی، حالانکہ مفسرین نے ”فحدثہ الشیطان“ کا لفظ نقل کر کے ولید بن عقبہ کے دامن کو بچا دیا تھا۔ اور حقیقت واقعہ بیان کر دی تھی۔

۳۔ ولید پر فاستق کا اطلاق ٹھیک نہیں ہے

واقعہ ہذا اور اس آیت کے پیش نظر علماء نے جو تحقیق درج کی ہے اس کو بھی ملحوظ رکھیں۔ وہ قابل توجہ ہے :-

(۱) علامہ فخر الدین الرازی نے اپنی تفسیر کبیر میں آیت ہذا کے تحت لکھا ہے :-

”ہم کہتے ہیں کہ آیت ہذا ان جاءکم فاستق بنیام کا نزول

عمومی طور پر کسی شخص کے بیان کے ثبوت اور فاستق کے قول پر عدم

اعتماد کی خاطر ہوا ہے۔ اور جس شخص نے یہ قول نقل کیا ہے کہ صرف

واقعہ ولید کے لیے اس آیت کا نزول ہے۔ یہ ضعیف ہے اور

اس کے ضعف پر یہ چیز دال ہے کہ :-

”اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ فلاں آدمی کے لیے میں نے یہ آیت نازل کی“

اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی یہ منقول نہیں کہ آیت کا ورد صرف ولید کے بیان کے لیے ہے اور بس۔

غایت مافی الباب یہ ہے کہ یہ آیت اس موقع پر نازل ہوئی تھی اور نزول آیت کی تاریخ کے طور پر یہ واقعہ ہے۔

اس کی ہم تصدیق کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے اس کی تائید ہوتی ہے کہ ولید پر لفظ فاسق کا اطلاق ایک بعید چیز ہے۔ اس وجہ سے کہ شیطانی دھوکہ کی بنا پر ولید نے وہم اور گمان کیا تھا۔ اس میں وہ چوک گئے اور چوک جانے والے کو فاسق نہیں کہا جاتا۔

اہل علم کی تسلی کے لیے بعینہ عبارت درج ذیل ہے۔

..... بل نقول هو نزل عاماً لبیان تثبت وترك

الاعتقاد علی قول الفاسق ویدل علی صنعت قول من يقول

انها نزلت لكذا ان الله تعالى لم يقل اني انزلتها لكذا

والنبي صلى الله عليه وسلم لم ينقل عنه انه بين

ان الآية وردت لبیان ذلك فحسب - غاية مافی

الباب انها نزلت في ذلك الوقت وهو مثل التاريخ

لنزول الآية ونحن نصدق ذلك ویتأكد ما ذكرنا

ان اطلاق لفظ "الفاسق" علی الوليد شیء بعید لانه

توهم ووطن فاخطأ والمخطئ لا یسئ فاستقاً... الخ

(تفسیر کبیر للرازی، ص ۵۸۹، ج ۷۔ تحت الآیہ (المسئلہ اولیٰ)

(۲) — تفسیر خازن میں بھی اسی کے موافق مسئلہ ہذا لکھا ہے۔ فرماتے ہیں کہ

«قيل هو عام نزلت لبیان التثبت وتوك الاعتماد

على قول الفاسق وهو اولى من حكم الآية على رجل

بعينه لان الفسوق خروج عن الحق ولا يُظن بالوليد

ذلك إلا أنه ظن وتوهم فاخطأ»

(تفسیر خازن معہ نجوی، ج ۶، ص ۲۲۲)

تحت الآیہ (طبع ثانی مصری)

(۳) — تفسیر صاوی علی الجلالین، ص ۱۰۹-۱۱۰ (تحت الآیہ) میں بھی

یہی مسئلہ درج ہے۔ اہل علم کے لیے اطلاع کر دی گئی ہے۔

— مندرجہ بالا امور کی روشنی میں یہ چیز واضح ہو گئی کہ :-

• اس قسم کے مواقع میں یہ قاعدہ ملحوظ رکھا جاتا ہے کہ

«العبرة لعموم الالفاظ لا لخصوص الموارد»

یعنی الفاظ کے عموم کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ خصوصی واقعہ

کا لحاظ نہیں ہوتا۔

• جاہلیت کے دور کی سابقہ عداوت کی وجہ سے ولید بن عقبہ

کو اگر شیطان نے دھوکہ میں ڈال دیا اور وہ اس معاملہ میں چوک گئے

تو ان حالات میں ان کو فاسق کے لقب سے یاد کرتے رہنا کسی طرح

درست نہیں۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ خطا اجتہادی مستطعد الت نہیں ہوا

کرتی۔ لہذا ان کی عدالت ثابت ہے اور ان پر "فاسق" کا لقب تجویز کرنا

مناسب نہیں۔

— اس اشکال اور اس کے حل کے آخر میں اتنی چیز مزید ذکر کی جاتی ہے

کہ دُورِ نبوت میں، اور دُورِ صدیقی و دُورِ فاروقی میں ولید بن عقبہ کو فاسق کے نام سے نہیں یاد کیا گیا۔ اور نہ ہی ان کو یہ طعنہ دیا جاتا تھا۔ بلکہ حضرت صدیق اور حضرت فاروق نے اپنی اپنی خلافتوں کے دوران ولید پر پورا اعتماد کیا۔ نظامِ خلافت میں شریکِ کار کیا۔ عہدے و منصب انہیں عطا کیے۔ بالفرض اگر ولید بن عقبہ فاسق اور قابلِ مذمت شخص تھے تو شیخین نے ان کے ساتھ یہ قابلِ عزت اور لائقِ احترام سلوک کیوں روا رکھا؟ کیا ولید کے متعلقہ واقعات اور آیات ان حضرات سے مخفی ہو گئی تھیں؟ یہ چیز غور کرنے کے قابل ہے۔ تصدب سے الگ ہو کر تذکرہ فرمائیے۔

(۲)

عثمانی دُور پر مقتضی اجاب اس موقع پر دوسری یہ چیز بھی ذکر کیا کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عثمانؓ کو وصایا میں فرمایا کہ آلِ ابی معیط (جو ولید بن عقبہ کے دادا ہیں) کو لوگوں کی گردنوں پر مسلط نہ کر دینا حضرت عثمانؓ نے وصیت کی پرواہ نہ کی اور آلِ ابی معیط کو لوگوں پر مسلط کر ڈالا۔ حضرت عمرؓ نے جس خطرہ کو محسوس کیا تھا وہ پورا ہو کر رہا، وغیرہ۔ اس چیز کو صاف کرنے کے لیے آئندہ سطور ملاحظہ فرمادیں۔

رفع اشتباہ

جن روایات سے یہ اعتراض مستنبط کیا گیا ہے وہ کوئی بخاری کی طرح صحیح السند نہیں۔ ان کے رواۃ میں کئی طرح سے مجروح لوگ موجود ہیں۔ علیٰ سبیل التثقل اگر روایت بالا کو ٹھیک فرض کر لیا جائے تو

اس روایت میں جہاں مذکورہ وصیت حضرت عثمانؓ کے لیے درج ہے اسی روایت میں حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کو بھی وصیت فرمائی ہے اور قسم دے کر فرمایا کہ مدائے علیؓ! اگر تم لوگوں کے امور کے متولی بنو تو لوگوں کی گردنوں پر بنو ہاشم کو سوار نہ کر دینا۔

پوری عبارت ملاحظہ فرمادیں۔ طبری اور طبقات ابن سعد میں مذکور ہے کہ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں:-

و انشدك الله يا علي! ان وليت من امور الناس شيئاً ان تحمل بنى هاشم على رقاب الناس انشدك الله يا عثمان! ان وليت من امور الناس شيئاً ان تحمل بنى ابى معيط على رقاب الناس۔ الخ

(۱)۔ ذماریخ طبری، ج ۵، ص ۱۳۔ تحت سنۃ ۲۳ھ

عنوان ذکر النجیر عن مقتلہ (عمر) طبع مصری قدیم طبع)

(۲)۔ طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۲۴۹، تحت

تذکرۃ عمرؓ، طبع لیدن۔

(مطلب عبارت یہ ہے)۔ حضرت عمرؓ نے وصیت کے طور پر علیؓ بن ابی طالب کو فرمایا۔

”اے علیؓ! اگر آپ لوگوں کے امور کے والی و متولی بنائے جائیں تو لوگوں کی گردنوں پر بنی ہاشم کو سوار نہ کر دینا۔ پھر حضرت عثمانؓ کو خطاب کر کے فرمایا کہ:-

”اے عثمانؓ! اگر آپ لوگوں کے امور کے والی و متولی بنائے جائیں تو ابومعیط کی اولاد کو لوگوں کی گردنوں پر مسلط نہ کر دینا۔“

روایت ہذا کی بنا پر معترض حضرات کو اگر اعتراض کرنا ہی مقصود ہے تو
اعتراض دونوں بزرگوں پر مساوی طور پر قائم ہو سکتا ہے کیونکہ حضرت علیؓ نے
بھی حضرت عمرؓ کی وصیت قبول نہ کی اور اپنے رشتہ داروں (یعنی بنو ہاشم) کو
اپنے دورِ خلافت میں ”اہم عہدے“ اور ”کلیدی مناصب“ عطا فرما دیئے
جس کی تفصیل عنقریب بحث ثالث میں انشاء اللہ آ رہی ہے۔

— ہمارا موقف تو یہ ہے کہ دونوں بزرگوں پر اس مسئلہ میں نقد
تنقید کرنا مناسب نہیں ہے۔ انہوں نے اپنے اپنے حالات کے اعتبار سے
درست صورت اختیار کی تھی لیکن معترض دوستوں نے روایت بالا کے ذریعہ اپنی کمال
حداقت کی وجہ سے حضرت عثمانؓ پر نقد کر ڈالا اور حضرت علیؓ کو ترک کر دیا۔
یہ تو ایسی مثال ہوتی جیسے مقولہ مشہور ہے کہ
”نزلہ بر عضو ضعیف می ریزد“

ان کے خیال میں حضرت عثمانؓ بن عفان کمزور تھے۔ ان پر وار کر لیا۔ حضرت
علیؓ بن ابی طالب مضبوط تھے ان کو بچا دیا۔ (تصعب کے یہ نمونے ہیں۔ قدم قدم
پر ناظرین ملاحظہ فرماتے رہیں)۔

— عوام ناظرین کے علم میں یہ بات ہونی چاہیے کہ حضرت عثمانؓ نے آل
ابی معیط میں سے صرف ایک فرد واحد دو لید بن عقبہ بن ابی معیط کو چند سال
کے لیے کوفہ کا والی بنایا تھا (جیسا کہ بحث اول میں مفصلاً ذکر کیا گیا) غالباً
دوسرے کسی کو حاکم بنایا ہی نہیں۔ باقی چند اقرباء کو جو عہدے دیتے تھے وہ
حضرات آل ابی معیط میں سے نہیں ہیں۔ اس اعتراض کی حقیقت یہی کچھ ہے
جو پیش کر دی ہے۔ معترض حضرات کو اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب فرمائے۔
حضور علیہ السلام کے تمام صحابہ کرام قابلِ احترام اور لائق عقیدت

ہیں۔ ان میں تفریق پیدا کر کے بنو امیہ کے صحابہ کو مطعون کرنا اور بنو ہاشم صحابہ
کو بری قرار دینا یہ نہایت ناروا تقسیم ہے۔ جو دین کے تقاضوں اور اسلام
کے مقتضیات کے بالکل برخلاف ہے اور فرمان خداوندی (ان اقبسوا
الذین ولا تتفرقوا فیہ، یعنی دین کو قائم کرو اور اس میں تفرق و تفریق
نہ پیدا کرو) کے بالکل برعکس ہے۔

الانتباہ

(اہل علم کے لیے)

— معترض حضرات نے سیدنا حضرت عثمانؓ کے کردار کو داغدار
کرنے کے لیے اس مقام میں ”کتاب الاستیعاب“ سے مندرجہ ذیل روایت نقل
کی ہے۔ اس میں حضرت عمرؓ نے اپنے امکانی جانشینوں کے متعلق کلام کیا وہاں
مذکور ہے کہ :-

”ابن عباس کہتے ہیں کہ ایک روز میں حضرت عمرؓ کے ساتھ چل
رہا تھا۔ حضرت عمرؓ نے زور سے ٹھنڈا سانس لیا۔ ایسا معلوم ہوا کہ
پسلی ٹوٹی ہے۔ عرض کیا کہ کوئی عظیم معاملہ پیش آیا ہے؟ فرمایا کہ
ہاں اُمت کے بارے میں اپنے قائم مقام کے متعلق کیا صورت
اختیار کروں؟ یہ چیز سامنے ہے۔“

ابن عباسؓ نے کہا کہ معتمد شخصیت کو آپ متعین کر دیں تو کر
سکتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تمہارا کیا خیال ہے کہ علی المرتضیٰؓ
لوگوں میں زیادہ حق رکھتے ہیں۔ میں نے کہا، ہاں۔ وہ سابق الاسلام عالم
اور قربت دار ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے لیکن وہ :-

را، کثیر اللہ عابہ ہیں (ان میں مسخرہ پن زیادہ ہے)۔ پھر میں نے کہا کہ عثمان بن عفان مناسب ہیں تو فرمایا کہ

(۲) — ان کو اگر میں جانشین تجویز کر دوں تو وہ دنو امیہ سے (نبوی معیط کو لوگوں کی گردنوں پر مسلط کر دیں گے۔ وہ خدا کی نافرمانی کریں گے.... پھر لوگ عثمانؓ کے خلاف کھڑے ہو جائیں گے اور ان کو قتل کر دیں گے۔

پھر میں نے طلحہ بن عبید اللہ کا نام پیش کیا تو فرمایا کہ

(۳) — ان میں بڑائی اور تکبر ہے، ایسا والی ٹھیک نہیں۔

پھر میں نے کہا کہ زبیر بن عوام کو بنا دیں تو فرمایا کہ

(۴) — یہ لوگوں کو صاع اور مد کے معاملہ میں بھی مارنے لگیں گے (یعنی

سخت گیر ہیں) ایسا نہیں چاہیے۔

پھر میں نے کہا کہ سعد بن ابی وقاص کو مقرر کر دیں تو فرمایا کہ

(۵) — یہ صرف جنگی صلاحیت رکھتے ہیں (جنگی سوار ہیں)

پھر میں نے عبد الرحمن بن عوف کا نام ذکر کیا تو فرمایا کہ

(۶) — وہ آدمی اچھے ہیں لیکن اس مسئلہ میں ضعیف اور کمزور ہیں۔

قوی آدمی چاہیے۔

والاستیعاب لابن عبد البر تذکرہ علی بن ابی طالب

جلد ثانی، ص ۴۶۷۔ طبع حیدرآباد (دکن)

روایت ہذا کے ذریعہ حضرت عثمانؓ کے کردار کو مطعون کرنا

اور ان کی پالیسی کو غلط ثابت کرنا مقصود ہے۔ اس ضمن میں ولید بن عقبہ (جو

بنی ابی معیط سے ہیں) وہ بھی ملزم ہو سکیں گے۔

قارئین کرام کی تفہیم کی خاطر مندرجہ بالا روایت کے متعلق ہم

چند شریحات پیش کرتے ہیں۔ وہ ایک دفعہ توجہ سے ملاحظہ فرمائیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ وہ مغالطہ دور ہو جائے گا جو حضرت عثمانؓ کی کارکردگی اور پالیسی کے متعلق لوگ دینا چاہتے ہیں۔

مندرجہ بالا روایت کے متعلق دو طرح کا کلام کیا جائے گا۔ روایت وراثیہ پہلے اس کی سند کے اعتبار سے مختصر سی بحث کی جاتی ہے۔ اس کے بعد باعتبار "ورایت" کے کلام کیا جائے گا۔

— اول —

— ایک بات تو یہ ہے کہ مندرجہ بالا روایت (جو ابن عباسؓ سے منقول

ہے) الاستیعاب کے مصری نسخہ (جس کے ساتھ "الاصابہ" لابن حجر مطبوعہ ہے) میں مفقود النسخہ ہے۔ اس نسخہ کے متوقع مقامات کو خصوصاً تذکرہ علی بن ابی طالب

تو دیکھا گیا لیکن یہ روایت مجھے نہیں دستیاب ہو سکی۔ پھر الاستیعاب کے نسخہ مطبوعہ حیدرآباد دکن کی طرف رجوع کیا تو تذکرہ حضرت علیؓ میں ملی ہے اور اپنے طویل اسناد کے ساتھ درج ہے۔

گویا یہ روایت الاستیعاب کے بعض نسخوں میں مفقود ہے اور بعض میں

پائی جاتی ہے۔ یہاں سے شبہ پیدا ہو گیا کہ ہو سکتا ہے کہ مصنف کتاب نے

نظر ثانی کے وقت اس روایت کو اصل کتاب سے خارج کر دیا ہو۔ پھر بعض

ناقلمین کی طرف سے دوسرے نسخہ میں اس کو داخل رکھا گیا ہو۔ بہر کیف اختلافات

نسخ کے ذریعہ اس کا معاملہ مشتبه اور محتمل سا ہو گیا۔ تسلی بخش نہ رہا۔

— دوسری بات یہ ہے کہ اس روایت کا سلسلہ اسناد بڑا طویل

ہے۔ اس کے تمام رواۃ پر بحث کرنے کی فرصت ہی نہیں اور حاجت بھی نہیں

صرف ان میں سے ایک راوی محمد بن اسحاق کی پوزیشن معلوم کر لینی کافی ہے۔

اس کی وجہ سے روایت کا غیر معتبر اور غیر مستند ہونا خوب واضح ہو جائے گا۔

محمد بن اسحاق پر کلام

ابن اسحاق کے حق میں علماء رجال نے توثیق و تضعیف مدح و جرح دونوں چیزیں مفصل نقل کی ہیں۔ اس مقام میں مندرجہ ذیل اشیاء کا لحاظ رکھنا ضروری ہے تاکہ کسی نتیجہ پر پہنچنے میں آسانی ہو سکے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کتاب المدلسین میں ابن اسحاق کی تدلیس کو بالفاظ ذیل درج کیا ہے:

”محمد بن اسحاق بن یسار المطلبی المدنی صاحب المغازی صدوق مشہور بالتدلیس عن الضعفاء والمجهولين و عن شريتهم وصفه بذلك احمد والدارقطني وغيرهما۔
دکتاب المدلسین، ص ۱۹ تحت المرتبة الرابعة
طبع مصری۔ قديم طباعت“

یعنی ابن اسحاق صدوق ہے۔ تاہم ضعیف اور مجہول لوگوں سے تدلیس کرنے میں مشہور ہے اور جوان لوگوں میں شہرہ ان سے بھی تدلیس کرتا ہے یعنی جن لوگوں سے روایت کرتا ہے ان کا نام نہیں ذکر کرتا بلکہ نام حذف کر دیتا ہے۔

ایک قاعدہ برائے مدلس | اس مقام میں علماء نے ضابطہ نقل کیا ہے کہ جو شخص مدلس ہو اور کلمہ ”عن“ سے روایت کرے تو وہ چیز قابل حجت نہیں رہتی۔ چنانچہ نصب الراية کے حواشی میں امام نووی سے یہ مسئلہ منقول ہے۔

قال النووی فی شرح المہذب، ج ۵، ص ۱۳۳۔۔۔۔۔
”اسناد لا ضعیف فیہ محمد بن اسحاق صاحب المغازی
وہو مدلس واذا قال المدلس ”عن“ لا یحتج بہ انتہی
کلامہ۔“

روحانی نصب الراية ص ۲۵۱، ج ۲۔ تحت
باب الجنائز، طبع مجلس العلمی ڈابھیل (ہند)

یہاں الاستیعاب کی مذکورہ روایت میں راوی محمد بن اسحاق ہے اور صیغہ ”عن“ سے اپنے شیخ زہری سے یہ روایت نقل کی ہے۔ ابن اسحاق نے حسب عادت تدلیس کرتے ہوئے خدا جانے کیسے راوی کو حذف کر کے روایت چلا دی۔

ابن اسحاق کا تفرّد اور شدوّذ | (۱) حافظ ابن حجر عسقلانی نے تہذیب
کہ ایک شخص ایوب بن اسحاق بن سامری نے امام احمد سے محمد بن اسحاق کی اس
حدیث کے متعلق سوال کیا جس میں وہ منفرد ہوں تو امام احمد نے جواب میں فرمایا
کہ نہیں قبول کی جائے گی۔

”... قال ایوب بن اسحاق بن سامری سألت احمد
فقلت له يا ابا عبد الله اذا انفرد ابن اسحاق بحدیث
تقبله قال لا“

تہذیب التہذیب، ج ۹، ص ۴۳، تحت
محمد بن اسحاق مذکور۔ طبع حیدرآباد دکن
(۲) علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں ابن اسحاق پر بڑی بحث کی

ہے۔ آخر میں لکھتے ہیں کہ . . . ما انفردا بہ فنیہ نکاراً . . . یعنی اس کی منفرداً روایات منکر ہوتی ہیں (معروف روایات کے خلاف لاتا ہے)۔

رمیزان الاعتدال للذہبی، ص ۲۴ جلد ۳۔

تحت محمد بن اسحاق - طبع مسری قدیم

(۳) — اسی طرح علامہ بدر الدین العینی نے شرح بخاری میں امام بیہقی سے نقل کیا ہے کہ جن روایات میں ابن اسحاق منفرد ہوں ان کے قبول کرنے سے علماء اجتناب کرتے ہیں۔ (یعنی درخور اعتناء نہیں سمجھتے)۔

” . . . فقال البيهقي الحقاظ يتوقون ما ينفرد به ابن اسحاق . . . الخ

(عمدة القاری شرح البخاری للعینی، ج ۶، ص ۱۷۸،

باب الجمعة فی القری والمدن)

(۴) — ابن اسحاق کی کئی منفردانہ، شاذ روایات کتابوں میں درج ہیں مثلاً ۱۔ ”عشر صنعات“ کی روایت حضرت عائشہ سے مروی ہے۔ اس میں مذکور ہے کہ:-

”ولقد کان فی صحیفة تحت سوریری فلما مات رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و تشاغلنا بموتہ دخل داجن

فاکلبنا“

رسن ابن ماجہ، ص ۱۴۱، باب رضاع البکیر

طبع نظامی دہلی)

یہ روایت قرآن کی سالمیت اور حفاظت کے منافی ہے۔ راوی محمد بن

اسحاق ہے۔

(۲) لہذا ماتم کے اثبات و جواز کے لیے ماتمی لوگ مندرجہ ذیل روایت پیش کرتے ہیں۔ اس میں مذکور ہے، حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ

” . . . ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبض و

ہو فی حجری ثم وضعت رأسہ علی وسادة وقمت التدم

مع النساء واضرب وجهی“

ذماریخ ابن جریر للطبری، ج ۳، ص ۱۶۷، ۱۶۸

ذکر الاحداث، التي كانت فیہا)

یہ روایت بھی ابن اسحاق کی مرثون منت ہے اور شاذ ہے۔ ماتم کی تائید کنندہ ہے۔

(۳) اسی طرح زیر بحث روایت جو الاستیعاب سے مقرر احباب نے نقل

کی ہے۔ یہ محمد بن اسحاق کی شاذ روایات اور متفردانہ روایات میں سے ہے اور اس کے متفردات کا حکم متعدد علماء سے گذشتہ سطور میں ہم نقل کر چکے ہیں و ذہ قابل قبول نہیں اور غیر معتد ہیں۔ لہذا یہ روایت غیر مقبول اور ترک ہے۔

دوم

پہلی بحث روایت کے اعتبار سے مختصر سی کی گئی۔ اب ثانی بحث روایت

کے اعتبار سے کی جاتی ہے۔

(۱) — شیعہ اور سنی دونوں فریق کی کتابیں اس مسئلہ پر متفق ہیں کہ حضرت

فاروق اعظم نے مرض الوفا میں مذکور چھ اشخاص (سیدنا علی المرتضیٰ،

سیدنا عثمان، سیدنا طلحہ، سیدنا زبیر بن العوام، سیدنا سعد بن ابی وقاص،

سیدنا عبد الرحمن بن عوف) پر اعتماد کر کے مسئلہ خلافت ان کے سپرد کر

دیا تھا۔

(۱) — بخاری شریف، ج ۱، ص ۲۴۵، جلد اول، باب مناقب، عثمان بن عفان، فضة البیعة والاتفاق علی عثمان، طبع نور محمدی دہلی۔

(۲) — الامالی للشیخ ابی جعفر الطوسی اشعری، ص ۱۶۷-۱۶۹، ج ۲۔
مجلس یوم الجمعہ، ۲۶ محرم ۳۵۷ھ مطبوعہ نجف اشرف عراق۔

ناظرین کرام غور فرمادیں۔ الاستیعاب والی مذکورہ روایت نے یہ بتلایا کہ حضرت عمرؓ نے ان ہر چھ اشخاص رجوا مکانی جانشین حضرت عمرؓ کے ہو سکتے تھے، کی فطری خامیاں اور نفسیاتی کمزوریاں، ایک ایک کر کے بیان کر دیں اور ان میں سے کسی کو خلافت کا اہل نہ قرار دیا۔ اور مرض الموت کے واقعہ نے (جو بخاری شریف و دیگر حدیث و تاریخ کی کتابوں میں متفق علیہ طور پر درج ہے)، واضح کیا کہ حضرت عمرؓ نے انہی چھ حضرات مذکور پر اعتماد کرتے ہوئے خلافت اسلامی کا تمام بوجھ ان پر رکھا۔ دوسرے لفظوں میں امت اسلامیہ کی تمام باگ، دوران کے ہاتھ میں دے دی تاکہ ان میں سے جس کو خلیفہ منتخب کر لیں۔ وہ تمام اہل اسلام کے لیے حاکم و والی متصور ہو گا۔

(۱) — ادھر ناقابل اعتمادی کے اوصاف بیان کرنا، ادھر انہی حضرات پر انتہائی اعتماد و کرنا یہ چیز، فاروقی بصیرت کے خلاف اور فاروقی تدبیر کے بالکل برعکس ہے۔

(۲) — نیز لطف کی بات یہ ہے کہ جس ذات یعنی عثمانؓ کے متعلق مذکورہ روایت کی بنا پر، اس قدر خطرات کا اظہار بطور پیش گوئی و پیش بینی کے ہو چکا تھا۔ مجوزہ مجلس شوریٰ نے اسی کو ہی خلیفہ منتخب کیا اور عثمانؓ کے حق میں

”مجوزہ خدشات“ ان لوگوں کو معلوم ہی نہ ہو سکے۔ یا پھر (معاذ اللہ) یہ لوگ خطا کر گئے (انا للہ وانا الیہ راجعون)۔

خلاصہ یہ ہے کہ الاستیعاب کی مذکورہ روایت تسلیم کر لینے سے کئی خرابیاں پیش آتی ہیں۔ مثلاً:

(۱) — حضرت فاروقؓ کے کلام اور ان کے عملی کارنامہ میں بالکل تضاد اور تخالف پایا جاتا ہے یعنی اس شخصیت، حضرت عثمانؓ کے متعلق اس قدر خدشات کا اظہار فرمایا۔ پھر اسی کو انتخاب میں زیر تجویز رکھ دیا۔ صحیح فکر اس طریقہ کو درست نہیں تسلیم کر سکتی۔

(۲) — مذکورہ چھ آدمیوں کی مجلس نے جو اسلام کے سب سے سربر آوردہ اشخاص پر مشتمل تھی، جو انتخابی کارنامہ انجام دیا وہ غلط تھا، صحیح نہیں تھا۔

(۳) — تیسری خرابی یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کی (مجمعہ دیگر حضرات کے) پوزیشن خراب کرنے کے ساتھ ساتھ حضرت علیؓ کے وقار کو داغدار کر دیا یعنی ان کے حق میں کثیر الدعاہیہ (بہت مسخرہ ہونا) تجویز کر دیا جو ایک خفت آمیز بات ہے۔ ان کے شایان شان نہیں۔

— بہر کیف اس قسم کی خرابیوں کی بجائے یہ فیصلہ سہل ہے کہ یوں کہا جائے کہ روایت ہذا سے پیدا کردہ خدشات و خطرات سب مفروضے تھے۔ ان میں کوئی صداقت نہیں۔

— یہ روایت بے سرو پا دے اصل ہے۔ جس پر طعن کی بنیاد قائم کی گئی ہے۔

— دوسرے لفظوں میں بناء الفاسد علی الفاسد ہے جس کو مغرض احباب نے عثمانی دور کی قباحت و فضیحت کو نشر کرنے کے لیے عوام میں پھیلا یا، اور

ثوابِ داین حاصل کیا۔ (منہ)

(۳)

اس موقعہ پر تیسرا طعن یہ تجویز کیا جاتا ہے کہ ولید بن عقبہ شراب خور تھے۔ ان پر گواہوں نے شراب خوری کی شہادت دی۔ یہ الزام ثابت ہو گیا۔ لہذا حضرت عثمانؓ نے ولید پر حد لگوائی اور ان کو معزول کر دیا۔ جیسا کہ قبل ازیں کتابِ حاکم میں ہم حصہ سوم عثمانی کے باب چہارم میں گزر چکا ہے۔

دفع الزام

آئی بات درست ہے کہ ولید کے خلاف شراب خوری کی لوگوں نے شہادت دی۔ اس کے بعد ان پر حد لگائی گئی۔

روایات میں بھی یہی کچھ مذکور ہے اور اس واقعہ کے پس منظر کے متعلق محدثین عموماً خاموش ہیں۔

محدثین حضرات نے اس واقعہ کے پس منظر کے متعلق کچھ کلام نہیں کیا۔ واقعہ کی صحت و سقم کی طرف توجہ ہی مبذول نہیں کی۔ صرف شراب نوشی پر شہادت پانے جانے سے حد لگانے کا واقعہ نقل کر دیا ہے۔

— شہادت فراہم کرنے والے کیسے لوگ تھے؟ کون افراد تھے؟

شہادت انہا کسی سازش کا نتیجہ تھی؟ یا بناوٹ تھی؟

اس چیز کی بابت سابق محدثین عموماً خاموش نظر آتے ہیں۔

البتہ بعض قدیم مؤرخین مثلاً طبری وغیرہ نے یہ کہہ دیا ہے اور پھر متاخرین محدثین نے بھی اس معاملہ پر ناقذانہ نگاہ کی ہے، جیسا کہ آئندہ سطور میں ہم اس پر

حوالہ جات پیش کر رہے ہیں۔

— یہاں سے عیاں ہوتا ہے اہل سازش کی طرف سے ولید کے خلاف بناوٹ تھی۔ ولید کو مطعون کر کے ان کے منصب سے الگ کر دینا مطمح نظر تھا اور بس!

— یہ چیز کہ ولید نے شراب خوری کی ہو، یہ بات درست نہیں اس واقعہ کا پس منظر مؤرخین نے دکھا ہے اور اصل واقعہ سے پردہ اٹھا دیا ہے۔ اس کو معلوم کرنے کے بعد مسئلہ انہا صاف ہو سکے گا اور الزام دور ہو جائے گا۔

— تاریخ ابن جریر طبری میں مذکور ہے :-

..... اجتبع نفر من اهل الكوفة فعملوا في عزل الوليد

فانتدب ابو زینب بن عوف (الازدی) و ابو مورع بن

فلان الاسدی للشهادة علیه فغشوا الوليد و اکتوا علیه

فینا هم معه یوما فی البیت فنام الولید و

تفرق القوم عنه و ثبت ابو زینب و ابو مورع فتناول

احدهما خاتمة ثم خرجا وقد ادادا هیتة

فطلبهما فلم یقدر علیهما و كان وجههما الی المدینة فقتلما

علی عثمان و معهما نفر من یعرف عثمان من قد عزل

الولید عن الاعمال فقالوا له فقال من یشهد؟ فقالوا

ابو زینب و ابو مورع فقال کیف رأیتما؟ قال کنا

من غاشیتہ فدخلنا علیه و هو یقئ الخمر فقال ما یقئ الخمر

الآثار بها فبعث الیه فلما دخل علی عثمان فحلف له

الولید و أخبره خبرهم فقال تقیم الحدود و یدبوا شاهد

الزور بالنار فاصبر يا اخي... الخ

(تاریخ طبری، ص ۶۱، ۶۲، جلد ۵ تحت ۳۳۷)

یعنی اہل کوفہ کی ایک جماعت جمع ہوئی۔ ولید کے معزول کرنے کے لیے عملی پروگرام بنایا۔ ایک شخص ابو زینب بن عوف ازدی قبیلہ سے۔ دوسرا ابو مورع بن فلان اسدی قبیلہ سے ان دونوں نے ولید کے خلاف گواہی دینے کا کام اپنے ذمہ لیا۔

ایک روز ولید بن عقبہ کے پاس گئے مجلس میں قریب تر ہو کر شریک ہوتے۔۔۔۔۔ اتفاق سے ولید سو گئے اور دوسرے لوگ اٹھ کر چلے گئے۔ ابو زینب اور ابو مورع بیٹھے رہے۔ موقع پا کر ان میں سے ایک نے ولید کی انگوٹھی (مہر والی) پکڑ لی اور وہاں سے نکل کھڑے ہوئے۔۔۔۔۔ ایک سنگین معاملہ ان کے ارادہ میں تھا۔۔۔۔۔

ولید بیدار ہوتے (انہوں نے ان دونوں کو طلب کر لیا یہ دونوں نہ ملے۔ دونوں نے کوفہ سے نکل کر مدینہ شریف کا رخ کیا حضرت عثمانؓ کی خدمت میں پہنچے۔ ابو زینب و ابو مورع کے ساتھ دیگر لوگ بھی تھے۔۔۔۔۔ رجن کو ولید نے اپنے مناصب سے الگ کر دیا تھا، ان سب نے مل کر ولید کی شکایت پیش کی حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ تم میں سے کون اس واقعہ کی گواہی دیتا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ ابو زینب اور ابو مورع گواہی دیتے ہیں۔۔۔ حضرت عثمانؓ نے ان سے دریافت فرمایا کہ ولید کو تم نے کس حالت میں دیکھا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم ولید کے پاس آنے جانے والے لوگ ہیں۔ ہم ولید کے پاس گئے تو وہ شراب کی قے کرنے لگے حضرت عثمانؓ

نے فرمایا کہ شراب کی قے وہی کرتا ہے جس نے شراب پی ہو۔ پھر حضرت عثمانؓ نے ولید کی طرف آدمی ارسال کر کے اسے مدینہ منورہ میں طلب کیا۔ جب ولید حضرت عثمانؓ کے پاس آئے۔۔۔۔۔ تو ولید نے اس کام (یعنی شراب خوری نہ کرنے) کا حلف اٹھایا، اور اپنا معاملہ بیان کیا۔

— (شہادت کی بنا پر) حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ ہم حد قائم کرتے ہیں (یعنی شراب خوری کی سزا دیتے ہیں) گواہ اگر جھوٹے ہیں تو وہ دوزخ کی آگ کی طرف لوٹ کر جائیں گے۔ آئے برادر، صبر کیجیے۔ (پھر حد لگوائی، وغیرہ)

(تاریخ طبری، ص ۶۱-۶۲، ج ۵)

— طبری کی اس روایت کے ذریعہ واضح ہو گیا کہ: کوفہ کے شریر طبع لوگوں نے ایک مستقل سکیم تیار کی تھی تاکہ ولید کو معزول کر لیا جائے۔

— اس منصوبہ کے تحت انہوں نے جعلی شہادت دی جس پر حد لگوائی گئی۔ درحقیقت ولید نے شراب خوری نہیں کی تھی۔

— بظاہر شہادت اہل قانون شرعی کے اعتبار سے مکمل تھی۔ اس لیے حضرت عثمانؓ نے اس کو رد نہ کیا۔ بلکہ اس پر عمل درآمد کیا۔

— اور قرینہ موجود ہے کہ حضرت عثمانؓ اس واقعہ کو جعلی خیال کرتے تھے، اس وجہ سے کہ فرمایا "جھوٹے لوگ دوزخ کی طرف لوٹ کر جائیں گے۔"

یہ تمام کوفہ کے فساد و عناد و طبع لوگوں کی داستان ہے جس میں انہوں نے ایک اچھے باکردار شریف انسان کو ملوث کر دیا۔

اب ہم ذیل میں چند دیگر علماء کے اقوال نقل کرتے ہیں۔
دیگر علماء کے اقوال | نے اس واقعہ کو بعض کوفیوں کی طرف سے ایک

متعصبانہ کاروائی ذکر کی ہے اور شہادت کو ناجی گواہی قرار دیا ہے۔

(۱) — "الأصابة" میں منقول ہے کہ ویقال ان بعض اهل الكوفة

تعصبوا علیه فشهدوا عليه بغير الحق "

(الاصابة، ج ۳، ص ۶۰۱ تحت الولید بن عقبہ)

(۲) — قيل في الوليد بخصوصه ان بعض اهل الكوفة تعصبوا

عليه فشهدوا عليه بغير الحق "

دفع المغيث للسخاوی شرح الفیہ الحدیث، ج ۳، ص ۳۸۸

تحت معرزة الصحابة - طبع دیرینہ طیبہ)

یعنی حافظ ابن حجر عسقلانی اور شمس الدین السخاوی فرماتے ہیں کہ بعض کوفی لوگوں نے ولید کے ساتھ تعصب کیا اور ناجی شہادت ان کے خلاف دے دی۔

اب روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ ولید کے خلاف یہ سب کچھ سازش تھی جس کی بنا پر کوفیوں نے معزولی کرائی تھی۔

معرض حضرات ان قصہ ہائے پارینہ کو دوبارہ تازہ کر کے ولید کے خلاف نفرت پھیلانے کی سعی فرما رہے ہیں۔ حالانکہ کبار علماء نے ولید کی ان چیزوں کے

سلسلہ میں لکھا ہے کہ "الصواب السکوت" کہ صحیح اور درست یہ ہے کہ خاموشی اختیار کی جائے۔

تہذیب التہذیب لابن حجر عسقلانی، ج ۱۱، ص ۱۲۳

طبع اول - دکن تحت مذکرہ ولید)

اللہ تعالیٰ ان معترضین کو ہدایت بخشے اور فرمان الہی (وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا

لِلَّذِينَ آمَنُوا) پر عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب فرمائے۔

سعید بن العاص کے متعلقات

سعید بن العاص بن امیہ میں سے ہیں۔ یہ ولید بن عقبہ کے بعد کوفہ پر حضرت عثمان کی طرف سے والی بنائے گئے تھے۔ مخالفین ان پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ... فظہر منه ما أدى الى ان اخرجہ اهل الكوفة منها " سعید بن العاص سے ایسی چیزیں صادر ہوئیں جن کی وجہ سے اہل کوفہ نے ان کو کوفہ سے نکال دیا۔

(منہاج الکرامۃ لابن مطہر الحلی الشیعی، ص ۶۶۔

تحت مطاعن عثمانی طبع لاہور، مع منہاج السنہ)

اس کے بعد سعید بن العاص کا اجمالی تذکرہ ہم قارئین کرام کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ جس کے پیش نظر سعید مذکور کی شخصیت و کردار، اخلاق و عادات اور اسلامی خدمات، واضح ہو سکیں گی۔ اور وارڈ کردہ اعتراضات کے ساتھ ان کا موازنہ کیا جاسکے گا۔

نام و نسب اور صحابی ہونا | علماء کرام نے لکھا ہے کہ سعید بن العاص بن سعید بن العاص بن امیہ تقریباً لاموی کو حضور

اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب ہے۔ اور بعض نے یہ فرمایا ہے کہ

انتقال نبوی کے وقت سعید کی عمر نو سال کی تھی (یعنی صنعا صحابہ میں ان کا شمار تھا)

"قال ابن ابی حاتم عن ابیہ له صحبة رقت، کان له يوم

مات النبی صلی اللہ علیہ وسلم تسع سنین -

(۱) — الاصابہ، ج ۲، ص ۲۵ تحت سعید بن العاص -

(۲) — تہذیب التہذیب، ص ۲۹، ج ۲ - تحت
تذکرہ سعید مذکور -

علمی قابلیت
زبان عرب کے بہت بڑے مبلغ اور فصیح اللسان تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لب و لہجہ میں مشابہت نامہ رکھتے تھے۔

”... ان عربیۃ القرآن اقیمت علی لسان سعید بن العاص
لانہ کان اشبههم لمجة برسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم۔“

(۱) — الاصابہ، ج ۲، ص ۲۵ تحت سعید بن العاص

(۲) — تہذیب التہذیب، ج ۲، ص ۲۹ - تحت سعید

(۳) — الاستیعاب، ص ۹، جز ثانی، الاصابہ، تحت
سعید بن العاص -

کریمانہ اخلاق
سعید بن العاص کے سیرت نگار علمائے کرام نے لکھا ہے کہ سعید بڑے حلیم الطبع اور باوقار تھے۔ قوم کے باسٹا لوگوں میں شمار ہوتے تھے۔ نہایت عمدہ سیرت رکھنے والے تھے اور بھلائی میں بہت ہی مشہور تھے۔

”روی عن صالح بن کیسان قال کان سعید بن العاص حلیمًا
وقورًا۔“

(۱) الاصابہ، ص ۲۹، ج ۲ - تحت سعید -

”وکان من سادات المسلمین والاجراد المشہورین

... وقد کان حسن السیرۃ، جید السریرۃ... وکان

کریماً جواداً ممدوحاً۔“

(۱) — البدایہ لابن کثیر، جلد ۸، ص ۸۷، تذکرہ سعید -

(۲) — البدایہ لابن کثیر، ص ۸۴، جلد ۸، تحت
۱۵ھ، طبع اول -

کارنامے
حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کی خلافت کے (آخری دور) میں سعید بن العاص عراق کے علاقہ پر حضرت عمرؓ کے عاملین میں سے تھے۔

اور حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں کوفہ کے حاکم بنائے گئے تو انہوں نے طبرستان اور جرجان کے علاقے کو فتح کیا۔ ان کے لشکر میں حضرت حذیفہؓ جیسے کبار صحابہ شامل تھے۔

آذربائیجان کے لوگوں نے نقض عہد کیا تو سعید نے ان پر چڑھائی کر دی اور دوبارہ فتح کر لیا۔

”وکان سعید ہذا من عمال عمر رضی اللہ عنہ علی
السواد۔“

(البدایہ، ص ۸۴، ج ۸ تحت تذکرہ سعید ۱۵ھ)

”وولی الکوفۃ وغناطبرستان وفتحها وغزاجرجان

وکان فی عسکرہ حذیفۃ وغیرہ من کبار الصحابۃ۔“

(الاصابہ، ص ۲۵، ج ۲، تحت سعید)

”ونقض العداہل آذربائیجان وغزاهم وفتحہما۔“

(البدایہ، ص ۸۴، جلد ۸ - تحت ۸ شہ)

سعيد اور آل ابی طالب کا تعلق (۱) سابقاً اس چیز کا ذکر ہو چکا ہے کہ عہد عثمانی میں جب سعید

بن العاص مدینہ پہنچے تو اکابر مہاجرین اور انصار کی طرف کئی قسم کے عطیات اور پوتھائیں روانہ کیں۔ اس کے ضمن میں حضرت علیؑ کی طرف ہدایا و عطایا ارسال کیے اور آپ نے ان چیزوں کو قبول فرمایا۔

..... و قدّم سعید بن العاص المدینة واخذاً علی

عثمان فبعث الی وجوه المهاجرین والانصار بصلات و

کسی وبعث الی علی ابن ابی طالب ایضاً فقیل ما بعث الیہ-

(طبقات بن سعد، ج ۵، ص ۲۱ - تحت

سعید بن العاص، طبع لیدن)

(۲) سعید بن العاص نے ام کلثوم بنت علی المرتضیٰ سے خطبہ منگنی

کیا اور ان کی طرف ایک لاکھ درہم ارسال کیے۔ اس معاملے میں حضرت امام

حسنؑ اور حضرت ام کلثومؑ رضاً مند تھے لیکن حضرت امام حسینؑ کی رائے اس

کے خلاف تھی۔ مقررہ وقت پر دونوں فریق مجلس میں حاضر ہوئے تو سعید بن العاص

نے کہا کہ ابو عبد اللہ کہاں ہیں؟ حضرت حسنؑ نے فرمایا کہ اس معاملہ میں میں کافی ہڑلی

تو سعید کہنے لگے کیا حضرت امام حسینؑ اس کو ناپسند کرتے ہیں تو حضرت امام حسنؑ

نے جواب دیا۔ ہاں۔ سعید بولے "میں ایسے معاملے میں داخل نہیں ہوتا جس کو

حضرت امام حسینؑ ناپسند کرتے ہوں۔ یہ کہہ کر حضرت سعید مجلس سے واپس

چلے گئے اور جو مال (یعنی ایک لاکھ درہم) دیا تھا اس میں سے کچھ بھی واپس

نہ لیا۔

..... خطب سعید بن العاص ام کلثوم بنت علی بعد

عمرو وبعث لہا بمائة الف فدخل علیہا اخوها الحسین

وقال لا تزوجیہ فقال الحسن انا ازوجه واتعد و ا

لذاک فحضروا فقال سعید و ابن ابو عبد اللہ؛ فقال الحسن

ساکفیک قال فلعن اباعبد اللہ کرہ ہذا قال نعم قال

لا ادخل فی شیء یکرہہ ورجع ولحق باخذ من المال شیئاً۔

(سیر اعلام النبلاء للذہبی، ص ۲۹۵ - ج ۳ -

تحت سعید المذکور)

..... ان سعیداً خطب ام کلثوم بنت علی من فاطمة

التي كانت تحت عمر بن الخطاب فاجابت الی ذلك..

.... انما کرہ ذالک الحسین و اجاب الحسن -

(البدایہ، ص ۸۶، ج ۸ - تحت ذکر سعید شہ)

ان ہر دو حوالہ جات سے مندرجہ ذیل چیزیں ثابت ہوتی ہیں:-

(۱) حضرت امام حسینؑ اگرچہ اس نکاح کے خلاف تھے، تاہم سیدنا حضرت

حسنؑ اور سیدہ ام کلثومؑ بنت علیؑ اس خطبہ پر راضی تھے اور نکاح کر

دینے کے لیے آمادہ تھے۔ لیکن بعض وجوہ کی بنا پر یہ رشتہ نہ ہو سکا۔

(۲) حضرت سعید بن العاص کا ایک لاکھ درہم دینا اور پھر واپس نہ لینا

ان کے جوہد و کرم کی واضح علامت ہے۔

(۳) حضرت امام حسنؑ اور حضرت ام کلثومؑ کا ایک لاکھ درہم قبول کرنا

حضرت سعید بن العاص کے ساتھ بہترین رفاقت کا بین ثبوت ہے۔

آخری گزارش

مندرجاتِ بالا سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سعید بن العاصؓ بڑے سخی، باہمت اور صاحبِ اخلاق آدمی تھے، اسلامی فتوحات میں ان کے عظیم کارنامے ہیں۔ بنی ہاشم کے ساتھ ان کے روابط بہت عمدہ تھے۔

ان اوصاف کی حامل شخصیت کے متعلق مخالفین نے جو الزامات عائد

کیے ہیں وہ سراسر بے اصل اور بے سرو پا ہیں۔

حضرت عثمانؓ نے وقتی تقاضوں کے پیش نظر جو ان کی معزولی فرمائی تھی اس کے اسباب دوسرے تھے۔ انہوں نے کوئی شہریوں کے پروپیگنڈہ کو فرو کرنے کے لیے ایسا کر دیا تھا۔

عبداللہ بن عامر کے متعلقات

ان کے متعلق منہاج الکرامہ لابن مطہر الحلبي الشیبی نے لکھا ہے کہ:

”وولي عبد الله بن عامر العراق ففعل من المنكر ما فعل“

(منہاج الکرامہ، ص ۶۷، تحت مطاعن عثمانی،

”یعنی حضرت عثمانؓ نے عبداللہ بن عامر کو (جو آپ کے ماموں زاد بھائی تھے) عراق (بصرہ) کا ولی بنایا، ان سے وہاں بڑے کام صادر ہوئے“

اس کے بعد عبداللہ بن عامر کا مختصر سا تذکرہ ہم پیش کرتے ہیں جن میں سے ان کی شخصیت، اخلاق و کردار اور ان کی زندگی کے نمایاں کارنامے آشکارا ہو سکیں گے اور معترضین کے اعتراضات کی حقیقت سامنے آجائے گی۔

ان کا اسم گرامی عبداللہ بن عامر بن کریز ہے۔ اور ماں کا نام حجابہ بنت اسلم بن صلت ہے۔

عبداللہ بن عامر حضرت عثمانؓ کے ماموں (عامر) کے بیٹے ہیں۔ حضرت عثمانؓ، حضرت عبداللہ بن عامر کی چھوٹی (اروی) بنت کریز کے بیٹے ہیں۔ عامر اور اروی بھائی بہن ہیں۔ ان کی والدہ ام حکیم بنت عبدالمطلب بن ہاشم ہاشمی خاندان سے ہیں۔

(۱) — نسب قریش، ص ۱۲۷، تحت اولاد عامر بن کریز۔

(۲) — طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۲۱ تحت عبداللہ بن کثیر۔

(۳) — اسد الغابہ، جلد ۳، ص ۱۹۱ تحت ذکر عبداللہ بن عامر۔

صغیر سنی میں عبداللہ بن عامر کو کعبہ
عمرة القضا کے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب مبارک ان کے دہن میں ڈالا اور انہوں نے لعاب مبارک کو چوس لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر عبداللہ بن عامر کے بارے میں ارشاد فرمایا ”یہ ہمارا بیٹا ہے۔ اور ہمارے ساتھ زیادہ مشابہ ہے اور یہ مستقی (سیراب شدہ) ہے“ اس بنا پر جہاں سے وہ زمین کریدتے وہاں سے پانی کا چشمہ ظاہر ہو جاتا تھا۔ جیسا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمان دیا تھا۔

”أتی بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وهو صغیر فقال لهذا
یشبهنا وجعل ینقل علیہ ویعوذک وجعل عبد اللہ ینتلع
رئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انه المستقی فكان لا
یعالج ارضاً الا ظهر له الماء فكان كما قال رسول الله
صلى الله عليه وسلم۔“

(۱) — الاستیعاب، ص ۳۵۱، جلد ۲، مع اصحابہ، تحت

عبداللہ بن عامر

(۲) — اسد الغابہ، ص ۱۹۱، جلد ۳، تحت عبداللہ بن کثیر

(۳) — الاصابہ، ص ۱۲۰، جلد ۳، تحت عبداللہ بن کثیر

”وفی روایتہ الطبقات قال هذا ابننا وهو اشبهکم

بنا وهو مستقی فلم یزل عبد اللہ شریفاً . . . الخ

(۲) طبقات ابن سعد، ص ۳۱، ج ۵، تحت

تذکرہ عبداللہ بن عامر بن کثیر طبع اول لیدن۔

عبداللہ بن عامر نہایت سخی مرد اور بہادر
تھے۔ اپنی قوم کے ساتھ صلہ رحمی کرنے والے

تھے۔ اور قرابت داروں میں محبوب و شفیق تھے۔

”وکان ابن عامر رجلاً سخياً شجاعاً وصولاً لبقومہ ولقبابہ

محبباً فیہم رجیماً“

(۱) — طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۳۲، تحت

عبداللہ بن عامر۔

(۲) — الاستیعاب لابن عبدالبر، ج ۲، ص ۳۵۲۔

تحت عبداللہ بن کثیر۔

(۳) — کتاب نسب قریش، ص ۱۲۹۔

جب عبداللہ بن عامر کو حضرت عثمان کی طرف سے بصرہ
پر حاکم بنایا گیا تھا تو ان کی عمر اس وقت قریباً پچیس سال

تھی۔ آپ نے حضرت عثمان سے غزوات اور جہاد کے لیے اجازت طلب کی۔

اجازت ملنے پر آپ نے ۳۳ھ میں خراسان اور فارس کے اطراف فتح کیے بھتان

کرمان، زابلستان وغیرہ علاقہ جات ان کی مساعی سے مفتوح ہوئے اور اسلام کا

جھنڈا سر بلند ہوا۔

وولاء بلاد فارس وکان عمرہ خمس وعشیرین (۲۵)

سنة فافتحه خراسان کلها واطراف فارس و سیستان و

کرمان وزابلستان . . . الخ

(۱) — اسد الغابہ، ج ۳ ص ۱۹۱ تحت عبداللہ بن عامر
(۲) — طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۳۳ تحت ابن عامر
”... ہو (فتوح خراسان و قتل کسریٰ فی ولایتہ“

(۳) — الاستیعاب، ج ۲، ص ۳۵۲ معہ الاصابہ

تحت عبداللہ بن عامر۔

— کتاب البلدان للیعقوبی الشیبی کے بیان کے مطابق عبداللہ بن

عامر بن کرز کی نگرانی میں مندرجہ ذیل علاقے بھی مفتوح ہوئے۔ مثلاً:

قومس، نسا، ابرشہر، جام، طوس، اسفرائین، سرخس، مرو، بلخ،

زرنج، مرو، وغیرہ

کتاب البلدان لابن احمد بن واضح الیعقوبی الشیبی، ص ۲۵ تا ۲۵۔

مطبوعہ المجدریہ النجف (عراق)، الطبعة الثالثة، سن طباعت

۱۳۴۴ھ
۱۹۵۷

— اور خلیفہ بن خیاط نے اپنی تاریخ جلد اول میں عبداللہ بن عامر کی نگرانی میں

مفتوح ہونے والے مزید مقامات بھی ذکر کیے ہیں۔ مثلاً

اکاریاں۔ البیشجان۔ دار بجد۔ زائق، ناشب۔ باشرورڈ۔ ہزارہ تبت

تخارستان، الجوزجان۔ انفاریاب۔ الطاقان۔ بلخ خوارزم۔ باذغیس

اصبہان۔ حلوان۔

(۱) — تاریخ خلیفہ بن خیاط، جز اول، ص ۱۲۰-۱۲۱۔

تحت سن ثلاثین۔ طبع اول عراق۔

(۲) — تاریخ خلیفہ بن خیاط، ج ۱، ص ۱۵۸۔

تحت القضاة عثمانی۔

عبداللہ بن عامر نے مسلمانوں کی نفع رسانی کے لیے کئی منقعات
امور رفاه عامہ میں حوض بنوائے، باغات لگوائے، نہریں کھدوائیں اور
ان کے علاوہ متعدد رفاه عامہ کے کام سرانجام دیئے۔ خصوصاً منقعات میں
پانی کے حوضوں کا انتظام کرایا۔

(۱) — وهو اول من اتخذ الحيض بعرفة و اجري اليها العين و

سقى الناس الماء فذاك جار الى اليوم۔

۱۔ طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۳۴ تحت عبداللہ بن عامر

۲۔ اسد الغابہ، ج ۳، ص ۱۹۱ تحت عبداللہ بن عامر بن کرز۔

۳۔ البدایہ لابن کثیر، جلد ۸، ص ۸۸ تحت تذکرہ عبداللہ بن عامر۔

(۲) — وهو الذي عمل السقايه بعرفه ... وله النجاج

(موضع) الذي يقال له نجاج ابن عامر وله المحفة وله بستان

ابن عامر بنخلّة على ليلة من مكة وله آثار في الارض كشيخة۔

کتاب نسب قریش، الجزء الخامس، ص ۲۸، الطبع مصری

ابن عامر اپنی ولایت کے دوران ایک

اہل مدینہ کے لیے خدمات دفعہ حضرت عثمان کے پاس بہت سا

مال لے کر مدینہ پہنچے تو حضرت عثمان نے انہیں فرمایا ”اپنی قوم اور قرابت داروں کے

ساتھ صلہ رحمی کیجیے اور ان کے ہاں اموال پہنچائیے“ پس ابن عامر نے قریش اور

انصار میں بہت سے اموال اور پوشاکیں تقسیم کیں اور کثیر چیزیں اہل مدینہ کو

پہنچائیں تو اہل مدینہ نے تعریف کرتے ہوئے ان کا شکر ادا کیا۔

”وقدمر على عثمان بالمدينة فقال له عثمان صل قربانك

وقومك ففرق في قریش والانصار شيئاً عظيماً من الاموال

والکسوات فاشنوا علیہ۔

(۱) — اسد الغابہ، جلد ۳، ص ۱۹۱ تحت عبداللہ بن عامر

(۲) — الاصابہ، ج ۳، ص ۶۱ تحت عبداللہ بن عامر

ابن عامر ابن تیمیہ کی نظروں میں | ابن تیمیہ نے اپنی تصنیف منہاج السنہ میں عبداللہ بن عامر کی خوبیاں اور

ان کا لوگوں کے ہاں مقبول عام ہونا بیان کیا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

”ان له من الحسنات والجملة في قلوب الناس ما لا ينكر“

(منہاج السنہ، ص ۱۸۹-۱۹۰-ج ۳)

”یعنی ابن عامر کے لیے بے شمار خوبیاں ہیں۔ اور عوام کے قلوب میں

ان کی خوب محبت تھی جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔“

مندرجات بالا کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ عبداللہ بن عامر ایک عظیم شخصیت اور باکردار انسان تھے جنہوں نے اسلام اور اہل اسلام کی بے شمار خدمات سرانجام دیں۔ ان اوصاف کے پیش نظر مخالفین کے تمام اعتراضات بے جا اور بے محل نظر آتے ہیں۔ یہ اعتراضات محض گروہی تعصب کی بنا پر وارد کر دیئے گئے ہیں تاکہ ان کے حق میں لوگوں کے قلوب میں تنفر اور بغض قائم رہے اس ”نیک مقصد“ کے بغیر اور کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔

جزاهم اللہ تعالیٰ علی حسب مواہمہ۔

سیدنا امیر معاویہؓ کے متعلقات

حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھ معترض دوستوں کو خصوصی عداوت ہے۔ ان کے دورِ ولایت اور دورِ خلافت کو نہایت مکر وہ تعبیرات کے ساتھ ذکر کیا کرتے ہیں۔ مخالفین کے نزدیک یہ ایک سیاہ دور ہے جس میں اسلام کے ایک ایک دستور کا خاتمہ کر دیا گیا۔ آئینِ اسلامی کو ختم کر کے جبر و استبداد کے طریقے رائج کر دیئے گئے۔ دینی طرز و طریق کے بجائے آمرانہ دستور کو فروغ دیا گیا۔

ابن المطہر الحلی الشیبی نے اپنی تصنیف ”منہاج الکرامہ فی اثبات الامامہ“ میں امیر معاویہؓ کے حق میں مختصر سا جملہ لکھا ہے جس میں ان کے متعلقہ سب مطاعن کو سمودیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ:

”وولی معاویة الشام فاحدث من الفتن ما احدث“

”یعنی امیر معاویہؓ شام کے والی بنائے گئے، پس انہوں نے بے شمار فتنے پیدا کر ڈالے“

(منہاج الکرامہ فی اثبات الامامہ، ص ۶، تحت مطاعن عثمانی)

طبع لاہور در آخر منہاج السنہ لابن تیمیہؒ

قبل ازیں بحث اول تحت عنوان الشام، میں حضرت امیر معاویہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دینی خدمات عہدِ نبوت میں، عہدِ صدیقی میں، دورِ فاروقی میں مختصراً درج کی گئی تھیں۔ اب ہم قارئین کرام کی خدمت میں امیر معاویہؓ کے متعلق روایات اور اسلامی تاریخ سے ان کی قابلیت اور صلاحیت و دینی و

مئی کارنامے پیش کرینگے جن کی وجہ سے وارد کردہ اعتراضات کا جواب ہوگا اور اس دور کے متعلقہ شکوک و شبہات کا خاتمہ ہوگا۔

اس کی صورت یہ ہوگی کہ پہلے امیر معاویہؓ کے مقام اور کردار کو پیش کیا ہے۔ اس کے بعد خاندان بنی ہاشم کے ساتھ ان کے حسن روابط اور حسن سلوک کے واقعات کو درج کیا ہے۔ تمام بحث کے آخر میں سب و شتم وغیرہ کے اعتراض کو زائل کیا گیا ہے اور ان اباحت کو عہد عثمانی کے ساتھ مخصوص نہ تصور کریں یہ چیزیں ان کی شخصیت کے اعتبار سے ذکر کی جاتی ہیں۔

سیدنا امیر معاویہؓ کا پوری نسب اس طرح ہے معاویہ بن ابی سفیان بن حرب بن

نام و نسب اور قبول اسلام

امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔

و کتاب نسب قریش، ص ۱۲۴ تحت ولد ابی سفیان (الصخر)

اور مادری سلسلہ نسب یہ ہے :- ان کی والدہ کا نام ہند بنت عتبہ ہے ہند

بنت عتبہ بن ربیع بن عبد شمس بن عبد مناف۔

(۱) - نسب قریش، ص ۱۲۵ تحت ولد ابی سفیان (الصخر)

(۲) - الاصابہ، ص ۴۰۹، ج ۴ - تحت ہند بن عتبہ۔

نسب انہا سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر معاویہؓ اور حضور علیہ السلام کا پانچواں دادا ایک ہے جس کا نام عبد مناف ہے۔

آپ کی عمر کا قریباً اٹھارواں سال تھا کہ عمۃ القضاہ کے موقع پر آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی اور اسلام قبول کیا۔ آپ نے اپنے اسلام کو فتح مکہ تک اپنے والدین سے چھپاتے رکھا۔ اور ان کے والدین (یعنی ابوسفیان والد اور ہند بنت عتبہ والدہ) فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے۔

وكان معاوية يقول انه اسلم عام القضيده والله لئحي
رسول الله صلى الله عليه وسلم مسلماً وكتما اسلامه من
ابيه وامه... الخ

(۱) - اسد الغابہ جلد رابع، ص ۳۸۵ تحت تذکرہ معاویہ
(۲) - البدایہ لابن کثیر، جلد ۸، ص ۱۱۴ تحت معاویہ بن ابی سفیان -
(۳) - تاریخ بغداد جلد اول، ص ۲۰۴ تحت تذکرہ معاویہ بن ابی سفیان -
(۴) - نسب قریش، ص ۱۲۴ تحت اولاد ابی سفیان ابن حرب
کتاب دول الاسلام، جزو اول للذہبی تحت سنتہ ستین، ص ۲۸، ج ۱ (طبع حیدرآباد دکن)
تہذیب الاسماء واللغات للنفوسی، ج ۲، ص ۱۰۲ -
تحت معاویہ بن ابی سفیان -
تاریخ الاسلام للذہبی - ج ۲، ص ۳۱۸ تحت ترجمہ معاویہ

ناظرین کرام مطلع رہیں کہ عام مؤرخین اور اہل تراجم امیر معاویہؓ کے اسلام کے متعلق یہی ذکر کیا کرتے ہیں کہ وہ فتح مکہ (آٹھ ہجری) کے موقع پر اسلام لائے لیکن ہم نے جو قول ذکر کیا ہے وہ حضرت امیر معاویہؓ کا اپنا بیان ہے۔ اور قدیم مؤرخین (صاحب نسب قریش، صاحب تاریخ بغداد وغیرہ) نے اس کو باسناد نقل کیا ہے لہذا دوسرے لوگوں کے اقوال کے مقابلہ میں امیر معاویہؓ کے اپنے قول کو ترجیح دی جلتے گی۔

خاندان امیر معاویہ اور بنو ہاشم کے نسبی روابط

ایک خاندان کا دوسرے خاندان کے ساتھ دائمی تعلق قائم کرنے کے لیے نسبی تعلقات ایک بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان تعلقات کی بنا پر ایک قبیلہ دوسرے کے قریب تر ہو جاتا ہے، دونوں قبیلوں کے درمیان گہرے اور دائمی روابط مضبوط ہو جاتے ہیں اور ان کے درمیان شفقت و محبت بھڑدی و خیر خواہی جیسے جذبات پائے جاتے ہیں۔

اب ہم ناظرین کرام کی خدمت میں حضرت امیر معاویہ کے خاندان اور قبیلہ بنی ہاشم کی چند ایک رشتہ داریاں ذکر کرتے ہیں تاکہ ان دونوں قبائل کا ایک دوسرے کے قریب ہونا لوگوں پر واضح ہو سکے۔

رشتہ اول

حضرت امیر معاویہ کی بہن ام حبیبہ بنت ابی سفیان نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں تھیں اس لیے انہیں اہل المؤمنین ہونے کا اور حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا برادر نسبتی ہونے کا شرف حاصل ہے اور اہل حبیبہ کا نام رملہ ہے۔

(۱) — نسب قریش، ص ۱۲۳-۱۲۴ تحت لدالی سفیان بن خزیمہ

(۲) — طبقات بن سعد، ص ۶۸-۶۹ ج ۸ تحت ام حبیبہ

(رملہ بنت ابی سفیان)، طبع لیدن یورپ۔

حضرت امیر معاویہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم زلف ہیں۔ (یعنی جس کو دوام ساندو کہتے ہیں)۔ ام المؤمنین ام سلمہ کی بہن قرینہ الصغریٰ امیر معاویہ کے نکاح میں تھیں اور ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

... و سالفہ من قبل ام سلمة معاویة بن ابی سفیان

بن حرب بن امیة كانت عند قريظة الصغرى بنت امیة
بن مغيرة اخت ام سلمة لایها لحد لہ۔

(کتاب الحجر، ص ۱۰۲۔ طبع حیدرآباد دکن)

حضرت امیر معاویہ کی بہن ہند بنت ابی سفیان بن حرب حضرت علیؓ کے
سوم چچا زاد بھائیوں کی اولاد میں سے حارث بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب
بن ہاشم کے نکاح میں تھی اور اس سے اولاد بھی ہوئی۔ ایک بیٹے کا نام محمد تھا۔

« هند بنت ابی سفیان بن حرب بن امیة الامویة اخت

معاویة كانت زوج الحارث بن نوفل بن الحارث بن عبدالمطلب

بن ہاشم فولدت له ابنه محمداً۔

(۱) — الاصابہ، ص ۵۸، ۵۹ ج ۳ تحت عبداللہ بن

حارث بن نوفل۔ الخ

(۲) — الاصابہ، ص ۴۰۶، ج ۴۔ تحت ہند بنت ابی

سفیان بن حرب۔

(۳) — تہذیب التہذیب، ص ۱۸۱، ج ۵۔ تحت عبداللہ

بن الحارث۔

(۴) — طبقات ابن سعد، ص ۱۵، ج ۵، تحت عبداللہ الذکوی

طبع لیدن۔

حضرت سیدنا حسینؓ کے لڑکے علیؓ (شہید کربلا) کی ماں لیلیٰ بنت ابی مرثدہ بن مروہ
چہارم بن مسعود ثقفی ہیں اور لیلیٰ کی ماں میمونہ بنت ابی سفیان بن حرب ہے جو
امیر معاویہ کی بہن ہیں۔ دوسرے لفظوں میں حضرت حسینؓ کی ساس (خوشدامن)،
میمونہ بنت ابی سفیان ہیں اور میمونہ علیؓ کی نانی ہیں۔ امیر معاویہ علیؓ کی ماں

کے سگے ماموں ہیں اور سیدنا حضرت حسینؑ کے گھرا میر معاویہؓ کی سگی بھانجی یعنی خواہر زادی ہے۔

”ولد الحسين بن علي بن ابي طالب علياً اكبر قتل بالطقت مع ابيه وامته ليلي بنت ابي مرة بن عروة بن مسعود الثقفي واما ميمونة بنت ابي سفيان بن حرب بن امية۔“

(۱) کتاب نسب قریش، ص ۵۷۔ تحت ولد حسین بن علی بن ابی طالب۔

(۲) تاریخ خلیفہ بن خلیفہ، ج ۱، ص ۲۵۵۔ تحت ۳۱۸ مقتل حسین واصحابہ۔

اور شیعہ علماء نے رشتہ انہذا کو مندرجہ ذیل مقامات میں تحریر کیا ہے۔
۱۔ مقاتل الطالبین لابن الفرج الاصبہانی اشعری، ص ۵۴، ج ۱۔ طبع بیروت۔
باب ذکر خیر الحسین بن علی ومقتلہ ومن قتل معہ۔
۲۔ منہبئ الآمال للشیخ عباس قمی اشعری، ص ۶۴۔ ج ۱۔ تذکرہ ازواج حسین بن علی۔

حضرت علیؑ کے چچا عباس بن عبد المطلب کی پوتی لبابہ بنت عبید اللہ بن عباس حضرت امیر معاویہؓ کے بھتیجے ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کے نکاح میں تھیں۔

”وتزوجت لبابة بنت عبید اللہ بن عباس بن عبد المطلب العباس بن علی بن ابی طالب ثم خلف علیها الولید بن عتبہ بن ابی سفیان۔“

- (۱) کتاب الحجر، ص ۴۴۱، لابن جعفر البغدادی
(۲) کتاب نسب قریش لمصعب الزبیری، ص ۱۳۳ تحت ولد عتبہ بن ابی سفیان۔
(۳) حواشی عمدة الطالب فی انساب آل ابی طالب لابن عتبہ رضعی، مطبوعہ نجف، عراق تحت اولاد جعفر بن ابی طالب۔ ص ۴۳۔

ششم
حضرت جعفر طیار کی پوتی رملہ بنت محمد نے پہلے سلیمان بن ہشام بن عبد الملک سے نکاح کیا اور اس کے بعد حضرت امیر معاویہؓ کے بھتیجے کے لڑکے ابوالقاسم کے ساتھ نکاح کیا۔

”وتزوجت رملة بنت محمد بن جعفر بن ابی طالب سلیمان بن ہشام بن عبد الملک ثم ابوالقاسم بن ولید بن عتبہ بن ابی سفیان۔“

(کتاب الحجر، ص ۴۴۹)

مندرجہ چند رشتہ داریاں ملاحظہ کرنے کے بعد یہ بات واضح ہوتی ہے کہ:

- (۱) خاندان امیر معاویہ اور بنی ہاشم باہم قریب تر ہیں۔ اس لیے انہیں کسی صورت میں بھی بُرا بھلا کہنا روا نہیں۔ اگر ان دونوں میں سے کسی ایک خاندان کو بُرا بھلا کہا گیا تو وہ گویا دوسرے خاندان کو بُرا بھلا کہنے کے مترادف ہوگا۔ اور ایک رشتہ دار کو بُرا کہنے سے دوسرا قریبی ضرور متاثر ہوگا۔
(۲) دوسری یہ چیز عیاں ہو رہی ہے کہ ان خاندانوں کے درمیان قبائلی عصبیت اور نسلی تعصب بالکل نہیں تھا۔ اسلام کے بعد عصبیتیں اور دھڑے بندیاں ختم ہو گئی تھیں حضرت عثمانؓ کے دور میں پھر سے قبائلی تعصبات کے عود

کر آنے کا نظریہ بالکل واقعات کے برخلاف ہے اور خاص اختراعی اور جعلی ہے جس کو بڑی کوشش سے تصنیف فرمایا گیا ہے۔ اس قسم کے باہم نسی روا بط و دیگر تعلقات اس مسئلہ کے لیے مستقل شواہد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان دلائل کو پس پشت ڈال کر پھر بھی خاندانی تعصبات کا پرچار کرتے رہنا عدل و انصاف کو ختم کر دینے کے مترادف ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اپنے اکابرین کے ساتھ حسن عقیدت نصیب فرماتے جو آخرت میں کام آتے گی اور ان کے ساتھ ضد غنا دار نفرت سے محفوظ فرماتے جو قیامت میں نقصان دہ ثابت ہوگی۔

سیدنا امیر معاویہؓ کے حق میں زبانِ نبوت سے دعائیں

حضرت امیر معاویہؓ نے جو دین اسلام کی خدمات انجام دی ہیں اور اچلتے دین کے لیے جو مساعی فرمائی ہیں، بقائے ملت کی خاطر جو کارنامے پیش کیے ہیں یہ ان دعاؤں کے اثرات ہیں جو ان کے حق میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے وقتاً فوقتاً صادر ہوتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے زبانِ نبوت کے وہ فرمودات منظور فرماتے جو ان کے لیے جاری ہوئے تھے۔ ان کی برکات کی وجہ سے امیر معاویہؓ کو دینی خدمات کی توفیق نصیب ہوئی۔

ان دعائیہ کلمات میں سے چند ایک دعائیں ذکر کی جاتی ہیں جو اکابر علماء نے باسند ذکر کی ہیں یا باسند علماء کا حوالہ دے دیا ہے۔

(۱) ہادی اور مہدی ہونے کی دعا

عبدالرحمن بن عمیرۃ المزنی کہتے ہیں کہ میں نے سردارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معاویہ بن ابی سفیان کے حق میں ارشاد فرما رہے تھے کہ اے اللہ! معاویہؓ کو ہادی بنا اور ہدایت یافتہ بنا۔ یا اللہ!

ان کو ہدایت دے اور ان کے ذریعہ دوسروں کو ہدایت دے۔“

..... عبد الرحمن بن عمیرۃ المزنی یقول سمعت

النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول فی معاویۃ بن ابی سفیان

اللہم اجعلہ ہادیاً مہدیاً و ہدیاً و ہدیباً۔“

(۱) ————— التاریخ الکبیر لامام البخاری، ج ۴، ص ۳۲۷، القسم

الاول، ج ۴، تذکرہ معاویہ بن ابی سفیان طبع حیدرآباد دکن۔

(۲) ————— التاریخ الکبیر للبخاری، ص ۲۴۰، ج ۳، القسم الاول،

باب عبدالرحمن۔

(۳) ————— طبقات ابن سعد، ج ۷، ص ۳۶، قسم ثانی، تحت

عبدالرحمن بن عمیرۃ المزنی۔

(۴) ————— جامع الترمذی، کتاب المناقب، ص ۵۴، باب

مناقب معاویہ بن ابی سفیان۔ طبع قديم اصح المطابع

(۵) ————— تاریخ بغداد للخطیب، جلد اول، ص ۲۰۸، تحت ترجمہ

معاویہ بن ابی سفیان۔

(۶) ————— اسد الغابہ، ج ۴، ص ۳۸۶، تحت معاویہ بن ابی سفیان

طبع تہران

(۷) ————— البدایہ لابن کثیر، ج ۸، ص ۱۲۱، بحوالہ الطبرانی واللام احمد

وغیرہما تحت ترجمہ معاویہ بن ابی سفیان۔

(۸) ————— الفتح الربانی لترتیب مسند الامام احمد بن حنبل الشیبانی، ج ۲۲

ص ۳۵۶، باب ماجاء فی معاویہ بن ابی سفیان۔

(۲) ————— امام بخاری نے اپنی تاریخ کبیرہ تذکرہ حضرت معاویہؓ میں ایک اور روایت

باسند ذکر کی ہے۔ عمیر بن سعد کہتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ کا تذکرہ خیر و خوبی کے بغیر مت کیا کرو۔ میں نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ ان کے حق میں فرماتے تھے کہ اے اللہ! انہیں ہدایت عطا فرما۔
 فائدہ: جب حضرت عمر بن الخطابؓ نے عمیر بن سعد صحابی رسولؐ کو حصص کی حکومت سے ہٹا کر حضرت امیر معاویہؓ کو وہاں متعین کیا تو اس وقت لوگ کہنے لگے کہ عمیر کو ہٹا کر امیر معاویہ کو والی بنا دیا حضرت عمیرؓ نے اس موقع پر امیر معاویہ کے حق میں یہ روایت ذکر کی:

”... عن ابی ادریس الخولانی عن عمیر بن سعد قال لا تذکروا معاویة الا بخیر فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللہم اهدا“

(التاریخ الکبیر للبخاری، ج ۴، ص ۲۲۸، القسم الاول تحت تذکرہ معاویہ بن ابی سفیان، طبع حیدرآباد دکن)

عبدالرحمن بن عمیرہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے امیر معاویہ کے حق میں دعا فرمائی۔ اے اللہ! انہیں حساب کا علم عطا فرما اور عذاب سے بچالے۔

(۳) علم کتاب و حساب کے حصول اور عذاب سے حفاظت کی دعا

سے بچالے۔

”... عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہم علم معاویة الحساب و قیہ العذاب“

(۱) — التاریخ الکبیر، ج ۴، ص ۳۲۷۔ القسم الاول تحت معاویہ بن ابی سفیان۔

(۲) — مجمع الزوائد لنور الدین البہمنی، ج ۹، ص ۳۵۶۔
 تذکرہ باب ماجاء فی معاویة بن ابی سفیان۔

(۳) — نیز عریاض بن ساریہ (صحابی) فرماتے ہیں کہ میں نے سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، حضرت معاویہ کے حق میں آپ فرماتے تھے کہ اے اللہ! کتاب اور حساب کا علم انہیں عنایت فرما اور عذاب سے محفوظ فرما۔
 ”... یقول عریاض بن ساریہ) سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللہم علم معاویة الکتاب و الحساب و قیہ العذاب“

- (۱) الاستیعاب (معد الاصابہ) ج ۳، ص ۳۸۱ تحت معاویہ بن ابی سفیان۔
 (۲) موارد النعمان لنور الدین البہمنی، ص ۵۶۶۔ باب فی معاویہ بن ابی سفیان۔
 (۳) البدایہ، ج ۸، ص ۱۲۰، بحوالہ احمد و ابن جریر تحت ترجمہ معاویہ بن ابی سفیان۔
 (۴) الفتح الربانی، ج ۲۲، ص ۳۵۶۔ باب ماجاء فی معاویہ بن ابی سفیان۔

(۵) ان کے علم اور علم کے لیے دعا
 امام بخاریؒ نے اپنی تاریخ کبیر جلد رابع میں درج کیا ہے کہ ایک دفعہ امیر معاویہؓ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر سوار ہو کر تشریف لے جا رہے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ارشاد فرمایا کہ آپ کے جسم کا کون سا حصہ میرے قریب تر ہے تو حضرت معاویہؓ نے عرض کیا کہ میرا شکم

آپ کے نزدیک ہے۔ اس وقت آنحضرتؐ نے فرمایا ”اے اللہ! اسے علم و حلم دے (بڑبڑائی) سے پُر فرادے“

”... صدقہ بن خالد حدثنی وحشی بن حرب بن وحشی عن ابيه عن جدّه قال كان معاوية ردف النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا معاوية ما يلينى منك قال بطنى قال اللهم املأه علماً وحلماً“

التاريخ الكبير للإمام البخاري، ج ۴، ق ۲، ص ۱۸۰۔
باب وحشي (وحشي الحبشي) (مولیٰ اجیر بن مطعم)

فائدہ

سیدنا امیر معاویہؓ کے حق میں یہ دعائیں ایسی ہی مؤثر ہوتی ہیں جیسا کہ سیدنا علی المرتضیٰ کے حق میں دعلتے نبوی مفید ہوئی اور قدرت کی طرف سے منظور مقبول ہوتی حضور علیہ السلام حضرت علیؓ کو یمن روانہ کرنے کے لیے تو حضرت علیؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میں نو عمر ہوں، قضا یعنی فیصلہ کرنے کا تجربہ نہیں ہے تو جناب نے ان کے سینے پر ہاتھ مبارک رکھا اور فرمایا کہ اللہم ثبت لسانہ و اهد قلبہ ”اے اللہ ان کی زبان کو درست رکھ اور قلب کی صحیح رہنمائی فرما“

(البدایہ، ج ۵، ص ۱۰۷، بحث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

علی بن ابی طالب و خالد بن ولید الی ایمن قبل حجة الوداع
بحوالہ امام احمد

اللہ تعالیٰ نے امیر معاویہؓ کو بیشک بڑا عمدہ علم و فہم عطا فرمایا اور ساتھ ہی حوصلہ اور بردباری نصیب فرمائی بے شمار مخلوق کی ہدایت کا ان کو ذریعہ بنایا۔

کئی ممالک ان کی کوششوں سے فتح ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ اسلام کا کلمہ بلند ہوا اور ہمیشہ کے لیے دین کے قیام کی صورتیں پیدا ہو گئیں اور دینی نظام کو ان ملکوں میں قائم فرمایا۔ یہ سب کچھ دعلتے نبوی و صحبت نبوی کے اثرات تھے۔

— حضرت امیر معاویہؓ کے دور کو اگر دینی نظام ختم کر دینے اور اسلامی آئین برباد کر دینے کا دور تصور کر لیا جائے تو پھر نبوت کی ان دعاؤں کا کیا اثر ہوا؟ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رشد و ہدایت کی دعائیں، علم و حلم کی دعائیں معاذاً اللہ سب بے اثر و بے تاثیر ثابت ہونگی (انا للہ وانا الیہ راجعون)۔ حضرت علیؓ کے حق میں دعائیں تو مفید، مؤثر اور نتیجہ خیز ثابت ہوں اور وہی دعائیں اگر امیر معاویہؓ کے حق میں مقدس زبان سے صادر ہوں تو کوئی ثمرہ مرتب نہ ہو سکے، یہ مشکل ہے۔ مسلمانوں کو اس مسئلہ میں غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے۔ خدا تعالیٰ ہم لوگوں کو اپنے نبی مقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرامؓ کے ساتھ صحیح عقیدت مندی نصیب فرمائے جس میں قبائلی تعصب نہ ہو اور افراط و تفریط سے پاک ہو۔

لیاقتِ علمی اور قابلیت

اس عنوان کے تحت چند ایک چیزیں ذکر کی جاتی ہیں۔ اس سے حضرت امیر معاویہؓ کی علمی لیاقت اور ان کی صلاحیت واضح طور پر معلوم ہوتی ہے۔

(۱)

کاتبِ نبوی ہونا

سیدنا امیر معاویہؓ کے متعلق یہ چیز مسلمات میں سے ہے کہ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں ان کو کاتب ہونے کی سعادت نصیب تھی۔ اور یہ کاتبانِ نبوی میں شمار ہوتے تھے۔ یہ ان کی صلاحیت اور صداقت و اعتماد کی تین دلیل ہے۔

سیرتِ طیبہ میں جہاں کاتبانِ نبوی کا ذکر ہوتا ہے وہاں امیر معاویہؓ کا اسم گرامی بھی درج ہے۔

(۱) — الاستیعاب ج ۳، ص ۳۷۵، معہ الاصابہ، تحت معاویہ بن ابی سفیان۔

(۲) — زاد المعاد لابن القیم، ج ۱، ص ۳۰، فصل فی کتابہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۳) — الاصابہ لابن حجر، ج ۳، ص ۳۱۲، تحت معاویہ بن ابی سفیان۔

(۴) مجمع الزوائد للہیثمی، ج ۹، ص ۳۵۷، باب معاویہؓ
(۵) جوامع السیرۃ لابن خرم، ص ۲۷، تحت عنوان کتابہ،
صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۲)

ابن عباسؓ ہاشمی کا امیر معاویہؓ پر

علمی اعتماد اور صلاحیت کا اقرار

(۱) — حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امیر معاویہؓ سے متعدد احادیثِ نبوی نقل کی ہیں اور کئی مسائل شرعی میں ان پر اعتماد کیا ہے۔ اور ان کو دینی مسائل میں فقیہ کا مقام دیا ہے۔ اسی سلسلہ کی چند چیزیں ذیل میں ملاحظہ فرمائیں :-

۱۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم جو حضرت علی المرتضیٰ کے چچا زاد برادر ہیں، کی خدمت میں مسئلہ ترکِ بخت ہوتی تو اس میں حضرت امیر معاویہؓ کا بھی ذکر ہوا تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ہمارے دور میں امیر معاویہؓ سب سے زیادہ عالم ہیں۔

” فقال ابن عباس لیس احد منا اعلم من معاویہ“

داستن الکبریٰ للہیثمی، ج ۳، ص ۲۶، باب لوزہ
طبع حیدرآباد دکن

(۲) — نیز بخاری شریف میں آیا ہے کہ بخت و تیر میں جب گفتگو ہوئی تو عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ ان کی بات کو رہنے دیجیے وہ صحابی رسول اللہ ہیں۔ انہوں نے

درست عمل کیا ہے اس لیے کہ وہ دینی مسائل میں فقیہ ہیں۔

”... فقال دعہ فاتہ قد صعب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم...“

قال اصاب انه فقیہ“

(۱) بخاری شریف، ج ۱، ص ۵۳۱۔ باب ذکر معاویہؓ۔

طبع نور محمدی دہلی

(۲) الاصابہ مع الاستیعاب، ج ۳، ص ۴۱۳۔ تحت تذکرہ

معاویہ بن ابی سفیان۔

(۳) اسد الغابہ، ج ۴، ص ۳۸۶۔ تحت تذکرہ معاویہ بن

ابی سفیان۔

(۴) ایک بار ابن عباسؓ نے اپنے دو مشہور شاگردوں (مجاہد و عطاء) کو امیر

معاویہؓ سے نقل کر کے یہ روایت بیان کی کہ امیر معاویہؓ نے مجھے خبر دی ہے

کہ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے مقراض کے ساتھ اپنے مومے مبارک تراشے

تو ہم نے ابن عباسؓ سے عرض کیا کہ امیر معاویہؓ کے ماسوا کسی صاحب سے ہم کو

یہ بات نہیں پہنچی تو جواب میں عبد اللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ

وسلمؐ پر امیر معاویہؓ نے ہمت لگانے والے نہیں ہیں (ان کی یہ اطلاع صحیح ہے)۔

”... عن مجاہد و عطاء عن ابن عباس ان معاویۃ اخبرہ“

انہ رأی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قصر من شعورہ

بمشقص فقلنا لابن عباس ما بلغنا هذا الا عن معاویۃ

فقال ما کان معاویۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

متحصماً“

مسند احمد، ج ۴، ص ۹۵۔ تحت منادات

معاویہ بن ابی سفیان

(۴) حضرت عبد اللہ بن عباسؓ، حضرت امیر معاویہؓ کی انتظامی عملداریت و قیامت

بیان کرتے ہوئے فرماتے تھے کہ میں نے حکمرانی کے لائق ان سے بہتر کوئی آدمی

نہیں دیکھا۔

”... عن ابن عباس قال ما رأیت احداً اخلق للملک

من معاویۃ“

(۱) — التاریخ الجبیر لامام بخاری، ج ۴، ص ۳۲۷۔ تحت ذکر

معاویہ بن ابی سفیان۔

(۲) — تاریخ طبری، ج ۶، ص ۱۸۸۔ تحت سلسلہ آخر

تذکرہ معاویہؓ۔

(۳) — البدایہ، ج ۸، ص ۳۵۔ تحت امیر معاویہؓ، بحوالہ

محدث عبد الرزاق۔

(۴) — الاصابہ، ج ۳، ص ۴۱۳۔ تحت ذکر معاویہ بن

ابی سفیان۔

(۵) — عبد اللہ بن عباسؓ حضرت امیر معاویہؓ کی خدمت میں شام تشریف لے

جاتے وہاں ان کے ہاں قیام فرماتے نمازیں ان کے ساتھ مقام مقصورہ میں

مل کر ادا کرتے تھے۔ (مقصورہ صف اول میں خلفاء کے لیے مخصوص و محفوظ

مقام بنا ہوا ہوتا تھا)۔

نیز ابن عباسؓ کو امیر معاویہؓ کی جانب سے عطیات و وظائف بھی دیتے

جاتے تھے جن کا ذکر عطیات و وظائف کے عنوان کے تحت عنقریب آ رہا

ہے، انشاء اللہ تعالیٰ۔

”... ان کو بیبا مولیٰ ابن عباس اخبرہ انہ رأی ابن

عباس یصلی فی المقصورة مع معاویة -

المصنف بعد الرزاق ج ۲، ص ۴۱۴، باب الصلوة
فی المقصورة مطبوع مجلس علمی، کراچی - ڈابھیل

— (۳) —

محمد بن حنفیہ ہاشمی کا امیر معاویہ سے حدیث نبوی اور مسئلہ شرعی نقل کرنا

حضرت علی المرتضیٰ کے صاحبزادے محمد بن حنفیہ نے امیر معاویہ سے حدیث شریف نقل کی ہے کہ امیر معاویہ نے فرمایا کہ میں نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے عمری جن لوگوں کے لیے کر دیا جائے وہ ان کے لیے درست ہے۔ یعنی ایک شخص نے دوسرے کو عمر بھر کے لیے کوئی چیز دے دی تو اس کے لیے ہمیشہ کے لیے ہو گئی۔

..... عن محمد بن علی الحنفیة عن معاویة بن ابی سفیان قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول العسوی جائزة لاهلها -

دستامام احمد، ج ۴، ص ۹۷، تحت حدیث
معاویہ بن ابی سفیان، طبع اول مصری

— (۴) —

امیر معاویہ اصحاب فتویٰ سے تھے | ابن القیثم نے اپنی تصنیف اعلام الموقعین کے ابتدائی فصول میں ذکر کیا ہے کہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں جو صاحب فتویٰ حضرات تھے جن کی طرف لوگ شرعی فتویٰ حاصل کرنے میں رجوع کرتے تھے، ان کے تین طبقات و درجات قائم کیے جاتے ہیں -

۱- ایک جماعت کثیر الفتویٰ تھی - وہ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عائشہؓ وغیر ہم حضرات ہیں -

۲- ان کے بعد دوسرا طبقہ المتوسطون تھے - وہ صدیق اکبرؓ، ام سلمہؓ، عثمان ذوالنورینؓ وغیر ہم ہیں - ان متوسطین کے زمرہ میں متعدد صحابہ (مثلاً حضرت طلحہؓ، زبیرؓ، عبدالرحمن بن عوفؓ، عمران بن الحصینؓ) کو ذکر کیا ہے - ان میں امیر معاویہؓ بھی شامل ہیں - لکھتے ہیں کہ:

..... ویضاف الیہم طلحة والزبیر وعبد الرحمن بن

عوف ومعاویة بن ابی سفیان "

۳- اس کے بعد قلیل الفتویٰ حضرات مذکور ہیں - مثلاً ابو درداءؓ، ابو سلمہؓ، سعید بن زید وغیر ہم -

(۱) — اعلام الموقعین لابن القیثم، ج ۱، ص ۵ (ابتدائی فصول)
طبع اشرف المطابع - دہلی -

(۲) تدریب الراوی شرح تقریب النوادی، ص ۴۰، تحت
بحث واكثرهم فتیاء ابن عباسؓ -

(۳) — جوامع السیرة لابن خزم، ص ۳۲۰ (الرسالة الثالثة)
اصحاب الفتیاء من الصحابةؓ

مطلب یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ اپنی علمی لیاقت کے اعتبار سے جس طرح فقہائے امت میں شمار کیے جاتے تھے اسی طرح صحابہ کرام کے دور میں

اہلِ قنابلی میں ان کا مستقل مقام تھا اور ان کا اہلِ تدبیر و سیاست ہونا تو تاریخی
سلمات میں سے ہے۔

(۵)

— حضرت امیر معاویہ کی دینی وثاقت اور علمی ثقاہت کے لیے یہ چیز
بڑی اہم ہے کہ آپ بہت سے اکابر صحابہ کرام کے مروی عنہ ہیں یعنی صحابہ
نے آپ سے احادیثِ نبوی نقل کی ہیں۔ ان میں سے چند ایک کا ذیل میں ذکر
کیا جاتا ہے اور امام نووی نے لکھا ہے کہ ایک سوتر سیٹھ احادیثِ نبوی امیر
معاویہ کے ذریعہ منقول ہیں جو حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں۔

۱۔ عبداللہ بن العباسؓ (باشی) ۲۔ جریر بن عبداللہ الجلیؓ

۳۔ معاویہ بن خدیج ۴۔ سائب بن یزید

۵۔ عبداللہ بن الزبیرؓ ۶۔ نعمان بن بشیرؓ

۷۔ ابوسعید الخدریؓ ۸۔ ابودرداء

۹۔ عبداللہ بن عمرؓ - وغیرہم

(۱) الاصابہ، ج ۳، ص ۴۱۲ تحت معاویہ بن ابوسفیان

(۲) اسد الغابہ، ج ۴، ص ۳۸۷ تحت معاویہ بن ابوسفیان

(۳) تہذیب الاسماء واللغات للنووی، ج ۲، ص ۳۱۰۲

تحت معاویہ بن ابی سفیان -

(۴) جوامع السیرۃ لابن خزم، ص ۲۷۷ تحت الرسالۃ الثانیہ

راصحاب الماء وشبیہ -

ملی خدمات اور اسلامی فتوحات

قبل ازیں بحث اول عنوانِ راشنام کے تحت حضرت امیر معاویہ کی چند خدمات
متعلق عہدِ نبوی و عہدِ صدیقی مختصراً درج ہو چکی ہیں، ان کو بھی ملحوظ رکھتے ہوئے
چند مزید غزوات و فتوحات یہاں ذکر کیے جاتے ہیں۔

— جنگی غزوات کے سلسلہ میں امیر معاویہ کی خدماتِ جلیلہ بہت کثیر ہیں۔
پہلے خلفائے راشدین کے دور میں، پھر ان کے اپنے دورِ خلافت میں بے شمار
فتوحات ہیں جو امیر معاویہ کے ذریعہ حاصل ہوئیں۔ ان کی تفصیلات کے لیے
تو ایک مستقل تصنیف درکار ہے۔ مگر اس وقت اجمالی طور پر یہم ان میں سے بعض
واقعات کو نقل کرتے ہیں تاکہ یہ عنوانِ خالی نہ رہ جائے۔

(۱) — فتحِ اُردن کے متعلق علامہ بلاذری نے لکھا ہے کہ فوج کے سپہ
سالار ابو عبیدہؓ بن جراح تھے اور ان کے ماتحت امیر معاویہؓ کے بڑے بھائی
یزید بن ابی سفیان جرنیل تھے۔ حضرت ابو عبیدہ کے حکم کے مطابق سواحلِ اُردن
کی طرف فوج کشی کی گئی تو اس لشکر کے امیر یزید بن ابی سفیان تھے اور اس
لشکر کے مقدمہ پر ان کے بھائی معاویہؓ بن ابی سفیان متعین تھے۔ بڑی کوشش اور
ساعی کے بعد سواحلِ اُردن یزید، عمرو بن العاص اور حضرت معاویہ کے ہاتھوں فتح
ہوئے تو ابو عبیدہ نے اس فتح کی اطلاع مرکز میں حضرت عمرؓ کو ارسال کی۔

اس موقع پر حضرت امیر معاویہ کے کارنامے اور کارکردگی ایک نمایاں حیثیت
رکتی ہے۔

..... وكان لمعاوية في ذلك بلاءً حسنٌ واثراً

جمیل

تھیں اس کا نام غزوة قبرص ہے۔ اس غزوه میں ام حرام فوت ہوئیں اور ان کا مزار وہیں
علاقہ قبرص میں ہے جس کو ساپرس کہا جاتا ہے۔

..... وفيها (س ۲۸) غزما معاوية بن ابي سفيان في
البحر..... ومعه عبد الله بن الصامت ومعه امراته
ام حرام بنت ملحان الانصارية فاتي قبرص فتوفيت ام حرام
فقبرها هناك

(۱) — تاریخ خلیفہ بن خطاب، ج ۱، ص ۱۳۵ تحت س ۲۸

(۲) — نسب قریش، ص ۱۲۳ تحت اولاد ابی سفیان بن حرب۔

(۳) — البدایہ جلد ششم، ص ۲۲۹ تحت ترجمہ زید بن معاویہ۔

(۴) — فتوح البلدان بلاذری، ص ۱۹۰ تحت امر قبرص۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے جس لشکر کے متعلق جنت کی یہ
بشارت ارشاد فرمائی تھی اس لشکر کے امیر حضرت امیر معاویہ تھے۔ لہذا وہ بھی اس
عظیم بشارت کے مستحق ہوتے اور زبان نبوت کے ذریعہ بالیقین اہل جنت میں سے
ٹھہرے۔

یہاں فریدیہ بات قابل ذکر ہے کہ امیر معاویہ، حضرت
دیگر اکابر کا شامل ہونا | فاروق اعظم سے بحری جنگوں کے متعلق پیش قدمی کرنے
کے لیے اجازت طلب کرتے رہے لیکن وقتی مصالح کی بنا پر اجازت نہ ملی۔

جب حضرت عثمان کا دور آیا تو انہوں نے خاص شروط کے تحت قومی منافع
کے پیش نظر بحری جنگی اقدامات کی اجازت دے دی۔ اور یہ قبرص کی طرف قدم
پہلا بحری غزوه ہے۔

اس میں حضرت امیر معاویہ کی ماتحتی میں بڑے بڑے اکابر صحابہ غزوه ہذا

میں شریک ہوتے تھے مثلاً ابوالیوب انصاریؓ، ابوالدرداءؓ، ابوذر غفاریؓ۔
عبادۃ بن الصامت، فضالہ بن عبید اللہ انصاریؓ، عمیر بن سعد بن عبید اللہ انصاریؓ۔
واٹکہ بن الاسقع الحناتی، عبداللہ بن بشر المازنی۔ شداد بن اوس بن ثابت و سہو بن انجی
حسان بن ثابت و المقداد۔ و کعب الجری و جبرین نفیر الحضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہم
اجمعین۔

امیر معاویہ غزوه ہذا میں امیر شکر کی حیثیت سے خود شامل تھے اور آپ
کی اہلیہ ساتھ تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے فتح عظیم عطا فرمائی۔ مسلمانوں کو بہت عمدہ غنائم
حاصل ہوئے۔

مسلمانوں کی افواج نے اس علاقہ میں جہاد جاری رکھا حتیٰ کہ اہل قبرص صلح
کے لیے آمادہ ہوئے اور امیر معاویہ کے دور میں انہوں نے امیر معاویہ سے چند
شرائط کے ساتھ دائمی مصالحت کر لی۔ الخ

{ فتوح البلدان للبلاذری، ص ۱۹۰-۱۹۱ تحت امر قبرص }

(۵) — حضرت سیدنا عثمان بن عفان کی شہادت کے بعد کچھ عرصہ تک غزوات
کا سلسلہ رک گیا تھا حتیٰ کہ جب صلح و مصالحت کا سال آیا جب سیدنا حسنؓ کی
حضرت امیر معاویہ سے ۱۸ھ میں صلح ہوئی، تو امیر معاویہ نے ملک روم کی
طرف سولہ عدد غزوات یکے بعد دیگرے جاری رکھے۔ جب ایک لشکر گرمیوں
میں بھیجا جاتا تو وہ وہیں سردیوں میں قیام کر کے واپس لوٹتا اور اس کی جگہ دوسرے
کو روانہ کیا جاتا۔

” لما قتل عثمان لم یکن للناس غازیة تغزوا حتی کان

عامۃ الجماعة فاغزما معاوية ارض الروم ست عشرة

غزوة تذهب سرية فی الصیفت ویشتو بارض الروم

ثم تقفل وتلقبها أحرى

(البدایہ، ص ۱۳۳، جلد ۸ تحت تذکرہ معاویہ)

پھر اس کے بعد بے شمار غزوات پیش آئے۔ بری و بحری فتوحات ہوئیں اور ان کے ہاتھوں اقصائے عالم تک اسلام کا پرچم لہرایا اور ان کی مساعی سے دین اسلام کے غلبہ کے سامان پیدا ہو گئے۔ اسی چیز کو علامہ ذہبی نے کتاب دول الاسلام میں بیان کیا ہے۔ ذیل میں ملاحظہ فرمادیں۔

۶۔ حضرت امیر معاویہؓ میں فطری طور پر انتظامی صلاحیتیں اس قدر زود تھیں کہ ان کے زیر انتظام ایک وسیع و عریض اسلامی سلطنت قائم تھی۔ اس سلطنت کی حدود بخارا سے لے کر مغرب میں قیروان تک، اقصائے یمن سے قسطنطنیہ تک پھیلی ہوئی تھیں اور ان کے علاوہ حجاز، یمن، شام، مصر، مغرب، عراق، الجزائر، آرمینیا، فارس، خراسان، جبال، اور ماوراء النہر، یہ تمام ممالک اور علاقے ان کے حکم کے ماتحت تھے۔ علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں.....

”... صار ملک الدنيا تحت حكمه من حدود بخارا

الى القيروان من المغرب ومن اقصى اليمن الى حدود قسطنطنية واقليم الحجاز واليمن والشام ومصر والمغرب والعراق والجزيرة وارضينية والروم و فارس والخراسان والجبال وما وراء النهر“

دکتاب دول الاسلام للذہبیؒ، جزء اول، ص ۲۸۔

تحت سنتہ سنین۔ طبع دائرة المعارف دکن)

امیر معاویہؓ کے دور خلافت میں حرم مکہ کے بعض

آثار اور نشانات ٹٹنے لگے تھے۔ مروان بن الحکم

حدود حرم کی تعمیر

مدینہ پر امیر معاویہؓ کی جانب سے والی تھے۔ انہوں نے شام میں امیر معاویہؓ کو لکھا کہ حرم شریف کے بعض آثار مٹ گئے ہیں اور کرز بن علقمہ مع صحابی زندہ موجود ہیں ان کے ذریعے آثار کی تجدید و تجدید ہو سکتی ہے۔ اس کے متعلق حکم صادر فرمایا جاتے۔ تو امیر معاویہؓ نے جواب ارسال کیا کہ کرز کی معلومات کی روشنی میں ٹٹنے والے آثار و نشانات کو جلد از جلد صحیح کر کے متعین کیا جائے۔ اور اس پر عملدرآمد کیا گیا۔

”اسلم کرز یوم فتح مکة وكان قد عمر عمراً طویلاً
كان بعض اعلام الحرم قد عمى على الناس فكتب مروان بن
الحکم الى معاوية بذلك فكتب اليه ان كان کرز بن
علقمته حياً فسرہ فليوقفکم عليه ففعل فهو الذي وضع
معالم الحرم في زمن معاوية وهو على ذلك الى الساعة۔“

(۱) — تاریخ طبری الجزء الثالث عشر ج ۱۳، ص ۳۶-۳۵

ذکر من مات او قتل سنة ۸۰

(۲) — الاصابہ معہ الاستیعاب، ص ۲۵، تحت

ذکر کرز بن علقمہ بن ہلال۔

(۳) — طبقات لابن سعد، ج ۵، ص ۳۳۸، تحت

کرز بن علقمہ بن ہلال۔ طبع لیدن۔

عوام کی خیر خواہی :- حضرت امیر معاویہؓ کا

اخلاق و کردار بہت بلند تھا اور ان کا

اپنی رعایا کے ساتھ حسن سلوک قابل قدر

تھا۔ عوام کی حاجت روائی کے لیے حضور علیہ السلام کے فرمان کے پیش نظر انہوں نے

کریمانہ اخلاق اور عمدہ کردار

خدا نونی اور خوفِ آخرت

آدمی مقرر کر رکھا تھا جو لوگوں کی حاجات اور ضروریات ان کی خدمت میں پیش کرتا تھا۔ چنانچہ عمر بن مرہ نے جب امیر معاویہ کو اس مضمون کی حدیث سنائی تو انہوں نے اس پر فوراً عمل درآمد کر دیا۔

(۱) — من عمر بن مرہ انه قال لمعاوية سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من ولاه الله شيئاً من امر المسلمين فاحتجب دون حاجتهم وخلتصم وفقيرهم احتجب الله دون حاجته وخلته وفقيره فجعل معاوية رجلاً على حجاج الناس رواه ابوداؤد والنورمذی۔

(مشکوٰۃ شریف، ص ۳۲۴۔ الفصل الثانی۔ باب

ما علی الولاة من التيسير) ابوداؤد شریف صفحہ ۵۳ جلد ثانی کتاب الخیر

(۲) — فلما دخل ابو مریم (الازدی الصعابی) علیه رعاویة بن ابی سفیان قال رعاویة: همنا ههنا یا ابا مریم فقال ابو مریم انی لحر اجنک طالب حاجة ولكنی سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من اعلق بابہ دون ذوی الفقرو الحاجة اعلق الله عن فقره وحاجته باب السماء قال فاکت معاویة بیکی ثم قال رد حدیثک یا ابا مریم فوددہ فقال معاویة ادعوالی سعداً وکان حاجبه فدعی فقال یا ابا مریم حدثه انت کما سمعت فحدثه ابو مریم فقال معاویة لسعد اللهم انی اخلع هذا من عنقی واجعله فی عنقک من جاء یستأذن له یقضی الله له علی لسانی ما قضی

کتاب الکنز للذوالابی جلد اول، ص ۵۴ تحت ابی مریم الازدی

حاصل یہ ہے کہ ایک صحابی ابو مریم امیر معاویہ کے پاس پہنچے۔ امیر نے فرمایا یہاں تشریف رکھیے۔ ابو مریم فرمانے لگے کہ میں کسی اور کام کے لیے نہیں آیا لیکن فرمان نبوی پہنچانا ہوں حضور علیہ السلام سے میں نے سنا کہ فرماتے تھے جس شخص نے حاجت مند کے سامنے اپنا دروازہ بند کر دیا، اس کی ضرورت نہ سنی، اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی کا دروازہ آسمان سے بند کر دیں گے۔ یہ سن کر امیر معاویہ اوندھے گھر کو روٹنے لگے پھر اپنے دربان سعد نامی کو بلوایا اور ابو مریم کو فرمایا کہ اب پھر فرمان نبوت سنائیے۔ انہوں نے وہی حدیث سنائی، اس کے بعد حضرت معاویہ نے اپنے دربان سعد کو فرمایا، میں نے اپنے گلے سے بات کو نکال کر تیرے گلے میں ڈال دیا اور حکم دیا کہ جو حاجت مند آتے اسے میرے ہاں پہنچنے کی اجازت دے دینا۔ اس کے حق میں اللہ تعالیٰ میری زبان پر جو فیصلہ چاہیں گے کریں گے۔“

(۳) — منذر بنہ بالادواقعات کی طرح حضرت امیر معاویہ کی خدا نوحی اور فکر آخرت کا واقعہ ترمذی شریف جلد دوم، ص ۱۰۰، طبع مجتباتی دہلی، ابواب الزهد، تحت باب ما جاء فی الریاء والسمعة میں شفیفاً اصحی سے منقول ہے۔

(۴) — اسی طرح حضرت امیر معاویہ کی تواضع وانکساری اور اتباع سنت کی اہمیت کا واقعہ عبداللہ بن الزبیر وابن صفوان کے ساتھ پیش آیا۔ ترمذی شریف جلد دوم، ص ۱۰۰۔ طبع مجتباتی دہلی، ابواب الآداب، باب ما جاء فی کراہیۃ قیام الرجل للرجل میں مذکور ہے۔

(۵) — نیز حضرت معاویہ کا فرمان نبوی میں کوتاہی اور تبدیلی پر پریشانی ہونا اور اہل مدینہ کو متنبہ کرنا ترمذی شریف جلد دوم، ص ۱۰۲، طبع دہلی۔ ابواب الآداب

باب ماجاء فی کرامتہ اتخاذا القصہ میں بیان کیا گیا ہے۔
یہ ازراہ اختصار امیر معاویہ کے واقعات کی طرف اشارے کر دیتے ہیں۔
اہل علم اور صاحب تحقیق حضرات رجوع فرما کر تسلی کر سکتے ہیں۔ یہ حدیث کی روایت
ہیں۔ تاریخی رطب ویابس نہیں۔

امیر معاویہ کی سیرت اور کردار پر

علامہ ابن تیمیہ کی رائے

علامہ ابن تیمیہ ذکر کرتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ کا تعلق اپنی رعیت کے ساتھ
بہترین تھا۔ جس کی وجہ سے رعیت آپ کو بہت پسند کرتی تھی۔ آپ کا شمار بہترین
حکام میں ہوتا تھا۔
صحیحین کی روایت ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے بہترین
بلکہ وہ ہیں جن کو تم پسند کرتے ہو اور وہ تم کو پسند کرتے ہوں۔ تم ان کے حق میں دُعا
رتے ہو اور وہ تمہارے حق میں دُعا کرتے ہوں۔

”وكانت سيرته معاوية مع وعية من خيار سيرة الولاية
وكانت رعيتة يحبونه وقد ثبت في الصحيحين عن النبي
صلى الله عليه وسلم انه قال خيار ائمتكم الذين تحبونهم
ويحبونكم وتصلون عليهم ويصلون عليكم... الخ

منہاج السنہ، ج ۳، ص ۱۸۹ تحت

جوابات مطاعن عثمانی

عوام کی خبر گیری کے لیے ایک شعبہ | منہاج السنہ میں ابن تیمیہ نے بغوی کی

سند کے ساتھ ابوقیس سے ذکر کیا ہے کہ حضرت امیر معاویہ نے اپنے دور خلافت
میں ہر قبیلہ کے لیے ایک ایک آدمی مقرر کیا ہوا تھا جو محافل میں جا کر معلوم کرتا
کہ کیا اس قبیلہ میں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے یا نہیں؟ کیا اس رات میں کوئی نیا واقعہ
پیش آیا ہے یا نہیں؟ یا کوئی جہان قبیلہ میں فروکش ہوا ہے؟ وہ مذکورہ معلومات
لے کر دفتر میں پہنچتا اور ان کے نام جطر میں درج کرتا تا کہ ان کی ضروریات کا حکومت کی
طرف سے انتظام کیا جائے۔

قال البغوی حدثنا سويد بن سعيد حدثنا همام بن اسمعيل
عن ابی قیس قال كان معاوية قد جعل في كل قبيلة رجلا وكان
رجل منا يكتفي ابا يجي يبيع كل يوم قيد وعلی المجالس هل ولد
فيكم الليلة ولد؟ هل حدث الليلة حادث؟ هل نزل
اليوم بكم نازل؟ قال فيقولون نعم۔ نزل رجل من اهل اليمن
بعياله يسمنه وبياله فاذا فرغ من القبيل كله اتى
الديوان فاوقع اسماءهم في الديوان۔

(۱) — منہاج السنہ لابن تیمیہ، ج ۳، ص ۱۸۵۔

(۲) — البدایہ لابن کثیر، ج ۸، ص ۱۳۲ تحت تذکرہ معاویہ

مطلب یہ ہے کہ رعایا کے احوال کی خبر گیری اور ہر قبیلہ کی ضروریات دریافت
کرنے کے لیے ایک مستقل دفتر ہوتا تھا۔ اس طریقہ سے عوام کی ضروریات کا ہر ممکن
طریقہ سے اہتمام کیا جاتا تھا۔

— مذکورہ حوالہ جات کے ذریعہ سیدنا معاویہ کی طرز زندگی اور حسن

معاشرت واضح ہے۔ اکابرین امت کی ان تصریحات کے باوجود امیر معاویہ
کے حق میں یہ پروپیگنڈہ کرنا کہ ان کی عادات قیصر و کسریٰ کی عادات و اطوار کے

موافق تھیں اور ان کی عملی زندگی اسی انداز میں بسر ہوتی تھی۔ سراسر ناصنافی ہے اور واقعات کے برعکس ہے۔ ان کے متعلق لوگوں میں منفرد بھیلانے کے لیے یہ پروپیگنڈا ہے اور ناقابل اعتبار تاریخی مواد پر اعتماد کر کے یہ تصور پیش کیا جاتا ہے۔

(۱) سیدنا امیر معاویہؓ
عدل و انصاف پر حضرت سعدؓ کی شہادت | بڑے عادل اور منصف

مزاج تھے۔ وہ عوام کے حقوق کو احسن طریقہ سے ادا کرنے والے تھے۔ آپ کے حق میں سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمانؓ کے بعد امیر معاویہؓ سے زیادہ حق کو پورا کرنے والا کوئی شخص نہیں دیکھا۔

— قال الليث بن سعد حدثنا بكيوع بن بشر بن سعيد
 ان سعد بن ابى وقاص قال ما رأيت احداً بعد عثمان اقضى
 بحق من صاحب هذا الباب يعنى معاوية۔

(۱) — تاریخ الاسلام للذہبی جز ثانی، ص ۳۲۱ تحت
 ذکر معاویہ۔

(۲) — البدایہ لابن کثیر، ص ۱۳۳، ج ۸ تحت ذکر
 معاویہ۔ طبع اول مصری۔

— حضرت سعد بن ابی وقاص ان کبار صحابہؓ میں سے ہیں جنہوں نے
 جنگِ جمل و صفین سے عزت و علیحدگی اختیار کر لی تھی اور طرفین میں سے کسی
 ایک فریق کی حمایت نہیں کی تھی۔ ان مناقشات میں آپ غیر جانبدار رہے تھے
 ردول الاسلام، ج ۱، ص ۱۵۔ للذہبی۔

تحت خلافة علی بن ابی طالب

انہوں نے حضرت معاویہؓ کے منصفانہ کردار کو اس طرح بیان کیا ہے کہ سیدنا
 عثمانؓ کے بعد انصاف کرنے اور حق ادا کرنے میں امیر معاویہؓ کا بڑا مقام ہے۔
 — یہ شہادت بہت وزنی ہے۔ اس کے مقابلہ میں حضرت معاویہؓ کے
 کردار میں تنقیص پیدا کرنے والی روایات کا کوئی درجہ نہیں ہے۔

اسی طرح آنے والے حوالہ مندرجہ میں الاعمش رجوثقہ تابعی
الاعمش کی شہادت | ہیں اور بڑے پائے کے محدث ہیں، کی گواہی بڑی قیمتی

ہے۔ اس میں عمر بن عبدالعزیز مشہور منصف خلیفہ کے ساتھ تقابل پیش کر کے الاعمش
 فرماتے ہیں: علم و کرم میں نہیں بلکہ عدل و انصاف کے معاملہ میں حضرت امیر معاویہؓ
 عمر بن عبدالعزیز سے بڑھ کر تھے۔ اہل علم و فہم حضرات پر واضح ہے کہ اعمش وغیرہ
 حضرات کا زمانہ امیر معاویہؓ کے دور کے قریب تر ہے۔ ان قریب زمانہ والے
 لوگوں کی شہادت بعد والی تاریخی روایات سے بہر کیف مقدم ہوگی اور زیادہ
 معتبر ہوگی۔ امیر معاویہؓ کو ظالم و جائر وغیرہ ثابت کرنے والے تاریخی مواد کو مؤخر
 کیا جائے گا اور ناقابل اعتماد تصور ہوگا۔

ایک دفعہ اعمش (سیدمان بن مہران) کی مجلس میں حضرت عمر بن عبدالعزیز اور
 ان کے عدل و انصاف کا تذکرہ ہوا تو اعمشؓ نے فرمایا کہ امیر معاویہؓ عمر بن عبدالعزیز
 سے علم میں نہیں بلکہ خدا کی قسم عدل و انصاف میں فائق تھے۔

... حدثنا محمد بن جواس حدثنا ابو هريرة الملقب

قال كُنَّا عِنْدَ الْاَعْمَشِ فَذَكَرُوا عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ وَعَدْلَهُ

فَقَالَ الْاَعْمَشُ فَكَيْفَ لَوْ اَدْرَاكُمْ مَعَاوِيَةَ قَالَ وَا فِي حِلْمِهِ ؟

قال لا والله بل في عدله۔

(۱) منهاج السنن لابن تيمية، ج ۳، ص ۱۸۵۔

(۲) — المنتقی للذہبی، ص ۳۸۸ طبع مصر

امیر معاویہؓ کے حق میں ناصحانہ کلام اور ان کی خدمت میں حق گوئی کا مسئلہ

— سیدنا حضرت امیر معاویہؓ کو بعض حضرات نصیحت فرماتے اور ان کے حق میں خیر خواہانہ کلام کرتے تو حضرت معاویہؓ کو یہ چیز پسند ہوتی تھی اور اسے بخوشی قبول کرتے تھے۔

(۱) — ایک دفعہ ابوامامۃ الباہلیؓ صحابی، امیر معاویہؓ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ اے امیر المؤمنین آپ ہمارے چشموں کے لیے اصل ہیں۔ آپ صاف رہیں گے تو چشموں کا میللا ہونا ہمیں ضرر نہ دیکھا۔ اگر آپ میں تکرار اور میللا پن ہوگا تو ہمارا صاف رہنا ہمیں نفع نہ دے گا اور یقین جانیے کہ ستونوں کے بغیر خمیہ کھڑا نہیں رہ سکتا۔

”..... اخبرنی العتبی قال دخل ابوامامۃ الباہلی علی معاویۃ فقال یا امیر المؤمنین! انت رأس عیوننا فان صفوت لم یضرنا کدر العیون وان کدرت لم ینفعنا صفونا واعلم انہ لا یقوم فسطاط الا بعید“

کتاب المجتبیٰ، ص ۳۹۔ تحت کلام معاویہؓ۔ مطبوعہ دار ترقی المعارف دکن۔ لامام اللغۃ والادب ابی بکر محمد بن الحسن بن درید الازدی البصری۔ المنتقی ابغذلا سنتہ (۱۱۱۱)

(۲) — اور امیر معاویہؓ کی خدمت میں حق بات لوگ روبرو کہتے تھے۔ امیر معاویہؓ اسے خندہ پیشانی سے سماعت فرماتے۔ ان کے دور میں حق گوئی مسلوب نہ تھی۔ ابن درید کی کتاب ہذا سے ایک اور حوالہ پیش خدمت ہے ملاحظہ فرمادیں۔

ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ امیر معاویہؓ کو ایک آدمی آکر کہتا کہ اے معاویہ! اللہ کی قسم خود بخود ٹھیک رہیے ورنہ ہم آپ کو درست کر دیں گے تو امیر معاویہؓ فرماتے کہ کس کے ساتھ ٹھیک کرو گے تو وہ شخص کہتا کہ لاٹھی کے ساتھ یہ سُن کر امیر فرماتے تو پھر ہم درست ہو جائیں گے۔“

— اخبرنا محمد قال اخبرنا معاذ عن دماذ قال اخبرنی ابو عبیدۃ قال ان کان الرجل ليقول لمعاویۃ و اللہ لتستقیمن یا معاویۃ! اولفق منک فیقول بماذا فیقول بالخشب فیقول اذا تستقیم“

(۱) کتاب المجتبیٰ لابن درید المذکور، ص ۴۱ طبع

حیدرآباد دکن تحت کلام معاویہؓ

(۲) سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۳، ص ۱۰۲۔

تحت ترجمہ معاویہؓ۔

(۳) تاریخ الاسلام للذہبی، ج ۳، ص ۳۲۲۔

تحت معاویہؓ۔

جس طرح حضرت امیر عمرؓ کے دور کا ایک واقعہ مشہور ہے، کسی نے ان کو کہا تھا اگر آپ درست نہ ہونگے تو ہم آپ کو تلوار کے ساتھ ٹھیک کر دیں گے۔ اسی طرح سیدنا امیر معاویہؓ کی خدمت میں لوگ حق بات کہتے تھے اور

راست گئی کا حق ادا کرتے تھے۔ حضرت امیرؓ نے ان پر کوئی رکاوٹ نہیں ڈال رکھی تھی۔۔۔۔۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ :

اس دور کے معترض بزرگوں نے ”لوگوں کی زبانوں پر فضل چڑھاتے جلنے“ کا جو کس تیار فرمایا ہے وہ صحیح نہیں۔ اس کا روایاتی مواد بالکل ردی ہے اور لائق اعتبار نہیں۔ تاریخ میں ہر اچھے آدمی کے متعلق اس قسم کا ردی مواد فراہم کر لینا کچھ مشکل نہیں۔ خداوند کریم ”خدا صفا و دوع ماکد“ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اسلامی خزانہ امیر معاویہؓ کے دور میں !

سیدنا امیر معاویہؓ کی خلافت کے دوران بیت المال کے متعلق کیا نظریات تھے اور اس کے اموال کے مصارف کس طرح جاری ہوتے تھے؟ امیر معاویہؓ کے نزدیک بیت المال کی حیثیت کیا تھی؟ یہ مسئلہ بہت کچھ تفصیل طلب ہے۔ لیکن اختصار کے پیش نظر پہلے چند ایک حوالہ جات اس کے لیے تحریر کیے جاتے ہیں۔ اس کے بعد ان کے فوائد ملاحظہ فرمائیں۔

(۱)۔۔۔۔۔

ایک دفعہ جمعہ کے روز امیر معاویہؓ نے خطبہ میں فرمایا کہ بیت المال کا مال ہمارا ہے اور مال فتنے بھی ہمارا ہے جس شخص سے چاہیں ہم روک سکتے ہیں۔ اس بات کا کسی نے جواب نہ دیا۔ دوسرے جمعہ میں اسی طرح کلام فرمایا۔ پھر بھی کسی نے جواباً کچھ نہ کہا۔ پھر تیسرے جمعہ میں جب امیر معاویہؓ نے وہی بات فرمائی جو پہلے جمعہ میں ذکر کی تھی۔

فقام الیہ رجل فقال کلا !

انما المال مالنا والفقی فینا فمن حال بیننا و بینہ حاکمناہ
الی اللہ تعالیٰ باسیانا قضی فی خطبتہ ثم لما وصل
منزلہ ارسل للرجل فقالوا هلک ثم دخلوا فوجدوا
جالسًا معہ علی سریرہ فقال لہم ان ہذا ا حیانی ا حیاہ
اللہ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول
سیکون من بعدی امراء یقولون فلا یرد علیہم تقاضون
فی النار۔۔۔۔۔ وانی تکلمت اول جمعہ فلم یرد علی
احد فحشیت ان اکون منهم ثم فی الجمعة الثانیة فلم
یرد علی احد فقلت انی منهم ثم تکلمت فی الجمعة
الثالثة فقام ہذا الرجل فرد علی فاحیاہ اللہ
تعالیٰ۔

یعنی ایک شخص کھڑا ہو گیا۔ اس نے مجمع کے سامنے کہا کہ
اس طرح بات نہیں ہے بلکہ بیت المال کا مال ہمارا ہے اور فتنے
کا مال بھی ہم سب مسلمانوں کا ہے۔ جو شخص اس مسئلہ میں حائل ہونے
لگے گا اس کا فیصلہ ہم تلواروں کے ساتھ خدا تعالیٰ کے ہاں پہنچائیں گے۔
اس کے بعد امیر معاویہؓ خطبہ تمام کر کے جب اپنے مقام پر
پہنچے تو اس شخص کو بلا بھیجا۔ لوگوں نے خیال کیا کہ اس کو سزا ملے گی۔
لیکن جب اور لوگ پہنچے تو دیکھا وہ (حق گو) آدمی چارپائی پر امیر
معاویہؓ کے ساتھ باعزت انداز میں بیٹھا ہوا ہے۔
اس وقت امیر معاویہؓ نے فرمایا کہ اس شخص نے گویا مجھے

زندہ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ اس کو زندہ رکھے۔ میں نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ نے فرمایا تھا عنقریب میرے بعد امراء ہوں گے جو بات کہیں گے ان کے جواب میں کوئی کلام نہ کر سکے گا۔ وہ آتش میں گرے گا۔

میں نے پچھلے جمعہ میں کلام کیا کسی نے جواب نہ دیا تو مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جن کا تذکرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ پھر دوسرے جمعہ پر بھی کسی نے جواب میں نہ ٹوکا تو خیال ہوا میں ان میں سے ہوں گا۔ جب تیسرے جمعہ میں میں نے بات کی تو اس شخص نے کھڑے ہو کر سات صاف جواب دیا تو آج یا مجھے اس نے زندہ کر دیا (یعنی میں اس ویدند کوڑے سے بچ گیا) اللہ تعالیٰ اس کو زندہ رکھے۔

(۱) تاریخ الاسلام للذہبی، ج ۲، ص ۳۲۲۔
تحت معاویہ۔

(۲) تطہیر الجنان واللسان لابن حجر، ص ۲۷ مع
الصواعق المحرقة، مطبوعہ مصر طبع ثانی۔

اس واقعہ کے بعد ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ یہ بہت بڑی منقبتِ عظیم ہے۔ جس میں حضرت معاویہؓ منفرد نظر آتے ہیں۔ اس واسطے کہ اس نوعیت کا واقعہ کسی سے منقول نہیں ہے۔

(۱) اور یقین جانیے کہ امیر معاویہؓ حضور علیہ السلام کے فرمودات پر سختی الامکان عمل درآمد کرنے کے حریص تھے۔

(۲) اور اپنی جگہ خائف رہتے تھے کہ ان سے کوئی تجاوز اور

ادنیٰ زیادتی بھی نہ ہونے پائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس معاملہ میں محفوظ کر لیا۔ رضی اللہ عنہ

(۲)

منہاج السنہ میں باسند مذکور ہے:

رو عن عطیة بن قیس قال سمعت معاویة بن ابی سفیان
یخطبنا ان فی بیت مالکم فضلاً بعد عطیاتکم وانی قاسم بینکم
فان کان یا تینا فضل عاماً قابلاً قسمنا علیکم و الافلا عتبتہ
علی فانہ لیس بمالی وانما هو مال اللہ الذی افاض وکم
علیکم۔

”یعنی عطیہ بن قیس کہتے ہیں کہ ایک بار امیر معاویہؓ کو خطبہ دیتے ہوئے
میں نے سنا کہ یہ رہے تھے اے لوگو! تمہیں عطیات دینے کے بعد
تمہارے بیت المال میں جو مال بچا ہوا موجود ہے اس کو میں تمہارے
درمیان تقسیم کروں گا۔“

اگر آئندہ سال بھی زیادہ مال پہنچ گیا تو وہ بھی تم لوگوں پر تقسیم
کر دیں گے۔ اگر نہ آیا تو ہم پر کوئی الزام نہ ہوگا۔ یقیناً بیت المال کا
مال میرا مال نہیں ہے۔ بلاشبہ وہ اللہ تعالیٰ کا مال ہے جو اس نے تمہاری
طرف لوٹا دیا ہے۔“

(۱) منہاج السنہ لابن تیمیہ، ج ۳، ص ۱۸۵، تحت

السبب السابع، بیان فضائل معاویہؓ۔

(۲) المفتی للذہبی، ص ۳۸۸ تحت ثناء الائمة علی معاویہؓ

وحکمہ وسیرتہ... الخ

(۳) — سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۳، ص ۱۰۰۔ تحت
ترجمہ معاویہ بن ابی سفیان۔

(۳)

ابن کثیر نے ابن سعد کے حوالہ سے باسند نقل کیا ہے :-
”... عن محمد بن الحکمران معاویة لما احتضرا وصنی
بنصف مالہ ان یرد الی بیت المال... الخ
یعنی امیر معاویہؓ جب قریب الوفا ت ہو گئے تو اپنے مال
مترع کے متعلق وصیت کی کہ اس کے نصف کو بیت المال میں داخل
کر دیا جائے“

دالہ ابیہ لابن کثیر، ج ۸، ص ۱۲۱، تحت امیر معاویہؓ۔
کبار علماء کے فرموداتِ بالا کے ذریعہ ثابت ہوا کہ
(۱) — حضرت امیر معاویہؓ کے ہاں دینی مسائل میں حق گوئی کا مسئلہ متروک
نہیں تھا۔ ان کے سامنے حق بات لوگ کہتے تھے اور وہ اس کو تسلیم کرتے تھے۔
(۲) — بیت المال کے حق میں امیر معاویہؓ اسلامی نظریات کے خلاف نہیں
کیے ہوتے تھے بلکہ وہ اس مال کو اللہ اور مسلمانوں کا مال خیال کرتے تھے اور
اسلامی قوانین کے تحت اسے استعمال میں لاتے تھے۔

(۳) — آخری ایام میں انہوں نے اپنے مال و مترع کے نصف حصہ کو بیت المال
میں جمع کر دینے کی وصیت کر دی تھی تاکہ بیت المال کے معاملہ میں اگر کوئی
کو تاہی واقع ہو گئی ہو تو اس کی تلانی ہو جائے۔ یہ کمال احتیاط کی علامت
ہے۔

— یہاں سے واضح ہو گیا کہ جو اعتراضات لوگوں نے بیت المال کے
سلسلہ میں امیر معاویہؓ پر وارد کیے ہیں وہ درست نہیں۔

مترع احباب نے تاریخ سے بیکار مواد فراہم فرما کر بیت المال کے متعلق کس
مرتب فرما دیا ہے۔ اللہ انہیں خیر کی توفیق بخشے اور ہدایت نصیب فرما کر قبلی
تقصیب اور خاندانی عناد سے محفوظ فرمائے۔ صحابہ کرام کے حق میں سوء ظنی و بدگمانی
سے بچا کر حسن ظن نصیب فرمائے جس کی ہمیں مذہب اسلام نے تعلیم و تلقین کی ہے۔
حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھ جب سیدنا
مثالی شخصیت اور عمد معاشرہ

ہیں صلح و مصالحت کر لی تو اس کے بعد امیر معاویہؓ تمام ممالک اسلامیہ میں واحد
خلیفہ تسلیم کر لیے گئے۔ ان کے دورِ خلافت میں دشمنان اسلام کے ساتھ چہاڈ قائم
رہا اور فتوحات ہوتی رہیں۔ اللہ تعالیٰ کے دین کا کلمہ بلند ہوا۔ اطراف ممالک سے
غنائم بیت المال میں پہنچنے لگے اور مسلمان راحت و آرام اور عافیت و انصاف و
عدل کی زندگی بسر کرنے لگے۔

— امیر معاویہ کی خلافت کے ان حالات کو ابن کثیر نے عبارت ذیل
میں ذکر کیا ہے :-

” واجمعت الرعیاء علی بیعتہ فی سنة احدى واربعین
كما قدمنا فلم یزل مستقلاً بالامر فی هذه المدة الی
هذه السنة سنة التي كانت فیها وفاته، والجماد
فی بلاد العدو قائم و كلمته الله عالیة والغنائم ترد الیه
من اطراف الارض والمسلمون معه فی راحة و عدل
وصیغ و عفو“

(البدایہ لابن کثیر، ص ۱۱۹، ج ۸، تحت س ۶۰)

ذکر معاویہ بن ابی سفیانؓ

اور اس سے آگے چند صفحات کے بعد امیر معاویہؓ کے حق میں لکھتے ہیں :-

”انہ کان جید السیرۃ، حسن التجاوز، جمیل العفو،

کثیر الستر رحمۃ اللہ علیہ -

(البدایہ، ج ۸، ص ۱۲۶ - تحت ذکر معاویہ)

علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ :

”وفضائل معاویۃ فی حسن السیرۃ والعدل والاحسان

کثیرۃ“

”یعنی امیر معاویہؓ کے فضائل حسن سیرت اور عدل و احسان

کے اعتبار سے بے شمار ہیں۔“

(المنتقى للذہبی، ص ۳۸۸، طبع مصر)

مندرجات بالا کی روشنی میں یہ امر واضح ہو گیا ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ

کی خلافت انصاف و صداقت پر مبنی تھی اور عدل و انصاف کی آئینہ دار تھی۔

اس میں اسلامی قوانین رائج تھے جس کی وجہ سے عوام ہر طرح مطمئن تھے حضرت

امیر معاویہؓ کی قائم کردہ عدالتوں میں اسلامی قوانین کا پورا پورا احترام کیا جاتا تھا۔ اور

مسائل کا حل اسلامی آئین کے مطابق کیا جاتا تھا۔ امیر معاویہؓ کے دور خلافت میں

اسلامی قوانین کی بالادستی ختم کر دینے کا پروپیگنڈہ جو ناقذین کی طرف سے کیا جاتا

ہے وہ تاریخ کے ردی مواد سے تالیف شدہ ہے اور اصل واقعات کے بالکل

برعکس ہے اور امت کے اکابرین کی تصدیقات کے خلاف ہے۔ اس لیے کہ

حافظ ذہبیؒ، حافظ ابن کثیرؒ، حافظ ابن تیمیہؒ وغیرہ اکابر علمائے اس مسئلہ کی خوب

وضاحت پیش کر دی ہے کہ امیر معاویہؓ کے دور میں آئین شرعی و قوانین اسلامی کو ختم نہیں کر دیا گیا بلکہ عدل و انصاف قائم تھا اور عوام کے ساتھ احسان اور حسن سلوک کا معاملہ جاری و ساری رہتا تھا۔

— اس کے بعد اب وہ عنوانات ذکر کیے جاتے ہیں جن میں حضرت علیؓ

کے خاندان اور امیر معاویہؓ کے خاندان کا قرب اور تعلق معلوم ہوگا۔

حضرت امیر معاویہؓ اور ان کی جماعت

حضرت علیؓ اور ان کے خاندان کی نظروں میں

— قبل ازیں عرض کیا گیا ہے کہ اس دور کے اشرار و مفسد عناصر کی کارستانیوں

کی وجہ سے مرکز اسلام (عیفہ ثالث) کو ایک سازش کے تحت ختم کیا گیا۔ اس کے

بعد مسلمانوں میں دو طبقے بن گئے۔ ساتھ ساتھ شریعہ عناصر بھی پیدا شدہ اختلاف

کو ہوا دینے کے لیے منقسم ہو کر شامل رہے۔ ایک دوسرے کے حق میں غلط فہمیاں

پھیلائی گئیں۔ تنازعہ فیہ چیزوں میں کئی قسم کی بدگمانیاں نشر کر کے شدت پیدا کر

دی گئی جو آخر کار جنگ و قتال پر منتج ہوئی اور جمل و صفین جیسے موح فرس واقعات

پیش آئے۔

یہاں ان واقعات کے علل و اسباب اور جنگی امور کی تفصیلات اور ان کے

نتائج و عواقب پر بحث منظور نہیں۔ اس وقت ہمیں یہ عرض کرنا مقصود ہے کہ

طرفین میں ان شدید قسم کے تنازعات پیش آنے کے باوجود یہ حضرات ایک

دوسرے کے حق میں کیا نظر یہ رکھتے تھے، اور کیا حکم لگاتے، اور ایک دوسرے

کو کس نگاہ سے دیکھتے تھے، کیا ان بزرگوں کے دل میں ایک دوسرے کے حق

بعض وعناد بھرا ہوا تھا؛ یا ایک دوسرے کو دائمی دشمن خیال کرتے تھے جیسا کہ
ض لوگ ان حالات پر صدیوں گزر جانے کے باوجود آج بھی امیر معاویہؓ کو سب سے
تم سے نوازتے رہتے ہیں بلکہ عدم ایمان اور منافقت و فسق کا الزام لگانے ہیں اور
ن کے حق میں سوءظن رکھنا اور بدگمانی پھیلانا فرض منصبی خیال کرتے ہیں۔

حالات جن حضرات کا باہم وقتی اختلاف ہوا تھا انہوں نے یہ سب
ختم کر دیا ان کی مصالحت ہو گئی اور عام الصلح کے بعد تو تنازعات بالکل ہی ترک
رہتی گئی۔

عنوان بالا کو واضح کرنے کے لیے اس مقام میں چند ایسی چیزیں پیش کی جاتی
ہں جن سے حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کے نظریات امیر معاویہؓ کے حق میں اور
ن کی جماعت کے حق میں بین طور پر معلوم ہو سکیں گے۔ اس کے لیے ذیل میں حضرت
لی المرتضیٰ اور ان کے خاندان کے فرمودات اور واقعات ایک ترتیب سے

لہ قولہ مصالحتہ یعنی حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت امیر معاویہؓ کے درمیان دستکھ میں صلح و
صالحت ہو گئی تھی۔ اہل علم کی تسلی کے لیے ذیل سے عبارت درج ذیل ہے:-

— وفي هذه السنة (سنة ۳۵) جوت بين علي ومعاوية المهادنة بعد
مكاتبات يطول ذكرها علي وضع الحرب بينهما وان يكون ملك العراق لعليؓ
ولمعاوية الشام۔ ولا يدخل احدهما على صاحبه في عملٍ بغير اذنه ولا غارة
ولا غزوة... والمسك كل واحد منهما عن قتال الآخر۔ وبعث
الجيش الى بلادها واستقر الامر على ذلك“

(۱) — تاریخ ابن جریر طبری، ج ۶، ص ۸۱ تحت سنتہ ۳۵ھ

(۲) — البدایہ لابن کثیر، ج ۴، ص ۲۲۲، بحوالہ ابن جریر تحت سنتہ

پیش خدمت ہیں ان پر غور فرمائیں:-

امیر معاویہؓ اور ان کے ساتھی سب مومن تھے
ان میں سے فوت شد آدمی کے لیے غسل،
کفن، دفن اور جنازہ کیا گیا

(۱) — سعد بن ابراہیم کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت علی المرتضیٰؓ اپنے مقام
استراحت سے باہر تشریف لاتے۔ عدی بن حاتم الطائیؓ آپ کے ساتھ تھے۔
قبیلہ طئی کا ایک مقتول آدمی پڑا ہوا تھا۔ حضرت علیؓ کی جماعت کے لوگوں نے
اسے قتل کر دیا تھا تو اس کو دیکھ کر عدی کہنے لگے کہ افسوس! اہل یہ مسلمان تھا،
آج کافر ہو کر مرا پڑا ہے تو حضرت علیؓ نے فرمایا ٹھہریے (یعنی فتویٰ میں
جلدی نہ کیجیے)۔ یہ کل بھی مومن تھا، آج بھی مومن ہے۔ (یعنی ہمارے مقابل
ہو جانے سے بے ایمان نہیں ہوا، مومن ہے)۔

— عن سعد بن ابراہیم قال خرج علي بن ابي
طالب ذات يوم ومعه عدی بن حاتم الطائی فاذا رجل من
طئی قتيل قد قتله اصحاب علي فقال عدی يا ويح هذا كان
امس مسلماً واليوم كافراً فقال علي مهنلاً كان امس مؤمناً
دهو اليوم مومن“

(۱) — تاریخ ابن عساکر کامل، ج ۱، ص ۳۲۰، طبع دمشق۔

(۲) — تلخیص ابن عساکر، ج ۱، ص ۷۳، لابن بدران عبدالقادر

بن احمد المشور باب بدران الدمشقی، باب ماورد
من اقوال المنصفین فی من قتل من اهل الشام
بصفین -

(۲) — کچھ کہتے ہیں کہ امیر معاویہ کے ساتھیوں میں سے جو قتل ہو گئے تھے
ان کے متعلق حضرت علیؑ سے خود حضرت علیؑ کے ساتھیوں نے سوال پیش کیا
تو حضرت علیؑ نے فرمایا وہ مومن ہیں۔

”..... محمد بن راشد عن مکحول ان اصحاب علیؑ سألوا
عن من قتلوا من اصحاب معاویة قال هم المؤمنون“
وفی روایة عن من قتل بصفین ما هم؟ قال هم المؤمنون“

(۱) — تاریخ ابن عساکر کامل، ج ۱، ص ۳۳۰۔ طبع دمشق

(۲) — تلخیص ابن عساکر لابن بدران، ج ۳، ص ۴۰۔ طبع اول
باب مذکور

(۳) — منہاج السنہ لابن نمیر، ج ۳، ص ۶۱ -

(۴) — المنتقی للذہبی، ص ۳۳۵۔ طبع مصری -

(۳) — عقبہ بن علقمہ الیشکری کہتے ہیں کہ میں حضرت علیؑ کے ساتھ صفین
کی جنگ پر حاضر تھا۔ حضرت علیؑ کی خدمت میں امیر معاویہؓ کے ساتھیوں میں
سے پندرہ عدد قیدی قید کر کے لائے گئے۔ ان میں سے جو فوت ہو گیا اس
کو غسل دیا گیا، کفن دیا گیا اور اس پر حضرت علیؑ نے نماز جنازہ پڑھی۔

قال عقبہ بن علقمة الیشکری شہدت مع علیؑ

یوم صفین فأتی بخمسة عشر سیراً من اصحاب معاویة
فکان من مات منهم غسله وكفنه وصلى عليه“

تلخیص ابن عساکر، ج ۱، ص ۴۰۔ طبع اول، لابن بدران
باب ماورد من اقوال المنصفین فممن قتل من اهل الشام
بصفین -

علوی ارشادات کے ذریعہ صاف معلوم ہوا کہ جن کا حضرت علیؑ سے اگرچہ
مقابلہ کسی وجہ سے ہو گیا وہ مومن تھے، ایما نڈارتھے۔ ان کا غسل، کفن، دفن، جنازہ
سب صحیح تھا اور حضرت علیؑ نے کیا تھا۔ ان کو مومن نہ جانا حضرت علیؑ کی نافرمانی
ہے اور ان کے طریق کے خلاف ہے۔

صفین کے مقتولین کا حکم حضرت علیؑ کے فرمان سے

یعنی سب جنتی ہیں

— جنگ صفین حضرت علی المرتضیٰؑ اور حضرت امیر معاویہؓ کی جماعتوں
کے درمیان ماہ صفر ۳۶ھ میں پیش آئی۔ اہل فساد اپنے مذموم مقصد را اقرار و
انتشار میں کامیاب ہو گئے۔

دونوں حضرات اپنی اپنی مجتہدانہ راستے کی بنا پر قتال کے ترک ہوئے لیکن
قتال میں شرعی حدود سے تجاوز نہیں ہوتے۔ مثلاً قتال سے ہٹنے والے کے دے پے
قتل نہیں ہوتے۔ قیدیوں کو قتل نہیں کیا کسی عورت کا پردہ نہیں اٹھایا کسی شخص
کا مال نہیں لوٹا جس نے ہتھیار ڈال دیے اس کو امان دے دی۔ مقتول کے ہتھیار
اور لباس نہیں اتارے کسی مرد مسلمان کو غلام نہیں بنایا، نہ کسی عورت مسلمہ کو لونڈی
قرار دیا اور فریقین کے اموال کو مال غنیمت نہیں سمجھا وغیرہ۔

— ان احکامات کے لیے مندرجہ ذیل مقامات ملاحظہ فرمادیں :-

(۱) المصنف لابن ابی شیبہ، ج ۳، قلمی، پیر جھنڈا سندھ، ص ۱۰۱۸۔ باب الجمل

(۲) فتح القدير شرح ہدایہ، ج ۳، ص ۴۱۲۔ باب البغاة طبع مصر۔

(۳) نصب الراية للزبيعي، ج ۳، ص ۴۶۳۔ باب البغاة۔

(۴) الاخبار الطوال للدينوري الشيبني، ص ۱۵۱۔ تحت وقعة الجمل طبع مصر۔

یہاں سے معلوم ہو گیا کہ یہ باہمی قتال کس نوعیت کا تھا؟

— اس کے بعد حضرت علی المرتضیٰ کی طرف سے وہاں کے مقتولین کے

لیے باعتبار انجام کے فیصلہ ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت علی المرتضیٰ سے سوال کیا گیا کہ جو

اس جنگ میں مارے گئے ان کا کیا حکم ہے؟ فرمایا کہ ہمارے اور معاویہ کی جماعت

کے مقتولین بنت میں جائیں گے۔۔۔ الخ

”... سئل علی عن قتال يوم الصفين فقال قتلانا و قتلناهم

في الجنة وسيصيبوا الامراتي والى معاوية“

(۱) — المصنف لابن ابی شیبہ، ج ۳، ص ۳۶۶ (قلمی) پیر جھنڈا

سندھ، باب ما ذکر فی الصفین۔

(۲) — مجمع الزوائد للهيثمی، ج ۹، ص ۳۵۷ بحوالہ الطبرانی

باب ما جاء فی معاوية بن ابی سفيان۔

(۳) — كنز العمال، ج ۶، ص ۸۷۔ تحت واقعة الصفين

طبع اول۔

(۴) — سير اعلام النبلاء للذهبي، ج ۳، ص ۹۵، تذکرہ

معاوية۔

حضرت علیؑ کے فرمان کی روشنی میں شُرکائے جمل و صفین کا درجہ

— اس عنوان کے تحت یہ چیز پیش کی جاتی ہے کہ جن لوگوں کے ساتھ

حضرت علی المرتضیٰ کو قتال کی نوبت پہنچی ہے (مثلاً معرکہ جمل و صفین میں شریک

ہونے والے حضرات) تو ان کے متعلق حضرت مرتضیٰ نے کیا اظہار خیال فرمایا ہے؟

لہذا ان کو کس درجہ میں شمار کیا ہے؟ تو اس مسئلہ میں حضرت موصوف کا بیان یہ ہے

حضرت سے سوال کیا گیا کہ کیا یہ لوگ مُشْرک ہیں جن سے آپ نے جنگ کی ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا نہیں وہ مُشْرک نہیں۔ وہ تو مُشْرک و کُفْر سے فرار ہو کر مسلمان

ہوئے۔ پھر عرض کیا گیا وہ منافق ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: منافق بھی نہیں، منافق

اندا کو کم یاد کرتے ہیں۔ پھر سوال ہوا کہ ان لوگوں کا کیا حال ہے؟ اور کیا درجہ

ہے؟ اس وقت حضرت علیؑ نے فرمایا کہ یہ ہمارے بھائی ہیں۔ انہوں نے ہمارے

لاف زیادتی کی۔

”..... سئل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ و هو

القدوة عن قتال اهل البغي من اهل الجمل و الصفين

أمشركون هم؟ قال لا! من الشرك فتروا ففيل أمناقون؟

قال لا! لان المناقين لا يذكرون الله الا قليلا۔ قيل له

فما حالهم؟ قال اخواننا بغوا علينا“

(۱) المصنف لابن ابی شیبہ، ج ۳، ص ۱۰۱۳ (قلمی) پیر جھنڈا سندھ

باب الجمل و صفین در کتب خانہ پیر جھنڈا سندھ

عبدالغنی علیہ
فی تفسیر الکلی ص ۱۷۳
در صفین

(۲) — السنن الكبرى للبيهقي، ج ۸، ص ۱۷۳، کتاب

قال اهل البغنى طبع دکن -

(۳) — الجامع لاحکام القرآن تفسیر القرطبي جلد سادس

ص ۳۲۲ تحت آیتہ فاصلموا بین اخیکم - سورة

حجرات، پارہ ۲۶ -

تنبیہ :- اہل علم کی اطلاع کے لیے عرض ہے۔ حضرت علیؑ کا یہ فرمان بے شمار علمائے اپنے اپنی تصانیف میں درج کیا ہے۔ اختصار کے پیش نظر عرض ہے کہ تفاسیر میں سورۃ حجرات میں ہے۔ روایات کی کتابوں میں جمل و صفین کے تحت ہے۔ فقہائے کرام نے اہل البغنی کے احکام کی بحث میں اسے نقل کیا ہے۔ اور تاریخی کتب میں بھی ان بحثوں کے تحت یہ مضموی قول مذکور ہے حتیٰ کہ شیعہ کبار نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جعفر صادقؑ سے روایت کیا ہے۔ وہ اپنے والد حضرت امام باقرؑ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ اپنے مقابلین و جمل و صفین اللہ کے حق میں شرک اور نفاق کی نسبت نہیں کرتے تھے بلکہ فرماتے تھے کہ یہ لوگ ہمارے بھائی ہیں، ہمارے خلاف زیادتی کرنے لگے۔

..... جعفر عن ابیہ ان علیاً علیہ السلام لم یکن

ینسب احداً من اهل حربہ الی الشریک ولا الی النفاق و

لکن یقول ہما اخواننا یغوا علینا“

(رسالہ قرب الاسناد لعبد اللہ بن جعفر الحمیری الشیعی،

ص ۴۵ - من علماء القرن الثالث طبع قدیم ایران)

بغنی کے مفہوم کی وضاحت حضرت علیؑ کی زبانی

حضرت علیؑ نے جمل و صفین والے حضرات کے حق میں جو نظریہ مذکورہ (اخواننا یغوا علینا) یعنی یہ ہمارے بھائی ہیں جو ہمارے خلاف ہو رہے ہیں، میں ظاہر فرمایا ہے۔ اس کی وضاحت میں لوگوں نے بہت کلام کیا ہے لیکن اس کی تشریح اگر حضرت علیؑ کے دیگر اقوال کی روشنی میں کی جائے تو بہت مناسب ہوگی اور طویل بحثوں میں پڑنے کی حاجت ہی نہ رہے گی۔ وہ اس طرح ہے کہ اسی جمل و صفین کے قتال کے موقع پر بعض لوگ حضرت علیؑ کی طرفدار کرتے ہوئے ان کے ساتھ مقابلہ پر آنے والے لوگوں کے حق میں غلو کرنے لگے۔ یعنی کفر کی نسبت کرنے لگے تو حضرت علیؑ نے فرمایا کہ ایسا مت کہو۔ کوئی کلمہ خیر ہی کہو، فرمانے لگے کہ ان لوگوں نے یہ گمان کیا ہے کہ ہم نے ان کے خلاف بغاوت کی ہے۔ اور ہم نے یہ گمان کیا ہے کہ انہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کا پس اس پر قتال واقع ہوا۔

ابن عساکر نے بالفاظ ذیل یہ روایت باسند ذکر کی ہے:

— نا ابو زرعة عن جعفر بن محمد عن ابیہ قال سمع

علیؑ یوم الجمل او صفین رجلاً یغلو فی القول یقول الکفر

قال لا تقولوا فانهم زعموا انا بغینا علیہم و زعمنا انہم

یغوا علینا“

— ابن تیمیہ الحراتی نے مسند اسحاق بن راہویہ سے باسند اس روایت

کو باغیظ ذیل نقل کیا ہے -

..... سفیان عن جعفر بن محمد عن ابیہ قال سمع
علیؑ یوم الجمل ویوم الصفین رجلاً یغلون فی القول فقال لا
تقولوا الا خیراً انما هم قوم زعموا اننا بغینا علیہم و
نعمن انهم بغوا علینا فقاتلناهم۔“

(۱) - تاریخ ابن عساکر کامل، جلد اول، ص ۲۲۹۔

طبع دمشق - سن طباعت ۱۳۷۱ھ
۱۹۵۱ء

(۲) - تہذیب ابن عساکر لابن بدران، ج ۱، ص ۴۲۔

باب ماورد من اقوال المنصفین فمیں نقل میں
اہل الشام بصفین -

(۳) - منہاج السنہ لابن تیمیہ، ج ۳، ص ۶۱ تحت

ولما قال السلف ان اللہ امر بالاستغفال
محمد صلی اللہ علیہ وسلم فستہم الرافضۃ۔

(۴) - المنتقى الذہبی، ص ۳۳۵ - طبع مصر۔

۱۳۷۲ھ

اب ہم اس مطلب کو شیعہ بزرگوں کی روایت کے ذریعہ بختم کرتے ہیں
اور اس کی تائید ان کی معتبر کتب سے پیش کرتے ہیں تاکہ سنی و شیعہ اجاب
دونوں فریق کو اس مسئلہ پر غور و غوض کرنے کا موقعہ دستیاب ہو جائے۔
... امام جعفر صادقؑ نے امام محمد باقرؑ سے نقل کیا ہے۔ محمد باقر
فرماتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰؑ اپنے اہل حرب رجن سے ان کو
قتال کا سامنا ہوا، کے حق میں فرماتے تھے کہ ہم ان سے ان کی

تکفیر کی بنا پر نہیں قتال کر رہے اور نہ اس وجہ سے قتال کر رہے ہیں کہ
وہ ہماری تکفیر کرتے ہیں (یہ بات نہیں ہے) بلکہ بات یہ ہے، ہم
کہتے ہیں کہ یقیناً ہم حق پر ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ یقیناً وہ حق پر ہیں۔
..... جعفر عن ابیہ ان علیاً علیہ السلام کان یقول

لاہل حربہ انالہم نقاتلہم علی التکفیر لہم ولہم نقاتلہم
علی التکفیر لنا ولکننا رأینا اننا علی حق و رأوا انہم
علی حق۔“

(قرب الاسناد بعد اللہ بن جعفر الحمیری الشیخ بمع رسائل دیگر

از علماء القرن الثالث، ص ۲۵ - طبع ایران قادیانی طبع)

مختصر یہ ہے کہ حضرت علیؑ کے فرمودات کی روشنی میں مسئلہ اس

طرح حل ہوا کہ ”اخواننا بغوا علینا“ میں ”انحوت دینی“ مراد ہے اور بغی سے
”بغاوت لغوی“ مراد ہے۔ یعنی زیادتی اور حد سے تجاوز کرنا، طلب کرنا، وغیرہ
اور اصطلاحی بغاوت مقصود نہیں ہے۔ اس کے متعلق مندرجہ بالا روایات
بطور قرینہ کے ہم نے عرض کر دی ہیں۔

وجہ یہ ہے کہ ”بغاوت اصطلاحی“ اس کو کہا جاتا ہے کہ ایک خلیفہ برحق
کے خلاف کسی شخص کا اپنی رائے اور تاویل کی بنا پر کھڑے ہونا۔ اور حضرت
علیؑ تو کسی خلیفہ کے باغی نہ تھے۔ پھر بھی فرماتے ہیں کہ ان کا گمان ہے کہ ہم نے
ان پر بغاوت کی۔ تو معلوم ہوا کہ مذکورہ کلمات میں بغاوت شرعی یا اصطلاحی
مراد نہیں بلکہ لغوی معنی مقصود ہیں۔

خلاصہ کلام

حضرت علی المرتضیٰؑ حضرت امیر معاویہؓ کو مشرک نہ جانتے تھے، نہ منافق کہتے

مسئلہ کی تنقیح

شرح مواقف کی عبارت میں تاسیح

(یہ بحث اہل علم کے لیے مناسب ہے)

جب مسئلہ لغوی اور بغاوت کا سامنے آیا ہے تو یہاں پر بعض شبہات کا ازالہ ہو جاتے تو بہتر ہے بعض مصنفین کی عبارات اس مقام میں موہم ہیں، غلط فہمی کا ان سے اندیشہ ہوتا ہے۔ مثلاً:

— شرح مواقف میں امامت کے مباحث المقصد السابع میں حضرت علیؑ کے محاربین کے حق میں علماء کے اقوال نقل کرتے ہوئے شارح نے درج کیا ہے۔
 ”و منهم من ذهب الى التفسير كالتشيعه وكثير من اصحابنا“

شرح مواقف، ج ۸، صفحہ ۳۷۴، طبع مصری تحت المقصد السابع

اب اس کے جواب کے لیے امام ربانیؑ کا مکتوب پیش خدمت ہے جس سے اصل مسئلہ واضح ہوتا ہے اور دیگر علماء کے اقوال بھی ملاحظہ ہوں۔

اولاً

۱ — امام ربانیؑ اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں :-

— دآنچه شارح مواقف گفته که بسیارے از اصحاب ما

تھے، نہ کافر کہتے تھے، نہ فاسق کہتے تھے بلکہ

(۱) — ہر ایک فریق دوسرے فریق کو دینی برادر یقین کرنے کے بعد ایک دوسرے پر تجاویز کرنے یا زیادتی کرنے کا گمان کرتے تھے (اس سے زیادہ کچھ نہیں)۔

(۲) — ہر ایک طبقہ اپنے آپ کو حق پر خیال کرتا تھا اور دوسرے کو ناحق جانتا اور خطا پر گمان کرتا تھا۔ (اسی نقطہ نظر برقیال واقع ہوا) اور اسی کو اجتہادی خطا سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

(۳) — حضرت علیؑ نے (ان برگشتہ حالات کے باوجود) یہ خصوصی فرمان جاری کر رکھا تھا کہ ہمارے مقابلین کے حق میں کلمہ تہیہ کے بغیر بالکل لب کشائی نہ کی جائے لاقولوا الا خیراً (یعنی ان کے حق میں بہتر بات کے سوا کچھ نہ کہو) کا اعلان کیا ہوا تھا۔ جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔

— مسئلہ ہذا کو مشہور شاعر حالی مرحوم نے اپنی تصنیف ”مسدس حالی“ میں ایک صیغہ انداز میں نظم کیا ہے۔ یہاں اس کے صرف دو شعر ناظرین کے لیے پیش کیے جاتے ہیں۔

اگر اختلاف ان میں باہم دگر تھا
تو بالکل مدار اس کا اخلص پر تھا

جھگڑتے تھے لیکن نہ جھگڑوں میں شرم تھا
خلاف، آشتی سے خوش آئندہ تر تھا

(مسدس حالی، ص ۲۵)

برآں اند کہ آن منازعت از روئے اجتهاد نموده مراد از اصحاب کلام گروه راداشته باشد اہل سنت برخلاف آن حاکم اند چنانکہ گذشت و کتب القوم مشحونہ بالخلاف الاجتهادی کما صرح بہ الامام الغزالی و القاضی ابوبکر و غیرہما پس تفسیق و تضلیل در حق محاربان حضرت امیر جائر نہ باشد۔۔۔ الخ

۱۔ مکتوبات امام ربانی، ص ۲۷۲-۲۷۳، ج ۱، ذکر اول
حصہ چہارم، مکتوب ۲۵، طبع قدیم نول کشور کھنڈ
و طبع جدید لاہور، ص ۶۷-۶۸۔ حصہ چہارم، پنجم، ششم
نور کمپنی لاہور۔)

یعنی یہ بات جو شارح مواقف نے ذکر کی کہ ہمارے لوگوں میں سے بہت لوگ اس طرف ہیں کہ حضرت علیؑ و حضرت معاویہؓ کا باہمی تنازع اجتهاد کی بنا پر نہیں تھا۔ ان سے کون گروہ مراد ہیں جیسا کہ گذر چکا ہے کہ اہل سنت نے تو اس کے خلاف حکم دیا ہے اور اس مسئلہ کو خطا، اجتہادی قرار دینے پر تمام قوم کی تصانیف پڑیں۔ امام غزالیؒ، قاضی ابوبکر، ابن عربی و غیرہما علماء نے تصریح کر دی ہے کہ بنا بریں حضرت علیؑ کے خلاف جنگ کرنے والوں کے حق میں فسق و ضلالت کا حکم لگانا جائز نہیں۔

۲۔ اس بحث کو مزید تفصیل دیکھنا کسی اہل علم کو مطلب ہو تو کتاب التہدیب ابو شکر سالمی تحت قولی السابع صفحہ ۱۶۸ (طبع لاہور) ملاحظہ فرمادیں، ابو شکر سالمی نے دلائل کے ساتھ ان لوگوں سے فسق کی نفی کی ہے۔

۳۔ اور علامہ تفتازانی نے شرح المقاصد (المبحث السابع) میں اہل صفین کے متعلق تصریح کی ہے کہ ویسوا کفاراً ولا فسقۃ ولا ظلمۃ لہم من

التاویل وان کان بالخلایفۃ الامراء انھم اخطاوا فی الاجتہاد و ذلک لا یوجب التفسیق فضلاً عن التکفیر و لہذا منع علیؑ اصحابہ من یعن اهل الشام و قال اخواننا بغوا علینا۔ الخ
(شرح المقاصد، ص ۲۲۳، ج ۲، بحث سابع
اتفق اہل الحق۔ طبع استنبول)

۴۔ اسی طرح ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں بیان خلافت علیؑ کے تحت لکھا ہے: تدرکان معاویۃ مخطیاً الی انہ فعل ما فعل عن تاویل فلم یصر بہ فاسقاً۔

(شرح فقہ اکبر صفحہ ۸۲۔ طبع مجتہبائی دہلی)

یعنی حضرت علیؑ کے مقابلہ میں امیر معاویہؓ نے جو کچھ کیا وہ تاویل کی بنا پر تھا۔ وہ مخطی ہیں لیکن فاسق نہیں۔

مختصر یہ کہ مجدد الف ثانی ابو شکر سالمی۔ تفتازانی، ملا علی قاری وغیر ہم کبار علماء نے اہل صفین کے حق میں فسق اور ظلم کی نسبت کرنے کی نفی کر دی ہے۔ فلہذا شارح مواقف کا مذکور قول تحقیق کے خلاف ہے اور تسامح پر معمول ہے۔

(عافاہ اللہ تعالیٰ)

ثانیاً

بعض فقہاء نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں جو راور جائر کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔

ہدایہ جلد ثالث کتاب ادب القاضی میں مندرجہ ذیل عبارت پائی جاتی ہے۔

”ثم يجوز التقليد من السلطان الجائر كما يجوز من العادل
لان الصحابة رضی اللہ عنہم تقلدوا من معاوية والحق
كان بيد علي في نوبته - اس مضمون کے تحت فتح القدير میں
مذکور ہے کہ ”هذا التصريح بجور معاوية“

— اس مسئلہ کی وضاحت کے لیے ایک تو یہ چیز ذکر کی جاتی ہے کہ پہلے

کی عبارت میں لفظ ”فی نوبتہ“ مخالف کے اعتراض کے جواب کے لیے کافی ہے
اس لیے کہ ہمارے نزدیک بھی حضرت علیؑ کی زندگی میں خلافت حضرت علیؑ کی صحیح ہے
اور امیر معاویہؓ کی خلافت صحیح نہیں، بلکہ خطا اجتہادی پر محمول ہے اور امیر معاویہؓ
اس مسئلہ میں مجتہد ہیں (المجتہد قد یخطئ ویصیب)

دوسری یہ چیز ہے کہ اس کی شرح فتح القدير میں مذکورہ الفاظ ”هذا التصريح“
بجور معاویہؓ کے متصلاً بعد یہ عبارت موجود ہے جس سے اعتراض رفع ہو سکتا ہے
وہاں لکھا ہے :-

”والمراد في خروجہ لافي اقصيته ثم انما يتم اذا ثبت انه
ولي القضاء قبل تسليم الحسن له واما بعد تسليمه فلا“

فتح القدير شرح ہدایہ، ج ۵، ص ۴۶۱ - معنیاتیہ
کتاب ادب القاضی - طبع مصر

نیز اس مسئلہ کا حل امام ربانی مجدد الف ثانیؒ نے اپنے مندرجہ ذیل مکتوب میں
کہہ دیا ہے، بشرط انصاف وہ کافی وافی ہے۔ ذیل میں اس کو بعینہ ذکر کیا جاتا
ہے، ملاحظہ فرمادیں :-

”آنچه در عبارات بعضی از فقہا لفظ جور در حق معاویہ واقع شدہ
است و گفته کان معاویہ اماً جاتراً مراد از جور عدم تعینت خلافت

اور در زمان خلافت حضرت امیر خواہد بود نہ جوریکہ آتش فسق و ضلالت
ست تا با قوال اہل سنت موافق باشد۔ مع ذالک ارباب استقامت
از اتیان الفاظ موہومہ خلافت مقصود اجتناب می نمایند و زیادتہ
بر خطا تجویز نمی کنند کیون جاتراً و قد صح انه کان اماً عادلاً فی حقوق
اللہ و فی حقوق المسلمین کما فی الصواعق“

د مکتوبات امام ربانی طبع قدیم نول کشور کھنڈو، ج ۲، ص ۱۰۱۔
مکتوب دوصد و پنجاہ و یکم (۲۵۱) بنام مولانا محمد اشرف
د فتراول حصہ چہارم - نور کمپنی لاہور، ص ۶۸-۶۹

یعنی بعض فقہاء کی عبارات میں امیر معاویہؓ کے حق میں جو یا امام جاتراً
کا کلمہ استعمال ہوا ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ حضرت علیؑ کے دہ
خلافت میں امیر معاویہؓ کی خلافت ناحق اور غیر صحیح تھی۔ جور سے مراد
نہیں ہے جس کا انجام فسق و ضلالت ہوتا ہے۔ تب یہ مسئلہ اہل سنت
کے اقوال کے موافق ہوگا۔ نیز اس قسم کے موہوم القاب جو مقصود کے
خلافت ہوں استعمال کرنے سے ارباب استقامت اجتناب کرتے
ہیں خطا اجتہادی سے زیادہ کچھ نہیں تجویز کرتے، امیر معاویہؓ کس
طرح جاتراً میں حالانکہ وہ امام برحق تھے اور حقوق اللہ اور حقوق اہل
اسلام کے حق میں عادل تھے، جیسا کہ صواعق محرقہ میں منقول ہے۔

فریقین دینی معاملہ میں متفق و متحد تھے

دونوں حضرات (حضرت علیؑ و امیر معاویہؓ) دین و مذہب کے اعتبار سے
ایک تھے۔ ان میں دین و مذہب کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں تھا۔ یہ چیز ہم

اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک تو مسلمات میں سے ہے لیکن شیعہ کی معتبر کتابوں میں بھی یہ مسئلہ اس طریقہ سے درج ہے کہ حضرت علیؑ اور اہل صفین کے درمیان جو ماجرا پیش آیا تھا اس کو علی المرتضیٰ نے نکھو کر اکناف و اطراف ملک میں نشر کرایا فرمایا کہ ہمارا اور اہل الشام کا تقابل ہوا ہے حالانکہ ظاہر بات ہے ہمارا رب ایک ہے ہمارے نبی ایک ہیں۔ اسلام میں ہماری دعوت دینی ایک ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لانے اور اس کے نبی کی تصدیق کرنے میں نہ ہم ان سے زیادہ ہیں، نہ وہ ہم سے زیادہ ہیں پس ان کا اور ہمارا دینی معاملہ بالکل ایک جیسا ہے۔ کوئی فرق نہیں مگر خون عثمانؓ کے بارے میں ہمارا اور ان کا اختلاف ہو گیا ہے۔ حالانکہ ہم اس سے بری الذمہ ہیں۔

— و من کتاب لہ علیہ السلام کتبہ الی اہل الامصار یقتض فیہ ما جرى بینہ و بین اہل صفین وکان بدا امرنا انا التقینا و القوم من اہل الشام و الظاہدان ربنا و احد و نبینا و احد و دعوتنا فی الاسلام و احدۃ ، لانستزید ہم فی الایمان باللہ و بالتصدیق برسولہ صلی اللہ علیہ وسلم و لایستزید ونا و الامر و احد الا ما اختلفنا فیہ من دم عثمان و نحن منه برآء ”

(۱) نوح البلاغہ، کتاب لہ علیہ السلام الی اہل الامصار، ج ۲، ص ۱۱۴۔ طبع مسری، مع حواشی عبدہ۔

(۲) درۃ نجفیہ، شرح نوح البلاغہ، ص ۳۴۴۔ طبع قدیم ایرانی تحت متن المذكور۔

امیر معاویہؓ اور ان کی جماعت کھسب و شتم کرنا حضرت علی المرتضیٰؑ کے فرمان کے مطابق ممنوع ہے

یہ دونوں فریق مذہب کے اعتبار سے ایک جماعت ہیں اور دین اسلام کی حیثیت سے ایک چیز ہیں۔ ان حضرات کا باہمی کچھ فرق نہیں۔ صرف ایک دوسرے میں رائے اور فکر کا اجتہادی اختلاف (یعنی قتل عثمانی اور قاتلان عثمان کے متعلق تھا۔

اس بنا پر حضرت علی المرتضیٰؑ کی خدمت میں جب بھی اپنے مقابل فریق پر لعن طعن کا مسئلہ پیش ہوا تو آپ نے اپنے حمایتیوں کو اس شنیع فعل سے بر ملا منع کر دیا اور بار بار منع کیا۔ ذیل میں اس کی وضاحت ملاحظہ کریں۔

عبداللہ بن صفوان کہتے ہیں کہ جنگ سنین کے روز ایک شخص نے کہا کہ لے اللہ شام والوں پر لعنت فرما۔ حضرت علی المرتضیٰؑ نے اس کو فرمایا کہ شام کی جماعت کو مت سب و شتم کرو یقیناً اہل شام میں ابدال ہیں۔ دو تین بار اسی طرح فرمایا۔

”عن عبد اللہ بن صفوان قال قال رجل یوم صفین اللہ لعن اہل الشام قال فقال علیؑ لا تسب اہل الشام جماعاً غفیراً فان بها الابدال فان بها الابدال فان بها الابدال“

(۱) — المسنف لعبد الرزاق، ج ۱۱، ص ۲۴۹۔ باب الشام۔

(۲) — التاریخ لابن عساکر کامل، ج ۱، ص ۳۲۳، مطبوعہ دمشق، باب النہی عن سب اہل الشام،

(۳) — البدایہ لابن کثیر، ج ۸، ص ۲۰، باب ذکر معاویہ بن ابی سفیان و ملکہ۔

— شریح بن عبید ذکر کرتے ہیں کہ ایک دفعہ علی المرتضیٰ کی خدمت میں اہل شام کا ذکر ہوا اور لوگوں کی طرف سے کہا گیا کہ اے امیر المؤمنین! شام والوں پر لعنت کیجیے۔ آپ نے فرمایا "بالکل نہیں، میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ شام میں ابدال ہونگے اور چالیس شخص ہونگے۔ ایک اگر فوت ہو جائے گا تو اس کی جگہ دوسرا مقرر ہوگا... الخ

”عن شریح بن عبید قال ذکر اهل الشام عند علی وقیل العنم یا امیر المؤمنین قال اتی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الابدال یكونون بالشام وھما ربعون رجلاً کلامات رجل ابدال اللہ مکانه رجلاً... الخ

(۱) مشکوٰۃ شریف، ص ۵۸۲-۵۸۳۔ بحوالہ احمد۔ باب ذکر اہل الیمین والشام۔

(۲) مجمع الزوائد و منبع الفوائد لنور الدین البیہقی، ص ۶۲ ج ۱، باب ماجاء فی الابدال وانہم بالشام۔

حضرت علیؑ کے یہ چند اقوال اپنی کتابوں سے پیش کیے ہیں۔ اس کے بعد حضرت علیؑ کے فرامین شیعہ احباب کی کتب سے تحریر کیے جاتے ہیں۔

شیعہ کتب سے تائید

چنانچہ ایک دفعہ حضرت علیؑ کے ساتھیوں نے صفین کے مقام میں جنگ کے دوران امیر معاویہؓ اور ان کے ساتھیوں کو سب و شتم اور لعن طعن کرنا شروع کر دیا۔ یہ حضرت علیؑ نے سن لیا تو اس بات سے فوراً منع فرمایا۔ اور فرمایا کہ میں تمہارے لیے اس چیز کو بُرا جانتا ہوں کہ تم دشنام دینے والے اور لعن طعن کرنے والے بن جاؤ۔ لیکن

اگر تم ان کے اوصاف و اعمال کو ذکر کرتے تو یہ اچھی بات ہوتی۔ اور ان کو سب کرنے کی جگہ تمہیں یوں کہنا چاہیے کہ اے اللہ!

۱۔ ہم کو اور ان کو خنزیری سے محفوظ فرما۔

۲۔ اے اللہ، ہم دونوں فریقوں کے درمیان اصلاح و درستگی فرما!

۳۔ اے اللہ! راستہ سے بھٹکنے سے بچنے والوں کو ہدایت نصیب فرما۔

حتیٰ کہ حق سے ناواقف لوگ حق بات کو پہچان لیں اور تجاوز اور

زیادتی سے باز آجائیں جو اس میں حرص کیے ہوتے ہیں۔

اول۔ ————— نہج البلاغہ کی عبارت ذیل میں یہ مضمون ملاحظہ کریں :

”ومن کلام لہ علیہ السلام وقد سمع قومًا من اصحابہ

یستون اهل الشام ایام حربہم بصفین انی اکره لکھن تکلونوا

ستابین ولکتکم لو وصفتم اعمالھم و ذکرتم حالھم کان

اصوب فی القول وابلغ فی العذر وقلتم مکان سبکم ایام

اللھما حقن دماءنا ودمائھم واصلح ذات بیننا و بینھم

واھدھم من ضلالھم حتی یعرف الحق من جھلہ و

یرعوی عن الغی والعدوان من لجم بہ ؑ

نہج البلاغہ، ج ۱، ص ۲۰ تحت من کلام لہ

علیہ السلام فی النہی عن سب اہل الشام طبع معری۔

دوم۔ ————— مشہور شیعنی مؤرخ احمد بن داؤد ابو حنیفہ الدینوری المتوفی ۲۸۲ھ

نے اخبار الطوال میں یہی متنسوی فرمان مفصل نقل کیا ہے۔ اہل علم کی نسل کے

لیے بعینہ عبارت حاضر خدمت ہے۔

”... وبلغ علیاً (۳) ان حجر بن عدی وعمرو بن الحنف

يظهران شتم معاوية ولعن اهل الشام فادسل اليهما ان
كفأ عما يبلغني عنكما فاتيا فقا لا يا امير المؤمنين! السنا
على الحق؟ وهم على الباطل، قال بللى! ورب الكعبة المسدنة
قالوا فليمتنعنا من شتمهم ولعنهم؟ قال كرهت لكران
تكونوا شتامين، لقائين، ولكن قولوا اللهم احقن دما لنا و
دما لهم واصلم ذات بيننا وبينهم واهد هم من
ضلالهم حتى يعرف الحق من جهله ويرعوى عن العتى من
الجم به

(الاخبار الطوال للدينوري الشيعي، ص ۶۵، تحت وقعة

الصفين - طبع القاہرہ مصر)

بدیعنی مطلب یہ ہے کہ صفین کے موقع پر حضرت علیؑ کے ساتھیوں حجربن
عدی، عمرو بن الحمق وغیرہ نے امیر معاویہ کو سب و شتم کرنا اور اہل شام کو لوٹ
طعن کرنا شروع کر دیا۔ حضرت علیؑ کو جب معلوم ہوا تو انہوں نے ان کو طرف
آدھی بھیج کر فرمان جاری کیا کہ اس سب و شتم لعن طعن سے رک باؤ تو وہ
دونوں حضرت علیؑ کے ہاں حاضر ہو کر کہنے لگے کہ اے امیر المؤمنین کیا ہم حق
پر نہیں؟ اور وہ باطل پر نہیں؟ حضرت علیؑ نے فرمایا یہ ٹھیک ہے رتبہ
کعبہ کی قسم! پھر وہ کہنے لگے آپ ہم کو ان کو سب و لعن کرنے سے کیوں
منع کرتے ہیں؟ تو حضرت علیؑ نے فرمایا کہ میں تمہارے گالی دینے والے اور
لعن کرنے والے بننے کو مکروہ جانتا ہوں بلکہ تم لوں کہو کہ اے اللہ ہم
دونوں فریق کو خونریزی سے بچا لے اور ہمارے درمیان اصلاح فرما دے
اور ان کو ان کے بھٹک بانے سے ہدایت فرما حتیٰ کہ حق سے ناواقف حق بات

کو بچانے اور نزاع کرنے والا شخص جھگڑنے سے باز رہ جائے:

(الاخبار الطوال للدينوري الشيعي، ص ۶۵، تحت

وقعة الصفين - طبع القاہرہ مصر)

سوم — شیخ ابو جعفر الطوسی شیعہ نے "الامالی" میں حضرت علی المرتضیٰ کی اپنے دوستوں
کو وصایا نقل کی ہیں اور ان وصیتوں میں یہ مسئلہ درج ہے کہ حضرت علیؑ فرماتے
ہیں کہ "میں تم کو نماز کی وصیت کرتا ہوں..... زکوٰۃ کی وصیت کرتا ہوں،
..... جہاد کی وصیت کرتا ہوں..... اور اپنے نبی کے اصحاب کے متعلق
تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ ان کو سب و شتم مت کرنا....."

"..... و اوصیکم بالصلوة..... و الزکوٰۃ..... و الجهاد

..... و اوصیکم باصحاب نبیکم لا تسبواہم الخ"

(الامالی للشيخ الطوسي الشيعي، ص ۱۳۶، ج ۲

طبع نجف اشرف (مطابق)

حضرت امیر معاویہ کو برا بھلا کہنے والے لوگ حضرت علیؑ کے ان فرمودات پر
نظر کریں اور ان کے طریق کار پر غور سے توجہ کریں۔ اس کے بعد اپنے رویہ کے متعلق سوچیں
کہ کہاں تک درست ہے؟ حضرت معاویہ کی عداوت میں کہیں وہ حضرت علیؑ کے فرمان
کے باغی تو نہیں بن گئے؟ اور عمل و کردار کے اعتبار سے ان کے نافرمان تو نہیں ہو گئے؟

حضرت امیر معاویہ کے ساتھ حضرات حسین کا

صلح اور سعیت کرنا اور تنازعات کو ختم کر دینا

— اُس دور کے مفسدین مثلاً عبداللہ بن سبا وغیرہ کی کارستانیوں کے نتائج

کی وجہ سے مسلمانوں میں اگرچہ جہل و صغیر کے واقعات پیش آچکے تھے تاہم حضرت علی المرتضیٰ کی وفات کے بعد حضرت سیدنا حسنؑ نے حضرت امیر معاویہؓ سے صلح و مصالحت کر کے بیعت کر لی۔ یہ باہمی مصالحت و صلح نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت و پیش گوئی کے موافق ہوئی تھی۔ فرمان نبوی تھا کہ ابی ہذا اسید سیصلہ اللہ بہ بنین الفئتين العظیمین من المسلمین یعنی یہ میرا بیٹا سردار ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کے درمیان صلح کرا دے گا۔ (بخاری شریف، ج ۱، ص ۵۳۰۔ باب مناقب الحسن والحین)

ادھر حضرت سیدنا حسینؑ بھی اپنے برادر حضرت حسنؑ کے ساتھ متفق ہو گئے۔ «مسئلہ خلافت» امیر معاویہؓ کے سپرد کر دیا۔ امت اسلامیہ کی خیر خواہی کے پیش نظر وقتی مناقشات ختم کر دیئے۔ اور اتحاد و اتفاق کا راستہ ہموار کر دیا۔ — یہ واقعہ اسلامی تاریخ کے مسلمات میں سے ہے۔ اہل السنۃ و اہل تشیع دونوں جانب کے علماء اس کو درست تسلیم کرتے ہیں۔ کوئی مختلف فیہ مسئلہ نہیں ہے۔

صرف ناظرین کرام کے اطمینان قلب کے لیے دونوں فریقوں کی بعض مشہور کتابوں سے چند ایک مختصر حوالے پیش خدمت کیے جاتے ہیں۔

اہل السنۃ کی کتابوں سے

(۱) — مشہور مورخ خلیفہ بن خیاط نے اپنی تاریخ جزو اول میں سن ۴۱ھ کے تحت (جس کو عام الجماعۃ یعنی اجتماع کا سال کہا جاتا ہے) لکھا ہے کہ سواد عراق کے علاقہ میں انبار کے پاس حضرت سیدنا حسن و حضرت سیدنا امیر

معاویہ جمع ہوئے۔ دونوں حضرات نے مصالحت و صلح کر لی حضرت حسنؑ نے امیر معاویہؓ کو خلافت سپرد کر دی۔ یہ واقعہ ماہ ربیع الآخر یا ماہ جمادی الاولیٰ ۴۱ھ میں پیش آیا تھا۔

«وفیہما (سنۃ الجماعۃ) اجتمع الحسن بن علی بن ابی طالب و معاویۃ فاجتمعا بمسکن من ارض السواد من ناحیۃ الانبار۔ فاصطلحا وسلم الحسن بن علیؑ الی معاویۃ و ذالک فی شہر ربیع الآخر و فی الجمادی الاولیٰ سنۃ احدى و اربعین»

تاریخ خلیفہ بن خیاط، ص ۱۸۷، ج ۱ تحت

۴۱ھ (عام الجماعۃ)

(۲) — حاکم نیشاپوری نے مستدرک میں درج کیا ہے کہ «امیر معاویہؓ کے ساتھ حضرت حسنؑ نے صلح کی۔ معاملہ خلافت ان کے سپرد کر دیا اور معاہدے اور شرائط پیش کر کے خلافت کی بیعت کر لی» «فصل الحسین معاویۃ وسلم الامر لہ و بايعه بالخلافۃ علی شروط و وثائق... الخ»

(المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۴، تحت

مصالحۃ الحسن و معاویہؓ)

(۳) — ابو نعیم اصفہانی اور بیہقی نے لکھا ہے «نجدلہ کے مقام پر یہ مصالحت دونوں حضرات کے درمیان ہوئی۔ . . . اور امام حسنؑ نے اس موقع پر فرمایا کہ اگرچہ وہ (یعنی خلافت) میرا حق بھی ہے تب بھی میں نے اہل اسلام کی بہتری اور مسلمانوں کے خون کی حفاظت کے لیے ترک کر دیا»

”... تروکتہ لمعاویة ارادة اصلاح المسلمين وحقن

دمائهم“

(۱) — اسنن الکبریٰ، ج ۸، ص ۳، کتاب ذال اہل البغی

(۲) — علیہ الاولیاء لابن نعیم الاصفہانی، ج ۲، ص ۲۷، تذکرہ

حضرت حسن بن علی بن ابی طالب -

صلح ہذا اور اس بیعت کے واقعہ کو متعدد علماء نے ذکر کیا ہے۔ مثلاً

۱۔ الاستیعاب لابن عبدالبر، ج ۳، ص ۳۷۸، تحت ذکر معاویہ معہ الاصابع

۲۔ اسد الغابہ، ص ۳۸۶-۳۸۷، ج ۴، ذکر معاویہ بن ابی سفیان

۳۔ الاصابع، ج ۳، ص ۲۱۳، معہ الاستیعاب، ذکر معاویہ

۴۔ تخیص ابن عساکر لابن بدران، ج ۴، ص ۲۲۰، وغیرہ

مسئلہ ہذا کی شیعہ کتب سے تائید و تصدیق

امیر معاویہ کا حضرت امام حسن کے ساتھ صلح و مسامحت کر کے بیعت کرنے کو شیعہ علماء و مؤرخین نے پر زور طور پر لکھا ہے۔ حسب عادت دیرینہ اس قدر اضافہ فرما دیا کرتے ہیں کہ یہ سب کچھ بامعجوبی تھا اور زلفیہ فرمایا تھا۔

اب اہل علم کی تسلی کے لیے حوالہ جات کی بعینہ عبارت پیش نہ دیتا ہے۔

حضرت امیر معاویہ نے اپنے ہاں تمام میں حضرت حسن و حضرت حسین اور قیس بن سعد بن عبادہ انصاری کو خط ارسال کر کے بلوایا۔ یہ حضرات تمام میں پہنچے اجازت ہوئی، اندر تشریف لائے اور خطیب لوگوں کو مجلس میں تیار رکھا گیا تھا۔

امیر معاویہ کہنے لگے کہ اے حسن! اٹھیے اور بیعت کیجیے۔ حضرت حسن اٹھے اور بیعت کی۔ پھر حضرت حسین کو فرمایا کہ اٹھیے اور بیعت کیجیے! حضرت حسین بھی اٹھے

اٹھے اور بیعت کی۔ اسی طرح پھر قیس بن سعد کو کہا... الخ“

”... فقال یا حسن اقم فبايع - فقام فبايع - ثم قال یا قیس!

قم فبايع فالتفت الى الحسين عليه السلام، ثم قال یا قیس!

ثم قال یا قیس! انتہ امامی“

(۱) — رجال کشی (ابو عمرو کثی) تحت تذکرہ قیس بن سعد

بن عبادہ، ص ۷۲، طبع ہند بمبئی۔ طبع طہران

طبع جدید، ص ۱۰۲۔

(۲) — کتاب بحار الانوار ملّا باقر مجلسی، ج ۱۰، ص ۱۲۲۔

۱۲۴۔ باب کیفیت مصالحتہ الحسن بن علی طبع

قدیم ایرانی۔

اور فروع کافی کتاب الرضیہ میں یہ مسئلہ عبارت ذیل ہے :-

— عن ابی جعفر قال والله للذي صنعته الحسن بن علی

عليه السلام كان خيراً لهذا الأمة مما طلعت عليه الشمس“

(۳) — فروع کافی، ج ۳، ص ۱۵۳۔ کتاب الرضیہ طبع

کھنؤ۔ فروع کافی، طبع جدید طہرانی بیع ترجمہ

فارسی، ج ۲، ص ۲۵۲۔

— اور ملّا باقر مذکورہ بالا روایت کا ترجمہ بالفاظ ذیل لکھتے ہیں کہ

”یعنی کلینی بسند معتبر از حضرت امام باقر روایت کر رہے ہیں کہ

صلی کہ حضرت امام حسن با معاویہ کر دہ راستے میں امت بہتر بود

از دنیا و ما فیہا“

(۴) — جلاء العیون، ملا باقر مجلسی، ص ۲۹۲۔ در بیان صلح امام روم بامعاویہ۔

مطلب یہ ہے کہ سیدنا حسنؑ نے جو امیر معاویہؓ سے صلح کی تھی وہ امت کے حق میں تمام جہان سے بہتر تھی۔

تنبیہ

نیز یہ مسئلہ شیعہ کی معتبر کتابوں کے ذیل مقامات میں اپنی اپنی عبارات کے ساتھ درج ہے۔ اہل علم رجوع فرما سکتے ہیں۔

(۱) — مقاتل الطالبیین لابن الفرج اصفہانی، قدیم طبع ہس ۲۸۔ ذکر الخیر فی بیعتہ بعد وفات امیر المؤمنین و تسلیم الامر الی معاویہ۔ و طبع بیروت، ص ۲۸-۴۶۔ جلد اول تحت الصلح۔

(۲) احتجاج طبرسی، قدیم طبع ہس ۱۲۸-۱۵۶-۱۵۷۔ تحت احتجاج علی من انکر علیہ مصالحتہ معاویہ۔

(۳) الامالی للشیخ الطوسی، ج ۲، ص ۱۸۹، ۱۸۰، ۱۷۳۔ مجلس یازدہم، صفر ۳۵۷ھ۔ نجف اشرف۔

(۴) بحار الانوار، ج ۱۰۔ ملا باقر مجلسی، طبع اول قدیمی، ج ۱۰۔ ص ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲۔ تحت علتہ مصالحتہ الحسن بن علی۔ الخ

سیدنا حسینؑ کا فرمان

شیعوں کے ایک تفضیلی قدیم مؤرخ (احمد بن ابی داؤد الدینوری الشیبی) المتوفی ۲۸۲ھ نے اپنی مشہور کتاب اخبار الطوال میں امیر معاویہؓ کے ساتھ حضرت سیدنا حسینؑ کی بیعت کو بڑے عمدہ انداز میں درج کیا ہے۔ ناظرین

کرام کے اطمینان کے لیے حضرت حسنؑ کی بیعت سے الگ ہم اسے پیش کرتے ہیں تاکہ دونوں برادران کا نظریہ اس مسئلہ کی خاطر ٹوپی وضاحت سے سامنے آجائے۔

— دینوری نے لکھا ہے ایک صاحب (حجر بن عدی) حضرت علیؑ کے خاص حامیوں میں سے تھے حضرت حسنؑ کی امیر معاویہؓ کے ساتھ صلح و مصالحت ہو جانے کے بعد وہ مصر تھے کہ ان سے جنگ کرنی چاہیے لیکن حضرت حسنؑ جنگ پر آمادہ نہ ہوئے پھر انہوں نے حضرت حسینؑ کو اس جنگ و قتال کے لیے آمادہ کرنا چاہا تو حضرت امام حسینؑ نے ان کی رائے کے جواب میں یہ فرمایا کہ امیر معاویہؓ سے ہم نے بیعت کر لی ہے اور ان سے ہمارا معاہدہ ہو چکا ہے اب اس بیعت کو توڑ ڈالنے کے لیے کوئی راستہ نہیں ہے۔

..... فقال الحسين اتاقد بايعنا وعاهدنا ولا سبيل

الى نقض بيعتنا

(اخبار الطوال لاحمد بن ابی داؤد الدینوری الشیبی،

ص ۲۲۰۔ بحث مباحث معاویہؓ بالخلافتہ و زیاد

بن ابیہ۔ طبع القاہرہ مصر، سن طباعتہ ۱۹۶۰ھ)

مزید برآں

مصالحات کے بعد بھی حضرت سیدنا حسینؑ کے متعلق ایک واقعہ شیعہ مورخین نے تحریر کیا ہے اس سے بھی حضرت امیر معاویہؓ کے متعلق سیدنا حسینؑ کا نظریہ نجوبی واضح ہوتا ہے۔ دینوری شیبی کہتے ہیں کہ امیر معاویہؓ کی خلافت کے دوران ان کے مدینہ کے حاکم نے انہیں یہ خبر دی کہ حسین بن علیؑ آپ کی خلافت کے خلاف

کچھ کرنا پاپتے ہیں۔ اس پر امیر معاویہؓ نے حضرت حسینؓ کو خط لکھا کہ فتنہ پر دواز لوگ آپ کو غیر مطمئن اور بے آرام کرنے کے درپے ہوں تو اس بات سے احتساب فرماتیں۔“

ان حالات میں حضرت حسینؓ نے امیر معاویہؓ کو جواب لکھا کہ :
”آپ کے ساتھ ہمارا جنگ و قتال کرنے کا کوئی ارادہ نہیں اور نہ ہی مخالفت کرنے کا قصد ہے۔“

مؤرخین کہتے ہیں کہ حضرت سیدنا حسنؓ و سیدنا حسینؓ دونوں بزرگوں نے امیر معاویہؓ کی تمام زندگی میں حضرت امیر معاویہؓ سے کوئی بُری بات اور ناپسند چیز نہیں دیکھی۔ امیر معاویہؓ نے حضرات حسینؓ کے ساتھ جو شرائط طے کئے تھے ان میں سے کسی شرط کو ضائع نہیں کیا۔ اور کسی احسان اور بھلائی کی بات کو تبدیل نہیں کیا۔“

... فکتب الیہ الحسین رضی اللہ عنہ ما ارید حربک ولا الخلاف علیک، قالوا ولعیر الحسن ولا الحسین طول حیاة معاویة منه سؤاً فی النفسهما ولا مکروهاً ولا قطع عنہما شیئاً مما کان شرط لہما ولا تغیر لہما عن برّ۔“

رالاخبار الطوال لاحمد بن داؤد ابی حنیفہ
الذینوری الشیبی ص ۲۲۵ بحث بن
معاویہ وعمر بن العاص طبع قاہرہ مصر

مندرجات بالا سے واضح ہوا کہ :

(۱) — سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت امیر معاویہؓ سے جب

بیعت کر لی اور ان سے معاہدہ کر لیا تو نقض عہد کا خیال تک نہیں کیا۔ نہ کسی قسم کی مخالفت پیدا کی۔

(۲) — امیر معاویہؓ کی مدتِ خلافت میں سیدنا حسنؓ و سیدنا حسینؓ نے ان سے کوئی بُرائی اور مکروہ چیز نہیں دیکھی۔

(۳) — حضرات حسینؓ شریفینؓ کے ساتھ جو شرائط حضرت معاویہؓ نے طے کیے تھے امیر معاویہؓ نے ان کا ایفا کیا۔ ان کو ضائع اور برباد نہیں کیا۔

(۴) — امیر معاویہؓ نے حسینؓ کے ساتھ احسان اور سلوک صحیح طریقہ سے جاری رکھا، اس میں کوئی تبدیلی و تغیر نہیں کیا۔

مختصر یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ کے حق میں یہ الزام صحیح نہیں ہے کہ انہوں نے حسینؓ کے حقوق کو غصب کر لیا تھا اور شرائط صلح کو ختم کر دیا اور بنو ہاشم اور آل نبوی کے ساتھ بدسلوکی روا رکھی۔ اس وجہ سے یہ حضرات امیر معاویہؓ کے ساتھ تضاد و عناد رکھتے تھے۔ مذکورہ بالا بیانات دینوری شیعہ مؤرخ کے ہیں۔ یہ بزرگ شیعہ ہے اور طبری و جزیری وغیرہما مؤرخین سے قدیم ہے۔ اس نے ان مسائل کو اپنے بیانات بالا کے ذریعہ خوب حل کر دیا ہے۔ امید ہے کہ منصف طبائع اس کو شرف قبولیت بخشیں گے۔ اور بعد کے مؤرخین کی رائے قابل اتفات نہیں سمجھیں گے۔

امیر معاویہؓ کی خلافت کے دوران

بنی ہاشم کا عملی تعاون

— حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہاشمی حضرات

حضرت عثمانؓ سے عملی تعاون کرتے تھے۔ چنانچہ اس نوع کے چند واقعات ریحانہ مستقیم عثمانی ہیں درج کیے گئے ہیں۔

اب حضرت سیدنا امیر معاویہؓ کی خلافت میں بھی بنی ہاشم کی طرف سے انتظامی امور میں عملی تعاون کے چند ایک واقعات زیر تحریر لائے جاتے ہیں۔ ان واقعات سے اہل فہم و انصاف پسند حضرات عمدہ فوائد و نتائج خود مرتب کر سکتے ہیں۔

مدینہ طیبہ میں ہاشمی قاضی (عبداللہ) حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے دور میں مروان بن الحکم کو مدینہ شریف کے علاقہ کا حاکم مقرر کیا۔ مدینہ طیبہ کے لیے شرعی قاضی کی ضرورت تھی تو مروان نے حضرت عبداللہ بن الحارث بن نوفل بن الحارث بن عبدالمطلب ہاشمی بزرگ کو مدینہ شریف کا قاضی مقرر کیا۔ اس سے قبل مدینہ میں قاضی نہیں تجویز کیا جاتا تھا۔ اسی بنا پر بعض لوگ کہتے تھے کہ مدینہ میں عبداللہ بن الحارث، (ہاشمی) پہلے قاضی تھے۔

طبقات ابن سعد میں ہے :-

”..... عن ابی الغیث قال سمعت ابا ہریرۃ لما قال مروان بن الحکم المدینۃ لمعاویۃ بن ابی سفیان سنۃ اثنینین واربعمین فی الامرۃ الاولى استقضی عبد اللہ بن الحارث بن نوفل بن الحارث بن عبدالمطلب بالمدينة فسمعت ابا ہریرۃ یقول ہذا اول قاضی رأیتہ فی الاسلام“

(۱) طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۱۳۱ تحت عبداللہ بن نوفل۔

(۲) — تاریخ طبری، ج ۶، ص ۹۸ تحت ۴۲ھ

(۳) — اسد الغابہ، ج ۳، ص ۲۶۹ تحت عبداللہ بن نوفل

بن الحارث بن عبدالمطلب طبع تہران

غزوات میں ہاشمی غازی

قثم بن عباس و امام حسینؑ

(۱) — حضرت قثم بن عباس بن عبدالمطلب ہاشمی صغار صحابہؓ میں سے ہیں۔ یہ سیدنا حسین بن علیؑ کے رضاعی برادر تھے۔ حضرت امیر معاویہؓ کے دور خلافت میں جہاد کی خاطر خراسان کے علاقہ میں تشریف لے گئے۔ پھر غزوہ سمرقند پیش آیا۔ اس غزوہ میں حضرت عثمان بن عفان کے صاحبزادے سید بن عثمان ہزینل تھے۔ ان کی ماتحتی میں غزوہ ہند میں شریک ہوئے اور سمرقند میں شہادت پا کر فوت ہوئے۔

”..... قال ابن سعد غزا قثم بن عباس خراسان وعلیہا

سعید بن عثمان بن عفان..... قال الذہبی بن بکار

سارقثم ایام معاویۃ مع سعید بن عثمان الی سمرقند

فاستشهد بہما“

(۱) طبقات ابن سعد، ج ۷، ق ۲، ص ۱۰۱ طبع لیدن

تحت ذکر قثم بن عباس بن عبدالمطلب۔

(۲) کتاب نسب قریش، ص ۲۷ تحت ذکر اولاد

عباس بن عبدالمطلب۔

(۳) اسد الغابہ، ج ۴، ص ۱۹۷ تذکرہ قثم بن عباس

(۴) سیر اعلام النبلا للذہبی، ج ۳، ص ۲۹۲۔ ذکر
قثم بن عباس۔

اور شیعہ علمائے نے بھی لکھا ہے کہ قثم بن عباس ہاشمی مطہری حضرت علیؑ کی
طرف سے مکہ مکرمہ پر والی و حاکم مقرر تھے۔ پھر حضرت علیؑ شہید ہو گئے۔ کچھ مدت
کے بعد، امیر معاویہؓ کے زمانہ میں غزوہ سمرقند میں شریک جہاد ہو کر شہید ہوئے۔
”واستشهد بسمرقند فی زمن معاویة“

شرح بیج البلاغہ لابن عثیم البحرانی الشیبی، ج ۵، ص ۲،
جلد خامس، طبع جدید طہران۔ تحت عنوان من من
کتاب لہ علیہ السلام الی قثم بن عباس وہو عالمہ
علی مکہ۔

(۲) — مؤرخین نے بصراحت لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ کے دورِ خلافت
میں سیدنا حسین بن علیؑ، امیر معاویہؓ کی خدمت میں آمد و رفت رکھتے تھے۔
ہدیے اور عطیے وصول کرتے تھے جیسا کہ عنقریب اس پر حوالہ جات پیش
ہو رہے ہیں، مزید یہ چیز عرض ہے کہ اس دور کے غزوات میں اور جنگی
مہموں میں بھی بخوشی شریک و شامل ہوتے تھے۔ اس مسئلہ میں حضرت حسینؑ
کو کوئی انقباض و اجتناب نہیں تھا۔ امیر وقت کے ساتھ ان کا یہ علی
تعاون تھا اور انتظامی امور میں بشرح صدر امداد تھی۔ اس میں کسی مجبوری
و مقہوری کا کوئی دخل نہیں تھا۔ اب اہل تاریخ کی بعینہ عبارت ملاحظہ
فرمائیں۔

(۱) ... ”و وفد علی معاویة و توجه غازیاً الی القسطنطنیة
فی الجیش الذی کان امیرہ یزید بن معاویة“

تہذیب تاریخ ابن عساکر، ج ۴، ص ۳۱۱۔ تذکرہ
حسین بن علیؑ

(۲) ... البدایہ لابن کثیر جلد ثامن میں ہے :-

و ولما توفی الحسن کان الحسین یفد الی معاویة فی
کل عام فبِعْطِیْہ و یُکْوِمْہ و قد کان فی الجیش الذین غزوا
لقسطنطنیة مع ابن معاویة یزید فی سنة احدى و
خسین ھـ

(البدایہ، ص ۱۵۰-۱۵۱ جلد ۳، تذکرہ خروج الحسین
الی العراق و کیفیة مقتلہ)

عنوانہائے بالا کا خلاصہ

- (۱) — حضرت امیر معاویہؓ اور ان کے ساتھی حضرت علیؑ کے فرمان کی رو
سے سب مؤمن تھے۔
- (۲) — جنگ صفین کے مقتولین سب اہل جنت سے ہیں۔
- (۳) — حمل و صفین میں شریک ہونے والے برادر دینی تھے لیکن ایک
دوسرے کے حق میں ان سے زیادتی سرزد ہوئی۔
- (۴) بغاوت کے مفہوم کی اس طرح تشریح کی گئی جس سے معلوم ہوا کہ یہ لوگ نہ
فاسق تھے نہ جائز تھے۔
- (۵) — حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے مقابلہ میں آنے والوں کے
حق میں سب و شتم کرنے اور لعن و طعن سے بر ملا منع کر دیا اور ان کے حق
میں دعائیں کرنے کی ہدایت کی۔

(۶) — حضرت سیدنا امام حسینؑ کے تعلقات حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھ صحیح اور درست تھے۔ عملی تعاون قائم تھا۔ کوئی مخالفت نہ تھی۔ اور ان حضرات میں باہم نسبی امتیازات و قبائلی تعصبات بالکل نہ تھے کہ ہاشمیوں کو عزت کے مقامات میں پیچھے ڈال دیا ہو اور امویوں کو مقدم کر دیا ہو۔ یہ بات بالکل نہ تھی۔ اس نوع کی چیزیں صحابہ کرامؓ کے دور میں نہ تھیں۔ یہ بعد کی پیدا کردہ ہیں۔

(۷) — امیر معاویہؓ کی خلافت آئین اسلامی کے تحت جاری تھی۔ اس میں فوائد اسلامی کو معطل نہیں کیا گیا۔ ہاشمی بزرگوں اور دیگر صحابہ کرامؓ کا عملی تعاون کرنا اور شریک انتظام رہنا اس چیز کے لیے مستقل شاہد اور گواہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

(۸) — امیر معاویہؓ کے حق میں ظلم و ستم کی داستانیں جو نشر کی جاتی ہیں وہ بے اصل ہیں۔ امیر معاویہؓ کا کردار بالکل صحیح تھا۔ انہوں نے قوم و ملت کی خدمات انجام دیں اور اسلام و اہل اسلام کو بہت نفع پہنچایا۔ ہاشمی حضرات اور دیگر صحابہ کرامؓ ان کے ساتھ شامل تھے اور ان تمام حضرات کا خلافت امیر معاویہؓ کے حق میں عملی تعاون قائم رہتا تھا۔

حضرت امیر معاویہؓ کے خزانہ سے حضرات
حسینؑ و دیگر ہاشمی اکابر کے وظائف اور

عطیات ہدایا

عام الصلح کے بعد بیت المال سے امیر معاویہؓ نے سیدنا حسن و سیدنا حسینؑ اور

دیگر ہاشمی حضرات کے لیے وظائف متعین فرماتے تھے۔ وقتی طور پر بھی انہیں ہدایا اور وظائف پیش کیے جاتے تھے۔ اور مستقل طور پر بھی صلح کے سال ۶۵ھ سے لے کر ۶۸ھ یعنی امیر معاویہؓ کی وفات تک یہ سلسلہ بدستور قائم رہا ہے۔ اور امیر معاویہؓ کے دور خلافت میں کوئی ناغہ نہیں ہوا۔ اس مسئلہ میں بہت سی تفصیلات شیعہ سنی مؤرخین اور اہل تراجم نے تحریر کی ہیں۔ تمام واقعات پیش کرنے میں بڑی تطویل ہوگی ہمارے سامنے نہایت اختصار مقصود ہے۔ ذیل میں مسئلہ ہذا کے لیے چند ایک حوالہ جات درج کیے جاتے ہیں۔

(۱) —

— ابن عساکر نے اپنی مشہور تاریخ بلدہ دمشق (تذکرہ سیدنا حسنؑ) میں علیا کا واقعہ درج کرتے ہوئے پہلے وقتی عطیہ (چار لاکھ درہم) کا ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد مبرد کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت حسنؑ ہر سال امیر معاویہؓ کی خدمت میں پہنچتے تھے اور امیر معاویہؓ ان کو ایک لاکھ درہم سالانہ عنایت کرتے تھے۔

”... فاعطاء اربعمئة الف درہم ودوی المبرد
ان الحسن کان یفد کل سنۃ علی معاویۃ فیصلہ بمائۃ
الف درہم“

(۱) — تہذیب تاریخ ابن عساکر للشیخ عبدالقادر بن
بدران آقندی، ج ۴، ص ۲۰۰ تذکرہ حسن بن علیؑ
طبع اول قدیم۔

— یہ مضمون ذیل مقامات میں بھی درج ہے :-

”... کان لہ (حسن بن علیؑ) علی معاویۃ فی کل عام

جائزۃ وكان یفقد الیہ فریما اجازۃ باربع مائۃ الف درہم
وراتبہ فی سنۃ مائۃ الف

(۲) — الاصابہ لابن حجر مئۃ استیعاب جلد اول

ص ۳۲۹ تذکرہ حسن بن علی بن ابی طالب

(۳) البدایہ لابن کثیر، ج ۸، ص ۳۷۷ تذکرہ حسن

(۴) البدایہ، ص ۴۱-۴۲، ج ۸، تذکرہ حسن

(۵) البدایہ، ج ۸، ص ۱۳۷ تذکرہ امیر معاویہ۔

(۲)

ہر دو برادرانِ حسنین کے لیے اس نوع کے
مشترک واقعات بہت سے دستیاب ہیں

سیدنا حسین اور عطیات

اور بعض مقامات میں خصوصاً حضرت حسین کے حق میں منقول ہیں۔

حضرت شیخ علی جویری المعروف داتا گنج بخش، لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے کشف
المحجوب باب الثامن میں ایک واقعہ تحریر فرمایا ہے کہ:

”ایک روز حضرت حسین کی خدمت میں ایک سائل حاضر ہوا۔ عرض
کیا کہ اے رسولِ خدا کے بیٹے! میں ایک درویش آدمی ہوں عیالدار
ہوں۔ آپ مجھے آج کا کھانا عنایت فرمائیں۔ سیدنا حسین نے فرمایا
کہ یہاں ٹھہر جاتیے۔ ہمارا وظیفہ پہنچنے والا ہے وہ پہنچ جائے تو
دے دیں گے۔“

کچھ زیادہ دیر نہ ہوئی کہ امیر معاویہ کی طرف سے پانچ عدد تھیلیاں
رجن کے ہر ایک میں ایک ایک ہزار دینار تھا، پہنچانے والوں نے

آکر حضرت کی خدمت میں پیش کیں اور کہا کہ
”امیر معاویہ معذرت کرتے تھے کہ یہ قلیل سی مقدار ہے اسے
صرف فرماویں۔“ حضرت حسین نے وہ تھیلیاں سائل کو دے دیں اور
معذرت بھی کی۔“

”..... حسین وے را گفت بنشین کہ مارا رزقی در راہ
است تا بیا رزند۔ بسے بر نیامد کہ پنج صرہ از دینار بیاوردند از معاویہ۔
اندر ہر صرہ ہزار دینار بود و گفتند کہ معاویہ از تو عذری خواہد۔ الخ

دکشف المحجوب از شیخ علی بن عثمان الغزالی الجوزیری

تم لاہوری۔ المتون فی ۱۵۶ھ، ص ۹۲-۹۳۔ باب الثامن

فی ذکر ائمتہم من اہل البیت طبع سمرقند۔

اور ابن کثیر نے وظائف کے مسئلہ کو عبارتِ ذیل لکھا ہے۔ اہل علم احباب

ملاحظہ فرماویں۔

— فلما استقرت الخلافة لمعاویۃ کان الحسین یتودد

الیہ مع اخیہ الحسن فیکرمہما معاویۃ اکراماً زانداً و

یقول لہما مرحباً و اہلاً و یعطیہما عطاءً جزیلاً و قد اطلق

لہما فی یوم واحد مائتی الف (یعنی فی بعض الايام)

(البدایہ، ج ۸، ص ۱۵۰-۱۵۱ طبع اول مصر۔ سخت

تقصیر الحسین و سبب خروجہ من مکہ الی العراق)

— مطلب یہ ہے کہ جب خلافت امیر معاویہ کے لیے مستعمل ہو گئی

تو سیدنا حسین اپنے برادرِ حسن کی معیت میں امیر معاویہ کے پاس آمد و رفت رکھتے

تھے۔ امیر معاویہ ان کی تشریف آوری پر مرحبا، اہلاً و سہلاً کے باعزت الفاظ سے

استقبال کرتے اور ان دونوں حضرات سے نہایت اکرام و احترام کے ساتھ پیش آتے۔ مالی عطیات کثیرہ سے نوازتے۔ اور بعض اوقات ایک یوم میں دو دو لاکھ درہم بھی حاضر کر دیتے تھے۔

(۳) حسینؑ شریفین کے ساتھ دیگر ہاشمیوں کو بھی دس لاکھ کے وظائف ملنا معاویہ نے دونوں برادران حسینؑ کو اور عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب کو اور عبداللہ بن جعفر طیار کو وظائف دیتے اور عطیات عنایت فرماتے۔ ملاحظہ ہو:-

”..... ان معاویہ کان یحییٰ فی کل عام الحسن والحسین
وعبد اللہ بن عباس و عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب کل
واحد منهم بالف الف درہم“

(لطائف المعارف، ص ۲۱-۲۲ طبع مصری)
لابی منصور عبد الملک بن محمد الثعالبی المتوفی
۲۹ھ

مسئلہ ہذا شیعہ کے نزدیک

(۱) حضرت سیدنا حسینؑ ابن عباسؑ ابن ابی الحدید شیبعی نے بھی دس لاکھ والی روایت مذکورہ اپنی حدیدی شرح میں نقل کی ہے چنانچہ لکھتے ہیں کہ حضرات حسینؑ اور عبداللہ بن عباسؑ اور عبداللہ بن جعفر کو امیر معاویہ ہر سال بطور وظیفہ دس لاکھ درہم دیتے تھے۔

”فانہ کان یحییٰ الحسن والحسین ابی علیؑ فی کل عام کل واحد
منہما بالف الف درہم وکذا لک کان یحییٰ عبد اللہ بن العباس
وعبد اللہ بن جعفر“

شرح پنج البلاغہ مدیدی، ج ۱۵، ص ۲۵۰۔ طبع قدیم و طبع
بیروتی، ص ۲۰۵-۲۰۶۔ جلد ثالث بحث فی المقارنتہ بین
جو درملوک بنی امیئہ و ملوک بنی ہاشم

(۲) نیز ملا باقر مجلسی نے سیدنا
حسینؑ و عبداللہ بن جعفرؑ کے وظائف
حجف صادقؑ سے روایت نقل کی ہے
اس میں درج ہے کہ:

”ایک دن امام حسنؑ نے بھائی حضرت حسینؑ کو اور چچا زاد برادر عبداللہ بن جعفر
طیار کو فرمایا کہ اس ماہ کی پہلی تاریخ کو امیر معاویہؑ کی جانب سے ہدایا و
تحائف تمہارے پاس پہنچ جائیں گے جب اس مہینہ کی اول تاریخ ہوئی
تو امیر معاویہؑ کی طرف سے کثیر مال پہنچ گیا اور ان ہر سہ حضرات کو دے
دیا گیا“

حضرت حسنؑ پر بہت سافرض تھا۔ انہوں نے ان اموال
سے پہلے اپنا قرض ادا کیا۔ باقی ماندہ مال کو اپنے اہل و عیال اور اپنے
خاص لوگوں میں تقسیم فرمایا۔

حضرت حسینؑ نے بھی پہلے اپنا قرض ادا کیا۔ باقی مال کو اس
طرح تقسیم کیا کہ ایک حصہ اپنے رشتہ داروں اور خصوصی شیعوں کو دیا اور
دو حصے اپنے اہل و عیال کو عنایت فرماتے۔

اور عبداللہ بن جعفر طیار نے بھی اس مال سے اپنا قرض ادا کیا۔

..... از حضرت صادق علیہ السلام روایت کردہ است کہ روزے حضرت امام حسن بجزرت امام حسین و عبداللہ بن جعفر فرمود کہ جائزہ ہاتے معاویہ در روز اول ماہ بشنا خواہد رسید۔ چوں روز اول ماہ باشد چنانچہ حضرت فرمودہ بود اموال معاویہ رسید جناب امام حسن قرض بسیارے داشت از آنچه او فرستادہ بود برائے آنحضرت قرضہا تے خود را ادا کرد۔ و باقی را در میان اہل بیت و شیعیان خود قسمت کرد۔ جناب امام حسین قرض خود را ادا کرد آنچه ماندہ بود بے قسمت کرد۔ یک حصہ را باہل بیت و شیعیان خود داد۔ و دو حصہ را برائے عمال خود فرستاد و عبداللہ بن جعفر قرض خود را ادا کرد۔ الخ

(جلد العیون ملا باقر، ص ۲۷۰۔ باب در بیان نصوص امامت و معجزات امام حسن۔ طبع تہران (سن طباعت ۱۳۲۲ھ)

تنبیہ :- عبداللہ بن جعفر طیار کو امیر معاویہ نے ایک لاکھ درہم عطا کیا۔ اس مسئلہ کو ابن عنبتہ الشیمی نے عمدۃ الطالب فی النسب آل ابی طالب، ص ۳۸، ذکر عقب جعفر طیار میں درج کیا ہے۔ نیز سہی پیر کتاب تاریخ التواریخ (جلد طراز المذنب مظفر) ص ۳۹۵، احوال زینب کبریٰ میں منقول ہے۔ واقعہ درست ہے۔ عبداللہ مذکور نے یہ عطیہ حاصل کیا اور امیر معاویہ نے دیا ہے لیکن واقعہ کو جس شکل و صورت میں دکھایا گیا ہے وہ امیر معاویہ سے تنفر دلانے و مبعوض بنانے کے لیے تیار فرمایا گیا ہے، جیسا کہ کسی کا مشہور مقولہ ہے :-

ع و لیکن قلم در کف دشمن است

وہی معاملہ یہاں بھی ہے۔

برادر تفضی حضرت عقیل کا وظیفہ (۳) — حضرت علی المرتضیٰ
دفعہ امیر معاویہ کی خدمت میں تشریف لے گئے (مناسب موقع گفتگو ہوئی)۔
حضرت امیر معاویہ نے فرمایا کہ ان کو ایک لاکھ درہم دیا جائے۔ چنانچہ انہیں وہ دے دیا گیا۔

..... قد امرنا لک بمائتۃ الف فاعطاه المائتۃ الالف

(الازالی، للشیخ ابی جعفر الطوسی الشیخی ریح الطائف)
ج ۲، ص ۳۳۲، طبع عراق (نخبت اشرف)

حضرت حسین کے صاحبزادے علی بن الحسین
کے لیے وظیفہ کا تقرر (۴) — حضرت سیدنا
حسین کے صاحبزادے
(علی بن الحسین)، یعنی
زین العابدین کے متعلق فروع کافی میں واقعہ بچھا ہے کہ :

”مدینہ شریف پر مردان بن الحکم کو حضرت امیر معاویہ نے حاکم بنایا اور حکم دیا کہ قریش کے نوجوانوں کے لیے وظائف مقرر کریں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں حضرت حسین کے صاحبزادے علی بن الحسین مردان کے ہاں تشریف لے گئے..... (گفتگو ہوئی) علی بن الحسین فرماتے ہیں کہ میرے لیے مردان نے (امیر معاویہ کے فرمان کے مطابق) وظیفہ مقرر کر دیا تو میں نے واپس آکر اپنے والد محترم کو اس واقعہ کی اطلاع کی“

..... استعمل معاویۃ مردان بن الحکم علی المدینۃ
وامرہ ان یفرض لشیاب قریش ففرض لہم فقال علی بن

الحسین علیہما السلام فاتیتہ فقال ما اسمک ؟ فقلت
 علی بن الحسین ففرض لی فوجت الی ابی علیہ
 السلام فاخبرته ۛ

- (۱) — فروع کافی، ج ۲، ص ۲۹۲ طبع نورا کشرہ کھنؤ۔
 کتاب العقیقہ باب الاسماء والکنیٰ۔ طبع قدیم۔
 (۲) — ناسخ التواریخ مرزا محمد تقی لسان الملک، جلد
 یازدہم (کتاب دوم) ص ۴۰ تحت مکالمہ مروان
 بآں حضرت۔

سیدنا حسنؑ کو ایک گاؤں کا عطیہ

شعبہ احباب کی مشہور تاریخ ناسخ التواریخ کی جلد نہم (جس کو
 طراز المذہب مظفری کہتے ہیں) میں ایک واقعہ درج ہے کہ امیر معاویہؓ نے اپنے
 دورِ خلافت میں حاکم مدینہ مروان بن حکم کو فرمان دیا کہ ان کے بیٹے یزید بن معاویہؓ
 کے لیے عبداللہ بن جعفر طیبؓ کی لڑکی (زینب) کا رشتہ طلب کریں اور نکاح حاصل
 کریں ہم اس قدر مال دیں گے اور اس طرح مہر ادا کریں گے۔ وغیرہ
 مروان نے عبداللہ بن جعفر کو بلا کر اس مسئلہ کی ترغیب دی عبداللہ
 نے یہ کام حضرت حسن بن علیؑ کی سپردگی میں دے دیا۔ پھر ایک مجلس قائم کر کے
 مروان کو حضرت حسنؑ نے جواب دیا کہ ہم نے یہ رشتہ اپنے بھتیجے زقاسم
 بن محمد بن جعفر کو دے دیا ہے اور مہر میں زینب کے لیے ہم نے وہ ایک
 گاؤں دے دیا ہے جو مدینہ کے علاقہ میں تھا اور ہم کو امیر معاویہؓ نے دس
 ہزار دینار (طلائی) کے عوض میں دے رکھا تھا۔ یہ مہر زینب کے لیے کافی ہوگا۔

حضرت حسنؑ فرماتے ہیں کہ
 ما چنان بصبواب شمر دیم کہ زینب را بہ سپر عمش قاسم بن محمد بن جعفر
 کاہن بندم و اور اباقاسم تزویج کردم و کاہن اور ابقریہ کہ در مدینہ دارم
 و معاویہ درازائے ده ہزار دینار بہن دادہ است منقر و اشتم و زینب
 را ایں مبلغ کفایت می کند۔

(ناسخ التواریخ جلد نہم طراز المذہب مظفری ص ۳۸۰)
 در بیان احتجاج عبداللہ بن جعفر با معاویہ و حکایت او
 با معاویہ و یزید۔ طبع قدیم ایران سن طبع ۱۳۱۵ھ)
 واقعہ ہڈانے سات بتلادیا کہ حضرت حسنؑ کو امیر معاویہؓ کی طرف سے باقی وظائف
 کی طرح مدینہ طیبہ کے علاقہ میں ایک مستقل گاؤں بھی ملا ہوا تھا جس کو وہ اس موقع
 پر بطور مہر نکاح کے استعمال میں لارہے ہیں۔

عنوانہاتے مذکورہ کے فوائد

- ۱۔ واضح ہو گیا کہ امیر معاویہؓ کے متعلق بنو ہاشم و آل نبوی کے ساتھ بدسلوکی کا الزام
 بالکل واقعات کے برخلاف ہے۔
- ۲۔ آل نبوی اولاد علیؑ کے ساتھ امیر معاویہؓ کی خلافت میں ظلم و ستم کی داستانیں مخالفین
 کی تصنیف شدہ ہیں ان میں کوئی صداقت نہیں۔
- ۳۔ ملکی نظم و ضبط کے تحت اگر کوئی واقعہ اس دور میں پیش آیا تو وہ وقتی مصلحت
 اور ضرورت کی وجہ سے رونما ہوا۔ لیکن اس کو مؤرخین نے بڑی آب و تاب کے
 ساتھ داستان ظلم و ستم بنا کر تحریر کیا۔ اور پھر اہل خدا کے قلم نے اس کو مزید زینب
 زینت دے کر رائی کا پہاڑ بنا کر عوام میں پھیلا دیا۔

۴۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت اور انسانیت نصیب فرمائے اور یہ صحیح فہم بخشنے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام حامل قرآن اور عامل قرآن تھے اور ایک ایک آیت قرآنی ان کی زندگی کا نصب العین تھا۔ اور اتباع سنت نبوی ان کا مقصد حیات تھا۔ لہذا انہوں نے اسلامی اصولوں کے ماتحت تمام ملکی نظم و نسق قائم رکھا اور امت مسلمہ کے لیے وہ بادی اور خیر خواہ ثابت ہوئے۔

سب و شتم کا اعتراض

معرض بزرگوں کی جانب سے عوام میں بڑی کوشش سے پروجیکٹڈ شروع ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں امیر معاویہ کے حکم سے خطیب لوگ برسر منبر حضرت علی المرتضیٰ اور ان کی اولاد کے حق میں برلاسب و شتم کرتے تھے۔ حضرت علیؑ کے عزیز سنتے تھے اور مروان تو مسجد نبوی میں منبر پر اس قبیح فعل کا ارتکاب کرتا تھا۔

— نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز و اقارب کو سب و شتم کرنا بڑا بُرا عمل ہے۔ امیر معاویہ کے زمانہ میں ہمیشہ یہ طریق کار جاری رہا۔ اب اس طعن کے جواب میں مندرجہ ذیل معروضات پیش ہیں۔

ازالہ

— حضرت امیر معاویہؓ پر اس اعتراض کا ورود تو ظاہر ہے لیکن ساتھ ہی امیر معاویہ کے دور کے عمال و خطباء بھی اس طعن کے مورد بناتے گئے ہیں چاہے وہ صحابہ ہیں یا غیر صحابہ۔ اور مروان بن الحکم کو بھی اس مسئلہ میں خاص طور پر

مطعون کیا گیا ہے۔

اب شبہ ہذا کے ازالہ کے لیے کلام پیش کیا جاتا ہے۔

اولاً

قابل توجہ یہ چیز ہے کہ سب و شتم ہن و طعن کے مثالب و مطاعن جن روایات سے متنبط فرماتے جاتے ہیں پہلے ان کا تجزیہ کیا جائے۔ اگر وہ فنی قواعد کے اعتبار سے صحیح ثابت ہوں اور مستقیم نہ ہوں تو پھر بے شک ان سے استدلال بھی درست اور ان سے استخراج فرمودہ مطاعن بھی صحیح ہوں گے۔ اور اگر معاملہ برعکس ہو اور یہ روایات غیر صحیح اور بیکار ثابت ہوئیں تو ان سے تیار شدہ اعتراضات بھی بے کار اور بے جانتہ طور کے باقی رہیں گے۔

تمہیداً یہ ایک اصولی بات عرض کرنے کے بعد پہلے روایات درج کی جاتی ہیں۔ اس کے بعد ان پر متعلقہ کلام تحریر ہوگا اور اس کے ساتھ مزید چیزیں بھی ذکر ہوں گی۔

قابل اعتراض تاریخی روایات

جو مطاعن کا ماخذ و محور ہیں

(۱) — ایک روایت تو طبقات ابن سعد سے نقل کرتے ہیں :-

... عن لوط بن یحییٰ قال کان المولاة من بنی امیة قبل
عمر بن عبدالعزیز یشتمون علیاً فلما ولی عمراً مسک عن
ذالک :-

(طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۲۹۱۔ تذکرہ عمر بن عبدالعزیز)

یعنی عمر بن عبدالعزیز سے پہلے بنو امیہ کے والی و حاکم حضرت علی بن ابی طالب کو سب و شتم کرتے تھے جب عمر خلیفہ ہوئے تو انہوں نے

اس بات سے روک دیا۔

یہ روایت لوط بن یحییٰ (ابو مخنف) کا اپنا قول ہے اور یہ لوط جس قسم کا بزرگ ہے اس کی کیفیت آگے آرہی ہے۔

(۲) - ایک طبری کی روایت پیش کی جاتی ہے۔ اس میں درج ہے کہ امیر معاویہ نے جمادی الثانیہ ۳۸ھ میں جب مغیرہ بن شعبہ کو کوفہ کا والی بنا کر روانہ کیا تو اس وقت مغیرہ کو نصیحتیں و وصیئیں کیں اور احکام دیئے۔ ان میں مذکور ہے کہ

”... ولست تارکاً ایصاءک بمحصلۃ لا تتحتم عن شتم علی و ذمہ و الترحم علی عثمان و الاستغفار لہ و العیب لاصحاب علی و الاقضاء لہم و ترک الاستماع منہم ...“

”... غیرانہ لا یدع ذم علی و لوقوع فیہ“

تاریخ طبری، ص ۱۴۱-۱۴۲ جلد ۶ تحت ابتدا سنہ

۵۱ھ - ذکر سبب مقتل حجر بن عدی

”یعنی امیر معاویہ نے مغیرہ کو کہا ایک خصلت کی میں وصیت کرتا ہوں کہ سب و شتم علی و ذمہ علی سے نہ پرہیز کرنا عثمان پر رحمت بھیجنا اس کے لیے استغفار کرنا، علی کے ساتھیوں کی عیب چینی کرنا، ان کو ڈر رکھنا، ان کی طرف کان نہ رکھنا ...“

”... آگے راوی کہتا ہے کہ مغیرہ کی اور تو اچھی سیرت تھی لیکن

حضرت علی کی مذمت کرنے اور عیب چینی کو اس نے نہیں چھوڑا تھا... الخ

— اس روایت کا راوی ہشام بن محمد کلبی اور لوط بن یحییٰ ابو مخنف ہے۔

ان کی پوزیشن ابھی آپ کی خدمت میں عرض کی جاتی ہے۔

(۳) — طبری کے بعد اب حجازی شریف “الکامل لابن اثیر الحجزی” کی روایت

عرض خدمت ہے۔ اس کا یہ حوالہ بھی سب و شتم کی بحث میں پیش کیا کرتے ہیں کہ امیر معاویہ نے مغیرہ بن شعبہ کو کوفہ پر حاکم بنا کر روانہ کرتے ہوئے فرمایا کہ:

”... ولست تارکاً ایصاءک بمحصلۃ لا تتوک شتم علی و ذمہ و الترحم علی عثمان و الاستغفار لہ و العیب لاصحاب علی و الاقضاء لہم... الخ“

(الکامل لابن اثیر الحجزی، ج ۳، ص ۲۳۴ - ابتدا

سن ۵۱ھ)

”یعنی میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ علی بن ابی طالب پر سب و شتم و ذمہ کو ترک نہ کرنا اور عثمان پر رحمت و استغفار کرتے رہنا اور علی کی پارٹی کی عیب چینی کرنا اور ان کو ڈر رکھنا... الخ“

یہاں ناظرین یاد رکھیں، حجزی کی یہ روایت طبری کی بالا روایت ہی ہے

کوئی الگ دوسری روایت نہیں ہے۔ حجزی طبری سے ماقل ہے۔ اسی بنا پر اس کے الفاظ بالکل طبری کے الفاظ کے ساتھ ملتے جلتے ہیں۔ معمولی فرق ہے۔ اور سن ۵۱ھ کی ابتدا میں نقل کیا ہے۔

الکامل لابن اثیر الحجزی کے لیے تاریخ طبری کا ماخذ ہونا مسلمات میں سے ہے۔

اور علامہ حجزی نے اپنی کتاب کے ابتدائی مقدمے میں اس چیز کو بصراحت ذکر کیا ہے کہ میں نے طبری پر اعتماد کر کے اس سے تاریخی مواد حاصل کیا ہے۔

(۴) — اور البدایہ سے ایک روایت نقل کیا کرتے ہیں کہ

”... ولما کان (مروان) متولياً علی المدینۃ لمعاویۃ

کان یسب علیاً کل جمعیۃ علی المنبر وقال لہ الحسن بن علی لقد

لعن اللہ اباک الحکم و انت فی صلبہ علی لسان نبیہ فقال (النبی)

لعن الله الحاكم و ما ولد - والله اعلم

البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۲۵۹۔ تحت ترجمہ مروان
بن الحکم طبع اول مصری

”یعنی جب مروان مدینہ پر امیر معاویہ کی جانب سے والی و حاکم تھا تو
ہر جمعہ میں منبر پر علی المرتضیٰ کو سب و شتم کرتا تھا اور حسن بن علی نے اس
کو جواب میں کہا کہ تیرے باپ الحکم پر اللہ نے اپنے نبی کی زبان پر
لعنت کی تو اس وقت اس کی پشت میں تھا۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا
اللہ تعالیٰ الحکم پر لعنت کرے اور جو اس کی اولاد ہو“

(۵)۔ نیز البدایہ والنہایہ سے مزید ایک روایت کوشش سے تلاش فرما کر
میدان طعن میں لایا کرتے ہیں وہ بھی ساعت فرادیں۔

”ایک شخص محمد بن یوسف الثقفی، ولید بن عبد الملک کے دور یعنی
۹۰ھ میں یمن کا والی تھا اس کے متعلق لکھا ہے کہ:

”..... کان یلعن علیاً علی المناس“

”یعنی محمد بن یوسف ثقفی یمن میں منبر پر علی المرتضیٰ کو لعنت کرتا تھا“

(البدایہ، ج ۹، ص ۸۰، تحت سنہ ۹۰ھ)

البدایہ کی ان دونوں روایات کی متعلقہ چیزیں اور مذکورہ روایات ابن سعد و طبری
و جزیری کے متعلقات ایک ترتیب سے ذکر کیے جاتے ہیں بغور ملاحظہ فرمائیں اور
قلیل سا انصاف بھی ساتھ ملا لیں اگر دستیاب ہو سکے۔

مندرجہ روایات کا متعلقہ کلام

(۱) پہلی روایت جو طبقات ابن سعد جلد پانچ سے نقل کی گئی ہے وہ لوط بن یحییٰ

ابو مخنف کا اپنا قول ہے کسی صحابی اور تابعی کا قول نہیں اور لوط بن یحییٰ بعد کے دور
کا آدمی ہے، اس دور کا آدمی نہیں۔ اور یہ شخص اس فن کے علماء کے نزدیک نہایت
مجروح ہے۔ غیر معتد ہے ضعیف اور متروک ہے۔ اور ملنے والا شیعہ ہے۔
”..... ابو مخنف لوط ابن یحییٰ هالك - لا یوثق به - ضعیف لیس

بشيء شيعي مخترق - صاحب اخبارهم“

(۱) المغنی للذہبی، جلد دوم، ص ۸۰۴۔ تحت ابی مخنف

(۲) میزان الاعتدال للذہبی، ج ۲، ص ۳۶۰۔ تحت

لوط بن یحییٰ - طبع قدیم مصری۔

(۳) لسان المیزان لابن حجر، ج ۴، ص ۴۹۲۔ تحت

لوط بن یحییٰ - طبع دکن۔

(۲)۔ دوسری طبری کی روایت ہے جس کے روایت کرنے والے ہشام بن

محمد کلبی اور لوط بن یحییٰ ابو مخنف ہیں۔ لوط کے متعلق تو پہلے معلوم ہو چکا ہے اب

ہشام کے متعلق اس فن کے علماء کا فیصلہ سن لیجیے۔

ہشام بن محمد بن السائب الکلبی متروک ہے، قصہ گواخاری ہے

رافضی ہے اور غیر معتبر ہے اور ناقابل اعتماد ہے“

”ترکوه وهو اخباری - متروک - رافضی - لیس بشقہ“

لا یوثق به“

(۱)۔ المغنی فی الضعفاء للذہبی، ج ۲، ص ۷۱۱۔ جز ثانی۔

تحت ہشام بن محمد کلبی مذکور۔

(۲) میزان الاعتدال للذہبی، ج ۳، ص ۲۵۶۔ تحت ہشام مذکور

(۳) لسان المیزان لابن حجر، ص ۱۹۶-۱۹۷، ج ۶، تحت ہشام مذکور

(۳) — تیسری روایت اکامل لابن اثیر جزیری کی ہے جس نے طبری سے ہی نقل کی ہے اور شاہد کے شروع میں طبری کی طرح درج کی ہے اور طبری کی اس روایت کے راوی جس پوزیشن میں ہیں وہ آپ کے سامنے درج کر دی گئی ہے۔ لہذا ابن اثیر جزیری کی اس روایت کے غیر معتبر ہونے میں وہی درج ہے جو طبری کی روایت کا ہے اس کے لیے الگ جرح کی حاجت نہیں۔

(۴) — چوتھی روایت جو البدایہ جلد آٹھ سے (مروان بن حکم کے ترجمہ کے تحت) منقول ہے، یہ روایت البدایہ کے ایک نسخے میں پائی جاتی ہے اور مصری نسخہ سے یہ روایت ساقط ہے اور البدایہ میں اس کے منقول عندہ اور ماخذ کو نہیں بتایا گیا اور نہ ہی اس کی کوئی تخریج ذکر کی گئی ہے تاکہ صحت اور سقم کا ماخذ سے پتہ چل سکے۔ یہ ابن کثیر کی عام روش کے خلاف ہے۔

روایت کا ایک نسخہ میں پایا جانا اور دوسرے سے ساقط ہونا مصنف کے نزدیک اس کو مشکوک بنا دیتا ہے۔

اور طبری نے بھی اس روایت کو اس مقام میں نہیں نقل کیا صاحب البدایہ یعنی ابن کثیرؒ کا متوفی ہے۔ آٹھویں صدی کے مورخ کی بے سرو پا روایت کیسے قبول کی جاسکتی ہے جس کے ذریعہ صحابہ کرام کا کردار مجروح ہوتا ہو؟

دوسری بات یہ ہے کہ ابن حجرؒ کی ”تطہیر الجنان“ میں منیر مدینہ پر سب کی روایت کے متعلق خوب نقد کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ:

”..... وجوابہ انه لم یصح عنہ شیء من ذالک کما

ستعلمہ مما سا ذکرہ، ان کل ما ذیہ نحو ذالک فی سندہ علة۔

تطہیر الجنان واللسان لاحمد بن حجر البیتنی المکی الفصل الثانی

ذنبیہ الرابع عن شیخ الاسلام والحفاظ الخ، ص ۲۶ مطبوعہ
در آخر الصواعق المحرقة، طبع مصر، جدید طبع)

یعنی اس قسم کی روایت کا جواب یہ ہے کہ اس نوعیت کی روایت مروان سے صحیح ثابت نہیں۔ اور جو روایت اس طرح کی منقول ہیں ان کی سند میں جرح اور قدح پائی گئی ہے۔

— نیز یہاں یہ چیز بھی قابل ذکر ہے کہ اس میں دو مسئلے مذکور ہوئے ہیں۔ ایک مروان کا حضرت علیؑ کو برسر منبر سب کرنا، دوسرا حضرت امام حسنؑ کا زبان نبوی کے ذریعہ مروان اور اس کے باپ پر لعنت کرنا۔ یہ دونوں باتیں صحیح نہیں ہیں۔

نیز آئندہ مروان پر شبہات کے ازالہ کی بحثیں آرہی ہیں ان میں مروان پر لعن کی حدیث پر کلام مذکور ہوگا۔ قلیل سا انتظار فرمادیں۔

(۵) — البدایہ کی روایت جو نہم جلد سے حضرت امیر معاویہؓ پر لعن کرنے کے لیے پیش کی گئی ہے اس روایت کا نہ ماخذ بیان کیا گیا ہے نہ تخریج ذکر کی ہے۔ اس کے متعلق یہ گزارش ہے کہ اگر بالفرض اس واقعہ کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو ولید بن عبد الملک کے دور یعنی ۹۹ھ کا واقعہ ہے اور حضرت امیر معاویہؓ کا انتقال ۶۰ھ میں ہو چکا تھا۔ اتنی مدت دراز یعنی تیس سال بعد والے واقعہ کا ان کے دور کے ساتھ حقیقتاً کچھ تعلق نہیں۔ اور اس روایت کے ذریعے امیر معاویہؓ پر لعن کرنا سراسر انصافی ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ مذکورہ بالا ابن سعد و طبری و جزیری وغیرہ کی روایات میں روایت کے قواعد کے اعتبار سے مجروح ہیں اور بے سرو پا ہیں، قابل استدلال نہیں ہیں۔ لہذا ان کے ذریعہ لعن قائم نہیں ہو سکتا۔ اور ان کے بے اصل

ہونے پر مزید چیزیں آئندہ مسطور میں آ رہی ہیں۔

ثانیاً

ان روایات کی بنا پر اگر حضرت امیر معاویہؓ اور ان کے سب محکام و عمال خصوصاً مروان، اگر مساجد میں اور خطبوں میں یہ سب و شتم کی بوچھاڑ بر ملا کرتے تھے تو پھر انہیں کرنا چاہیے کہ

• دیکر صحابہ کرامؓ نے ایسے غلط کردار والے لوگوں کے ساتھ تعاون کیوں کیا؟ ان کے خلاف کیوں نہیں ہو گئے؟ عدم تعاون کی آیات رَوَلَّوْا وَاوْءَا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وغیرہ ان کو فراموش ہو گئی تھیں؟

• ایک جماعت صحابہ کرامؓ کی ہے جو امیر معاویہؓ کے دور میں والی و حاکم بنے ہوتے تھے وہ حضرات اس غلط کام سے کیوں الگ نہیں ہوتے؟

• مروان بن الحکم کو خاص طور پر مطعون کیا جاتا ہے کہ مسجد نبوی میں منبر نبوی پر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عزیز و اقارب کو گالی گلوچ دیا کرتا تھا تو جو فریاد یا ایسے شخص کے تیغے صحابہ کرامؓ کیسے ادا کرتے تھے؟ بالدوام اس کی امامت کیسے صحیح ہوتی؟ حسین شریفین کی نمازیں کیسے صاف رہیں؟ جو بیچگانہ مسجد نبوی میں باجماعت ادا کرتے تھے (حوالہ مروان کے متعلقات کے تحت غنم قریب آتے گا)۔

• صحابہ کرامؓ مروان کے کارخیز میں متعاون کیوں ہوتے تھے۔ مثلاً حضرت ابو ہریرہؓ مدینہ طیبہ پر مروان کی نیابت قبول کرنے اور نائب بنتے تھے۔

(۱) — البیہار لابن کثیر، ص ۱۱۳ — ج ۸ تحت ذکر

ابن ہریرہ ۹۵۹ھ

(۲) — المنتخب ذیل المذیل لابن جریر الطبری، ص ۸۱ —

تحت ذکر مروان، ذاک مطبوعہ و آخر تاریخ الطبع

— مروان بن الحکم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سوالات دریافت کر کے شرعی مسائل حل کرتا تھا۔ ایسے غلط کردار اور بد اخلاق شخص کے ساتھ اچھا سلوک کیوں روا رکھا گیا؟

نیز دیگر مسائل کے ساتھ سب و شتم کا ازالہ کر کے اس بدرسم کو کیوں نہیں دست کر دیا گیا؟

طبقات ابن سعد، ص ۳۰ — ج ۵ — آخر تذکرہ مروان بن الحکم۔

نیز ہاشمیوں نے عدالت میں قاضی بن کر اور غزوات میں غازی بن کر اور بیت المال سے ہمیشہ وظائف اور عطیات لیکر امیر معاویہؓ کے ساتھ عملی تعاون کیوں قائم رکھا؟ جبکہ وہ خود اور ان کے حکام جناب علیؓ اور اولاد علیؓ کو سب و شتم روا رکھے ہوئے تھے۔

پیش کردہ مذکورہ بالا اشیاء کو سامنے رکھیے اور منبر نبوی پر سب و شتم کی بوچھاڑ ثابت کرنے والی روایات کو بھی سوچیے۔ تھوڑا سا انصاف ساتھ ملا کر خود فیصلہ فرمائیے کہ کونسی بات صحیح ہے؟

ثالثاً

علی سبیل التنزیل گزارش ہے لیکن اس کے پیش کرنے سے قبل ناظرین کرام خوب یاد رکھیں کہ ہمارے نزدیک نہ یہ روایات صحیح ہیں جن میں حضرت علیؓ پر یا حسینؓ پر امیر معاویہؓ کی جانب سے یا مروان کی طرف سے سب و شتم، لعن طعن کرنا دکھایا جاتا ہے اور نہ وہ روایات درست ہیں جن میں امیر معاویہؓ پر یا ان کے دیگر ہمینوا صحابہ کرامؓ پر حضرت علیؓ یا حسینؓ کی طرف سے لعن طعن، سب و شتم، ذکر کیا جاتا ہے۔ ان اکابر صحابہ کی ملامت و مشامت کو ان روایات کی رُو سے ہم صحیح تسلیم نہیں کرتے۔ یہ بات بالکل غلط ہے۔

ہم اپنا موقف اور نظریہ واضح کر دینے کے بعد عرض کرتے ہیں کہ بالفرض اگر

گذشتہ روایات معترض صاحبان کے ہاں درست ہیں تو اس کے بالمقابل بعض روایات ایسی بھی کتب میں پائی جاتی ہیں جو بطور الزام کے جو اباً پیش کی جاسکتی ہیں جن میں معاملہ ہذا الناظر آئے گا یعنی وہ روایات بتاتی ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ خود اود حضرت علیؑ کے حامی لوگ حضرت امیر معاویہؓ کو اور حضرت عثمانؓ کو نیز دیگر ان کے ہم نوا صحابہ کو سب و شتم و لعن طعن ہمیشہ کرتے تھے اور خیر سے ابتدا بھی انہوں نے فرمائی تھی اور دوسرے فریق نے گویا جو ابی کارروائی کی تھی۔ مقامات ذیل قابل مطالعہ ہیں۔

(۱) — تاریخ طبری، جلد سادس ذکر اجتماع الحکیمین بدو منہ الجندل تحت سنۃ سبع و ثلاثین۔ طبع مصری قدیم۔

(۲) — تاریخ طبری، جلد سادس تحت ذکر سبب قتل حجر بن عدی تحت سنۃ احد و خمسين۔ طبع مصری قدیم۔

(۳) — التاريخ الكبير، جلد ثانی، القسم الاول، باب حنظله (لخاری) طبع حیدرآباد دکن

(۴) — کتاب الحجیر لابن جعفر بغدادی بحث من شہد ضعیفین مع معاویۃ (طبع حیدرآباد دکن)

اس قسم کی روایات اور بھی دستیاب ہیں لیکن مسئلہ ہذا کا توازن کرنا ہو تو اس قدر کافی ہیں۔ یہ بطور الزام ذکر کر دی گئی ہیں ورنہ مشاجرات صحابہ کے مسئلہ میں ہمارا مسلک وہی ہے جو جمہور اہل السنۃ والجماعۃ اور سلف صالحین کا ہے یعنی یہ کہ ہمارے لیے تمام صحابہ قابلِ صدا احترام ہیں اور ہم کسی پر زبانِ طعن دراز کرنا درست نہیں سمجھتے اور ہم اس نوع کی روایات کے ذخیرہ کو صحیح نہیں قرار دیتے۔ یہ تاریخی ملفوظات کے درجہ میں ہیں جن پر کچھ اعتما نہیں۔

بہارِ نبوی، جلد اول، ص ۱۰۰
بہارِ نبوی، جلد اول، ص ۱۰۰
بہارِ نبوی، جلد اول، ص ۱۰۰
بہارِ نبوی، جلد اول، ص ۱۰۰

رابعاً

تحریر ہے کہ مسئلہ سب و شتم کا زیر بحث آگیا تو اس ضمن میں قاعدہ کے طور پر اجمالاً اس چیز کو ذکر کر دیا جاتا ہے جو عام ناظرین کے لیے مفید ہے۔ اکابر علماء اس سے پہلے ہی واقف ہیں۔ ان کو اس کی حاجت نہیں۔

— صحابہ کرام کا مقام و احترام ان کی صداقت، دیانت، ان کا کردار و اخلاق کتاب اللہ اور سنتِ صحیحہ سے ثابت ہے۔ اس بنا پر ان کے حق میں اگر روایت سب و شتم لعن وغیرہ کی پائی جلتے تو وہ روایت ضعیف و مجروح دے اصل ہوگی اور قابلِ اتقان نہ ہوگی۔

— اور اگر صحیح سند کے ساتھ پائی گئی ہے تو وہاں سب و شتم کا مفہوم قابلِ تاویل ہوگا اور وہ روایت مؤول ہوگی اس لیے کہ سب و شتم کے الفاظ ہمیشہ گالی گلوچ کے معنی میں ہی مستعمل نہیں ہوتے بلکہ کئی مواقع میں تو صرف سخت گوئی، درشت کلامی اور مخاطب کی عیب چینی، ایک دوسرے کے عیوب و نقائص کی نشاندہی کرنا وغیرہ معانی میں پاتے جاتے ہیں۔ اس پر چند مثالیں ملاحظہ ہوں:-

— نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دو شخصوں کو چشمہ کے پانی کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پینچے سے قبل ہاتھ لگانے سے منع فرمایا۔ ان سے غلطی ہوگئی اور پانی کو ہاتھ لگا دیا تو فرمانِ نبوی ہوا کہ

(۱) — هل مستنما من ما شئنا شینک فقالوا نعم فسیما رسول
الله صلی اللہ علیہ وسلم وقال لهما ما شاء الله ان يقول... الخ
یعنی کیا تم نے پانی کو ہاتھ لگایا تو انہوں نے عرض کیا کہ جی ہاں تو نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے ان کو سخت سست کہا اور جو اللہ نے چاہا وہ فرمایا۔

- (۱) — الموطاء لامام مالک باب الجمع بين الصلوتين في الحضر والسفر۔
 (۲) — المستفت لعبد الرزاق، ج ۲، ص ۵۴۶۔ طبع بیروت۔
 (۳) — حضرت عمرؓ خندق کے روز پریشانی کے عالم میں کفار کو سب کرنے لگے۔
 ان عمرو بن الخطابؓ قال يوم الخندق وجعل يسب كفار
 قریش قال يا رسول الله ما كنت اصلي العصور... الخ۔
 یعنی خندق کے روز عمر بن الخطابؓ کفار قریش کو سخت کہنے اور برا کہنے لگے۔ الخ
 در جامع الترمذی باب ما جاء في الرجل تفوته الصلوة
 بائتين يبدأ۔ ج ۱، ص ۵۳۔ طبع قدیم۔
 (۴) — بخاری شریف میں ہے کہ حضرت علیؓ و حضرت عباسؓ کا ایک معاملہ میں
 تنازعہ ہو گیا تو وہاں "استنتب" استنتب کے الفاظ نہ دُور ہوئے (یعنی ایک
 دوسرے سے سخت کلام ہوئے اور دُور شدت کلامی کی۔

- (۱) — بخاری شریف، ج ۲، ص ۵، ۵۔ کتاب المغازی۔
 باب حدیث بنی نضیر و مخرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم الیہم۔ طبع نور محمدی دہلی۔
 (۲) — بخاری شریف کتاب الاعتصام، ج ۲، ص ۱۰۸۵۔
 باب ما یکره من التعلق والتنازع والغلو فی الدین
 طبع نور محمدی دہلی۔

اور بعض روایات میں طعن و فحرج کی کوئی چیز منقول پائی گئی ہے اور اس
 کی اچھی تاویل یا بہتر محل بن سکتا ہے تو بتایا جائیگا اور اگر کوئی صحیح تاویل وہاں نہ ہو سکتی
 ہو تو اس روایت کو قبول نہیں کیا جائے گا اور صحابہ کرام کے ادب کو سہ ماہ میں ملحوظ
 رکھا جائے گا۔

یہ مسئلہ اپنی تفصیلات کے ساتھ مندرجہ ذیل مقامات میں ملاحظہ فرمائیے :-

- (۱) — الشفاء بتعريف حقوق المصطفى صلی اللہ علیہ وسلم
 للقاضي عياض، ص ۵۰-۴۹۔ ج ۲۔ طبع مصر فصل
 ومن توقيروا بره صلی اللہ علیہ وسلم توقيروا صحابه الخ
 (۲) — نسيم الرياض شرح الشفاء للشهاب الخفاجي ص ۴۶۶-۴۶۷
 ج ۳۔ تحت فصل ومن توقيروا بره صلی اللہ علیہ وسلم
 توقيروا صحابه الخ۔ طبع قدیم مصری۔

مختصر یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ پر طعن انہا کے متعلق ہم نے چند باتیں عرض
 کی ہیں۔ ان کو پیش نظر رکھتے ہوئے خود انصاف فرمادیں کہ یہ اعتراض کہاں تک
 صحیح ہے؟ اور بے سرو پا روایات کا سہارا لے کر عوام میں غلط تاثرات دینا کہاں
 تک درست ہے؟

— ایک فریق نے دوسرے فریق پر بعض اوقات اگر نقد و تنقید کی کوئی
 چیز ذکر کی ہے یا اعتراض و تعرض کر بھی دی ہو (جو وقتی طور پر یہ ہو سکتی ہے) تو اس
 کو دائمی سب و شتم سے تعبیر کرنا خالص تعصب ہے۔ اور نمبروں پر ہمیشہ گالی گلوچ
 دینے جانے کی شکل میں اس کو ذکر کرنا ناروا جانب داری ہی نہیں بلکہ عناد و پردال ہے۔
 اللہ تعالیٰ تمام صحابہ کرام کے ساتھ عناد اور کینہ رکھنے سے محفوظ فرمائے۔

گذارش

امیر معاویہؓ حضرت عثمانؓ کے قریبی رشتہ دار تھے۔ دور عثمانی میں ایک بڑے
 ملک کی ذمہ داریاں ان کے سپرد رہیں۔ پھر ان کا اپنا دور خلافت آیا اس میں بھی
 اہل خدمات کے کارنامے سرانجام دیتے۔ اور خاندان بنی ہاشم کے ساتھ عمدہ روابط

قائم رکھے۔ ان کے دور میں اسلام اور اہل اسلام کو بہت فروغ ہوا۔ اس چیز کا صحیح نقشہ پیش کرنے کے لیے وسیع دفتر درکار ہے تاہم اس دور کے کچھ مختصر سے کوائف ہم نے ذکر کیے ہیں۔ اس سے امیر معاویہ کی شخصیت اور کردار بخوبی معلوم ہو سکتا ہے۔ معترض احباب نے اس دور کو جس شکل میں پیش کر کے ہر آئین اسلامی کے خاتمہ کا ذکر کیا ہے اور فتن و حوادث کا اسے گہوارہ دکھایا ہے اس کی حقیقت بھی آپ کے سامنے آگئی ہے۔ انصاف آپ کے ہاتھ میں ہے۔ موازنہ کر کے آپ نتیجہ خود مرتب کر سکتے ہیں۔

عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے متعلقاً

— (۵) —

معترض لوگوں نے حضرت عثمان پر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے ذریعہ بھی کئی قسم کے اعتراضات وارد فرماتے ہیں۔ مثلاً ایک قدیم تجربہ کار صحابی (عمرو بن العاص) کو مصر سے بلاوجہ دور کر کے اپنے رضاعی برادر (عبداللہ بن سعد) کو جو ان کو والی و حاکم بنا دیا۔ اس نے اہل مصر پر کئی قسم کے مظالم کیے وغیرہ۔

ابن مطہر علی شیبی نے لکھا ہے کہ

... ولی عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح مصر حتی ظلم منہ

اہلہما... الخ

(منہاج الدائمۃ لابن مطہر الحلبي الشیبی جس ۶۶ بحث

عثمانی مطاعن مطبوعہ لاہور در آخر منہاج السنۃ

جلد رابع)

یہاں عبداللہ بن سعد کی زندگی کے چند مختصر حالات ناظرین کرام کی خدمت میں سامنے رکھے جاتے ہیں۔ ان سے ان کی اہلیت و صلاحیت کا اندازہ ہو سکے گا اور ان کی اسلامی خدمات بھی معلوم ہو سکیں گی۔ اور آخر میں بعض شبہات کا ازالہ کرنا پیش نظر ہے۔ وہ بھی انشاء اللہ درج ہوگا۔ اس کے ذریعہ وارد کردہ شبہات رفع ہو سکیں گے۔

انساب و رضاع | ان کا نام عبداللہ بن سعد بن ابی سرح بن الحارث ہے عامری

قبیلہ سے ہیں یعنی بنو امیہ قبیلہ کے فرد نہیں ہیں۔

حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ضاعی برادر تھے۔
حضرت عثمان نے عبد اللہ کو رکی والدہ کا دودھ پیا تھا۔

طبقات ابن سعد و أسد الغابہ میں یہ مسئلہ درج ہے :-

عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح بن الحارث... بن عامر... الخ
هو اخو عثمان من الرضاة ارضعت أمه عثمان... الخ

(۱) — طبقات ابن سعد، ج ۴، ص ۱۹۰-۱۹۱-ق ۲-

طبع لیدن تحت عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح -

(۲) — أسد الغابہ، ص ۱۷۳، ج ۳ تحت عبد اللہ

بن سعد - طبع طہران -

(۲) اسلام کے بعد ارتداد پھر اسلام لانا انراجم نویس علماء نے لکھا ہے کہ

اور سعیت کرنا اور دین پر پختہ رہنا

کچھ مدت کے بعد شیطان فتنوں میں گرفتار ہو کر اسلام چھوڑ بیٹھے۔ اسلام کی طرف سے ان کو گردن زدنی قرار دیا گیا۔

جب یہ میں فتح مکہ ہوئی تو اس موقع پر حضرت عثمان نے ان کو

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر کے معافی کی درخواست کی اور امن

امان طلب کیا۔ امان دے دی گئی اور پھر اسلام کی سعیت نہی کریم سے عبد اللہ نے کی۔ اور

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اسلام پر سعیت فرمایا اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ:

«اسلام لانا قبل کی تمام چیزوں کو کاٹ دینا اور ختم کر دینا ہے»

اس کے بعد ان کا اسلام پختہ ہو گیا۔ دینی حالت بہتر ہو گئی پھر ان سے

امر نبیر سی منقول ہے اور کوئی اس قسم کی چیز ان سے صادر نہیں ہوئی جس کو منکر اور بُرا

کہا جائے۔

— اور لکھا ہے کہ عبد اللہ بن سعد قبیلہ قریش کے بہت عمدہ لوگوں میں سے
تھے، نہایت عاقل تھے اور شرفاء میں ان کا شمار تھا۔

— فی نسب قریش... واستنا من له عثمان يوم فتح مكة

من رسول الله صلى الله عليه وسلم فآمنه وقد كان امر

بقتله... الخ

— فی الطبقات... وكان قد اسلم قديماً... ثم

افتتن وخرج من المدينة الى مكة مرتداً فاخذ رسول الله

صلى الله عليه وسلم دمه يوم الفتح في عثمان بن عفان الى

النبى صلى الله عليه وسلم فاستنا من له فآمنه... وقال

يا رسول الله تبايعه فبايعه رسول الله صلى الله عليه وسلم

يومئذ على الاسلام وقال الاسلام يحب ما كان قبلة»

— وفي الاستيعاب... واسلم عبد الله بن سعد

بن ابی سرح ایام الفتح فحسن اسلامه فلم يظم منه شيئ

ينكر عليه بعد ذلك هو احد النجباء العتلاء الكرماء من

قریش»

— وفي المنتقى (للذحبی)... ثم انه حسن اسلامه

ولم يذ شر عنه بعد ها الا الخیر»

(۱) — نسب قریش للمصعب الزبیری، ص ۳۳۳ تحت

ولم يذ شر عنه بعد ها الا الخیر -

(۲) — طبقات ابن سعد، ج ۴، ق ۲، ص ۱۹۰-۱۹۱-

تحت عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح -

(۳) — الاستیعاب (معہ الاصابہ) ج ۲ ص ۳۶۸۔

تحت عبد اللہ بن سعد مذکور۔

(۴) — اسد الغابہ، ج ۳ ص ۱۷۳، تحت عبد اللہ بن

(۵) — المنتقى للذہبی، ص ۴۰۳ طبع مصر۔

(۶) — جوامع السیرة لابن خزم، ص ۲۳۲۔ تحت خزیمہ

فتح مکہ

عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح کو اللہ تعالیٰ نے عمدہ سلا

بخشی ہوئی تھی۔ انتظامی معاملات میں متعدد کارکن تھے

۳۔ والی و حاکم ہونا

اسی بنا پر حضرت فاروق اعظم نے ان کو اپنے عہد خلافت میں "سعیذ" کے علاقہ کا

اور حاکم مقرر کر رکھا تھا۔ اس کے بعد پھر حضرت عثمان نے ان کو مصر کا حاکم بنا دیا۔

ابن حجر نے ابن البرقونی کے حوالہ سے یہ مسئلہ بالفاظ ذیل نقل کیا ہے :-

".....تنا ابوصالح من الیث قال کان ابن ابی سرح علی

السعیذ فی زمن عمر ثم ضم الیہ عثمان مصر کلہا..... الخ"

(الاصابہ معہ الاستیعاب) ج ۲ ص ۳۶۹

تحت عبد اللہ بن سعد

وقتی مصالح کے پیش نظر جب حضرت

عثمان نے عبد اللہ کو مصر کا حاکم مقرر کیا

تو انہوں نے متعدد معرکے سر کیے اور اسلام کی اشاعت کے لیے قتال کیا۔

فتح تو ان کی نگرانی میں سب سے زیادہ مشہور ہے جو ۲۷ھ میں ہوئی تھی اور اس

ساتھ ساتھ غزوہ اسود (ارض نوبہ میں ۳۱ھ میں) اور غزوہ السواری (بحر روم

میں) انہوں نے فتح حاصل کی۔ اور ان تمام وسیع علاقوں کی فتوحات عبد اللہ بن

انگریزی اور ماتحتی میں ہوئیں۔ یہ ان کی اعلیٰ ملی خدمات ہیں جنہیں اکابرین امت بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔

..... فی الاستیعاب ثم ولّاه عثمان بعد ذلك مصر

..... وفتح علی یدیه افریقیة سنة سبع وعشرين... الخ"

..... وفي الاصابة ولله مواقف محمودة في الفتوح

..... وكان محموداً في ولايته وغزاه ثلاث غزوات افریقیة

و ذات الصواری والاسود..... الخ"

(۱) — الاستیعاب (معہ الاصابہ) ج ۲ ص ۳۶۸۔

تحت عبد اللہ بن سعد۔

(۲) — اسد الغابہ، ج ۳ ص ۱۷۳۔ تحت عبد اللہ بن سعد

(۳) — الاستیعاب (معہ الاستیعاب) ج ۲ ص ۳۰۹ تحت

عبد اللہ بن سعد۔

عبد اللہ بن سعد نے ایک مدت تک اسلامی ملی

خدمات سر انجام دینے کے بعد شہادت عثمانی کے

نہ کے دور میں عزلت نشینی و خلوت گزینی پسند کر لی تھی اور پیدا شدہ تنازعات سے

بچ رہنے لگے تھے بعض نے عثمان کے مقام میں بعض نے رملہ کے مقام میں ان کا

تعمیر ہونا ذکر کیا ہے۔

..... آخری ایام میں بارگاہ خداوندی میں انہوں نے دعا کی کہ خداوند!

افاتمہ بالخیر نماز میں فرمادے "دعا قبول ہوگئی۔

صبح کی نماز کے لیے وضو کیا۔ نماز میں مشغول ہو گئے۔ نماز کے آخر میں دہنی

ت سلام پھیرا، بائیں جانب سلام کہنے لگے تو پیغام اجل پہنچ گیا اور دارِ آخرت

میں شریف لے گئے (سبحان اللہ ربی اللہ تعالیٰ عنہ)

..... " قیل بل اقام بالرمنة حتی مات فأرأمن الفتننة
ودعاریة فقال اللهم اجعل خاتمة عملی صلوة الصبر فتوصلاً
ثم صلی السبع ثم سلم عن یمینہ وذهب یسلم عن
یسارہ فقبض الله روحہ "

(۱) --- الاستیعاب، ج ۲، ص ۳۶۶ - معہ الاصابہ -

تحت عبد اللہ بن سعد -

(۲) --- أسد الغابہ، ج ۳، ص ۱۰۴ - تحت عبد اللہ

بن سعد بن ابی سرح -

(۳) --- الاصابہ، ج ۲، ص ۳۰۹ - تحت عبد اللہ بن سعد

بن ابی سرح -

(۴) --- سیرة الحلبيّة رعی بن بریان الدین الحلبي، ص ۲۱۲

ج ۳ - باب ذکر المشاہیر من کتابہ صلعم -

چند شبہات کا ازالہ

حضرت سیدنا امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ پر معترض احباب نے گونا گوں
اعراضات وارد کیے ہیں ان میں عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح کے متعلق بھی کئی
اعراض تجویز فرماتے ہیں۔ اور ابن ابی سرح چونکہ حضرت عثمان کے رضاعی برادر ہیں،
داگرچہ قبیلہ بنو امیہ سے نہیں، اور ان کو حضرت عثمان نے مصر کا والی بنایا تھا اس وجہ
سے حضرت عثمان اور عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح پر یہ مشترکہ اعتراضات ہیں۔ یہاں
ان کا ازالہ کرنا پیش نظر ہے۔

(۱)

ایک تو یہ بات قابل اعتراض تجویز کرتے ہیں کہ عبد اللہ مسلمان ہوتے پھر کچھ زمانہ
کے بعد مرتد ہو گئے تھے۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ان کے قتل کا حکم دے دیا تھا۔
گردن زدنی قرار دیتے گئے تھے۔ وغیرہ۔ اس کے متعلق یہ وضاحت کی جاتی ہے جیسا کہ
ہم نے اوپر ذکر کیا ہے، کہ ان کا اسلام لانا پھر کچھ مدت کے بعد مرتد ہونا یہ فتح مکہ سے
پہلے کا زمانہ ہے۔ فتح مکہ کے موقع پر حضرت عثمان نے ان کو حضور علیہ السلام کی خدمت
میں پیش کیا۔ یہ مسلمان ہوئے اور تجدید بیعت کی نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس
وقت یہ ارشاد فرمایا کہ اسلام لانا سابقہ تمام خطاؤں اور غلطیوں کو ختم کر دیتا ہے۔
(ان اسلام یحب ما کان قبیلہ)۔ جیسا کہ گذشتہ صفحات میں عنقریب گزرا ہے،
اس فرمان نبوت کے ذریعہ مسلمان ہونے کے بعد گزشتہ خطاؤں میں چھوٹی بڑی سب معاف
ہیں۔ اور ان کا اسلام منظور ہے۔

--- ایک مشہور صحابی عمرو بن العاص ہیں ان کا واقعہ بھی کتب حدیث میں
مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیعت کرنے لگے تو اپنے ہاتھ کو
بڑھانے سے روک کر عرض کی یا رسول اللہ! یہ شرط ہے کہ میری سابقہ غلطیاں معاف
ہو جائیں تو اس وقت بھی فرمان نبوی یہی ہوا تھا کہ اے عمرو بن العاص! تو جانتا نہیں
کہ ان اسلام یعدم ما کان قبیلہ (یعنی اسلام ما قبل کی چیزوں کو گوارا دیتا ہے)۔

مسلم شریف جلد اول کتاب الایمان، ص ۷۶، طبع

نور محمدی، باب کون الاسلام یدم ما قبلہ... الخ

--- اسی طرح اس دور میں کئی لوگ مرتد ہوتے تھے لیکن بعد میں مسلمان ہو کر

ٹھیک ہو گئے۔ عبد اللہ بن سعد کی بھی یہی صورت حال ہے۔ اب ان حالات کے بعد کئی
گذشتہ خطاؤں کو شمار میں لا کر گرفت کرتے رہنا اور ان کو مرتد و طرد رسول کے لقب سے

یاد کرنا اسلامی طریقہ کے خلاف ہے۔ قرآن مجید میں وعید کے طور پر فرمانِ خداوندی ہے کہ:

وَلَا تَتَّبِعُوا بِاللَّغَابِ يَتَّبِعُوا بِئْسَ الْأَسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (سورہ حجرات)

”یعنی اور ایک دوسرے کو بُرے لقب سے نہ پکارو۔ ایمان لانے کے بعد بُرا نام گنہگاری ہے اور جو لوگ توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہیں۔“

(۲)

نیز ان لوگوں کی جانب سے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح وغیرہ پر یہ طعن کیا جاتا ہے کہ یہ پلٹاؤ تھے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر نہیں معافی دے دی تھی۔ ان پلٹاؤ کو حضرت عثمان نے اُمت کا سرخیل بنا دیا تھا۔ اس وجہ سے لوگ ان کو نفرت کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ وغیرہ

اس مسئلہ کے متعلق اتنی گزارش کافی ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر باب کعبہ کے پاس کھڑے ہو کر جہاں اور احکامات اور فرمان صادر فرمائے تھے ان میں یہ فرمان بھی تھا کہ ”یا معشر قریش! (یعنی اے قریش کی جماعت) اللہ تعالیٰ تم سے جاہلیت کا کتبہ وغرور اپنے آباؤ اجداد کے ساتھ فخر کرنا لے گیا ہے۔ تمام لوگ آدم سے ہیں اور آدم مٹی سے ہیں۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی :-

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ الْأَكْرَمَ عِنْدَ اللَّهِ أَتَقْوَىٰ... الخ

”یعنی اے لوگو، ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تم کو قبیلے اور شاخیں بنایا تاکہ تم باہم جان پہچان کر سکو۔ اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سے پرہیزگار زیادہ ہے۔“

پھر فرمایا :-

”یا معشر قریش! تمہارا کیا خیال ہے؟ تمہارے ساتھ میں کیا معاملہ کروں گا؟ تو لوگوں نے کہا اچھا اور بہتر معاملہ کریں گے۔ آپ خود مہربان شریف ہیں اور مہربان و شریفین کے لڑکے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ سب چلے جاؤ، تم طلقاً ہو یعنی تم سب کو معافی دے دی گئی ہے۔“

رسیرۃ ابن ہشام، ص ۴۱۲، ج ۲ تحت

طواف الرسول بالبیت وکلمتہ فیہ طبع صحیح

خطبہ مذکورہ کے وقت قریش کے تمام قبائل حاضر تھے۔ تمام قوم سے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خطاب فرمایا۔ کسی ایک قبیلہ کے افراد مخاطب نہ تھے۔ اور نہ ہی چند خصوصی افراد مقصود تھے۔ قریش کے متعدد قبیلے ندمتِ نبوی میں حاضر تھے۔ بنی تیم تھے۔ بنی عدی تھے۔ بنی مخزوم تھے۔ بنی خزیمہ تھے۔ بنی اسد تھے۔ بنی نوفل تھے۔ بنی زہرہ تھے۔ بنی ہاشم تھے۔ بنی عبد شمس (بنی امیہ) تھے۔ وغیرہ۔ ان تمام حاضرین کو فرمان ہوا تھا کہ ”اذہبوا فانتم الطلقاء“ (جاؤ، تم سب کو معافی دے دی گئی ہے) کسی خصوصی قبیلہ کے لیے یہ حکم نہیں تھا۔ یا معشر قریش، یا معشر قریش کے الفاظ عدم تخصیص پر بڑا واضح قرینہ ہے۔

اس کے بعد خاص بنو امیہ کے چند افراد (ولید بن عقبہ، امیر معاویہ، عبداللہ بن ابی سرح وغیرہ) کو طلقاً طلقاً کہہ کر عوام میں نفرت پھیلانا کون سا کارِ خیر ہے۔ پہلے تو یہ کوئی بُرا لفظ نہیں تھا جسے آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا تھا۔ صرف معافی کے الفاظ ہیں۔ پھر اس لفظ کی وجہ سے صحابہ کرام کے دور میں کوئی باہمی تنفر یا حقارت نہیں قائم تھی۔ نہ ہی ایک دوسرے کے حق میں اسے بطور طعن استعمال کرتے تھے نہ ہی ان حضرات کے صاحب منصب ہونے پر صحابہ اہرام پریشان تھے بلکہ معاندانہ اس کے برعکس ہے وہ اس طرح

کہ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے دورِ خلافت میں ان (طلقاً) کو اچھے اچھے منصب عطا فرمائے
 چھوڑے دیتے جیسا کہ ہم نے سابقاً ذکر کر دیا ہے۔ اور خاص عبداللہ ابن ابی سرح کو بھی
 حضرت عمرؓ نے "الصعید" کے علاقہ کا حاکم بنایا، یا دوسرے نفلوں میں طلقاً کو امت کا
 سرخیل بنا دیا۔ (عنقریب گذشتہ صفحات میں حوالہ دیا گیا ہے)

حیرت کی بات ہے کہ صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کے ادوار میں انہی طلقاً
 کو منصب و عہدے دیتے جاتے تو سب کچھ ٹھیک ہے۔ نہ پبلک پریشان ہوتی ہے، نہ
 حضرت عمرؓ پر کوئی طعن ہے۔ اور اگر ان کو حضرت عثمانؓ کے دور میں چند عہدے مل جائیں تو
 یہ طلقاً مبعوض و مطعون بن جاتے ہیں۔ سارے عوام ان سے متنفر ہونے لگتے ہیں اور طلقاً
 کو سرخیل امت بناتے بنانے کا پروپگنڈا شروع ہو جاتا ہے۔

(یا للعجب)

— (۳) —

ایک طعن یہ کیا جاتا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے عمرو بن العاصؓ کو تجرہ کار صحابی کو
 مصر سے ہٹا دیا اور اپنے برادر عبداللہ بن سعد کو یہ جلیل منصب دے دیا۔ یہ متعصبانہ کاروائی
 تھی اور نسلی امتیازات کی بنا پر کی گئی تھی۔ پھر عبداللہ بن سعد نے بڑی خرابیاں کر دیں۔ وغیرہ
 اس شبہ کے ازالہ کے لیے ذیل میں چند چیزیں پیش خدمت ہیں ان پر غور
 فرمادیں۔ مزید کسی جواب کی حاجت نہ رہے گی۔

(۱) — عبداللہ بن سعد بن ابی سرحؓ حضرت عثمانؓ کے قبیلہ (بنو امیہ) سے نہیں
 قبیلہ بنی عامر سے ہیں البتہ ان کے رضاعی برادر ہونے کو ہی معترضین نے جرم تجرہ کار کہا ہے۔
 (۲) — عمرو بن العاصؓ رضی اللہ عنہ کو جس سال مصر سے معزول کیا گیا اور
 عبداللہ بن سعد کو والی و حاکم بنایا گیا تھا۔ (اسی سال یعنی ۳۷ھ) میں بنگ افریقیہ
 تھی۔ عبداللہ بن سعد مذکور کی ماتحتی میں یہ تمام مہم سر کر گئی تھی۔ ان مجاہدین میں عمرو بن العاصؓ

کے حقیقی صاحبزادے عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ شامل تھے۔ عبداللہ خود صحابی تھے اور دیگر
 صحابہ کرام مثلاً عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن الزبیرؓ، معبد بن عباسؓ، عبداللہ ابن عباسؓ،
 ابن جعفرؓ، حسن و حسینؓ وغیرہم کے ساتھ افریقیہ کی جنگ میں بذوق و شوق شریک ہوئے۔
 مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ تمام حضرات نے خنائم حاصل کیے۔ یہ سب امور عبداللہ
 بن سعد کی ماتحتی میں سرانجام پاتے اور عبداللہ بن سعد امیر شکر تھے۔

خلیفہ ابن خیاط نے اپنی تاریخ بلد اول میں لکھا ہے :-

”وفیہما (سنة) عزل عثمان بن عفان عمرو بن العاص

عن مصر وولاهنا عبد الله بن سعد بن ابی سرح فغزا ابن ابی

سرح افریقیة ومعه العبادلة عبد الله بن عمرو وعبد الله بن

عمرو (بن العاص) وعبد الله بن الزبیر الخ

(۱) — تاریخ خلیفہ بن خیاط، جز اول، ص ۱۳۴۔

تحت سنة ۳۷ھ۔ طبع عراق۔

اور یہ واقعہ مندرجہ ذیل مؤرخین نے بھی درج کیا ہے کہ جنگ افریقیہ میں حضرت
 عمرو بن العاصؓ کے لڑنے کے بعد اللہ شریک ہوئے اور امیر شکر عبداللہ بن سعد بن ابی
 سرح تھے۔

(۲) — فتوح البلدان للبلاذری، ص ۲۳۴ تحت

عنوان فتح افریقیة۔

(۳) — تاریخ ابن خلدون، ج ۲، ص ۱۰۰۳ تحت

ولاية عبد الله بن ابی سرح علی مصر وفتح افریقیة

طبع جدید بیروت۔

مقصود یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ نے عمرو بن العاصؓ کو مصر سے اگر ناجائز طریقہ سے

قوی رطب دیابس موضوع بے اصل تمام قسم کی روایات جمع کر دی ہیں عموماً سند ملاتے ہیں کبھی نہیں لاتے۔ اپنے قول کے طور پر بات ذکر کر دیتے ہیں۔ یہ چیز اہل علم پر واضح ہے۔ کوئی غنئی امر نہیں۔ اس روایت کی مذکورہ سند ذکر کی ہے۔

(۲) — طبری نے محمد بن عمرو قادی سے یہ مال حاصل کیا ہے۔ و آندی بزرگ مشہور کتاب ہے، متروک ہے، واضح الحدیث ہے۔

(تقریب التہذیب و التہذیب، ج ۹،

ص ۳۶۳۔ تحت محمد بن عمرو قادی، ج ۹، ص ۲۶۶۔

ج ۹، ص ۳۶۷۔ تحت محمد بن عمرو قادی)

جب تک دوسرے ذریعہ سے اس کے قول کی تصدیق و توثیق نہ ہو جائے قابل تسلیم نہیں اور اس کی منفردانہ اشیا متروک ہوتی ہیں۔ اس روایت میں جو کچھ درج ہے کسی صحیح روایت سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی۔

(۳) — قادی نے معمر بن راشد سے نقل کیا اور معمر اگرچہ ثقہ آدمی ہے اور اس کے لیے مدح و توثیق بہت کچھ اہل علم نے درج کی ہے۔ اس کے باوجود یہ بات بھی ملتی ہے کہ معمر کا ایک برادر زادہ (یا خواہر زادہ) رافسی تھا۔ معمر کے ذخیرہ روایات (یعنی کتابوں) پر اس کو قدرت حاصل ہوئی اور اس نے ان میں تصرفات کر دیئے۔ اس مسئلہ کے لیے مندرجہ ذیل مقامات ملاحظہ فرمادیں۔ اور ابن حجر کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں :-

”قال ابو حامد ابن الشوق د و حدیث باطلا والذیب
فیہ ان معمرأ کان لہ ابن ابرخ رافسی وکان معمر یمکنہ
من کتبہ فادخل علیہ ہذا الحدیث“

(۱) — میزان الاعتدال للذہبی، ج ۱، ص ۳۸، تحت

احمد بن الازہر بن نسیع النیساپوری۔

(۲) — تہذیب التہذیب لابن حجر، ج ۱، ص ۱۲، تحت

احمد بن الازہر بن نسیع۔

(۳) — ذیل اللالی المصنوعہ آسیوطی، کتاب المناقب ص ۶

مطبع علوی، کھنوی قدیم طبع، تحت مناقب علی بن ابی طالبؑ

یہاں یہ بات لازماً قابل ذکر ہے کہ کوئی بیخ عن الحق کرنے والا درست یہ قاعدہ تصنیف فرمائے کہ بجز نو معمر کی تمام روایات مشکوک ہو گئیں نہیں یہ بات غلط ہے۔ بلکہ مذکورہ واقعہ علمائے معمر کی ان روایات کے تحت نقل کیا ہے جو قواعد مسلمہ کے خلاف ہیں۔ منکر اور شاذ قسم کی روایات ہیں۔ شریعت کے مسلمہ قواعد کے مخالف نظر آتی ہیں اور ان کا کوئی صحیح محمل قائم نہیں ہو سکتا۔ معمر سے ایسی روایات کے متعلق محققین علماء نے بیشک تصریح کی ہے کہ ان میں اشتباہ و تخیل پائی گئی ہے۔ اور ہماری زیر بحث طبری کی روایت بھی اسی نوع کی ہے۔ فلہذا وہ بھی قابل قبول نہیں۔

(البدایہ لابن کثیر، ج ۸، ص ۱۱-۱۲، تحت عنوان غریبہ من الغریب

وآبدۃ من الاداب)

(۴) — پھر معمر نے اس قسم کو زہری سے لیا ہے اور یہ تمام واقعہ زہری کا اپنا

قول ہے۔ اس دور کے کسی معروف شخص کا قول نہیں۔ زہری ثقہ آدمی ہے لیکن قابل غور یہ بات ہے کہ ابن شہاب زہری اس وقت موجود ہی نہ تھے۔ بلکہ ان کی پیدائش ۳۷ھ میں علماء نے لکھی ہے۔ اور یہ واقعہ (جنگ افریقیہ کا قریباً ۲۷ھ میں) پیش آیا تھا۔ (یسیا کہ ابن خیاط کا حوالہ کرتا ہے) اور طبری نے اس کو سن ۲۷ھ کے تحت درج کیا ہے لیکن خلیفہ ابن خیاط کی تحقیق درست معلوم ہوتی ہے۔ گویا کہ قریباً قریباً اکتیس سال علامہ زہری بعد میں پیدا ہوئے تھے۔ پھر ان کا سن شعور کم از کم پندرہ سال ہی سمجھا جائے

تو سینتالیس سال ہوئے۔ اتنی مدت کے اندر یہ روایت کہاں کہاں رہی کس کس نے اسے بیان کیا کس شخص نے ابن شہاب زہری کو سنائی سارے مراحل قابلِ اہل ہیں ان کے مقابل متصل السند اور صحیح روایات جو ہیں جن میں یہ مطاعن عثمانی نہیں ہیں ان کو قبول کیا جائے گا اور اس روایت کو متروک سمجھا جائے گا۔

درایت کے اعتبار سے اس پر کلام قابلِ غور چیز یہ ہے کہ اگر ان روایت کی بیان کردہ اشیاء

درست فرض کر لی جائیں کہ عثمان میں فلاں فلاں عیب ہیں اس وجہ سے ان کا نون گرا نا درست ہے وغیرہ) تو جنگِ افریقیہ کی اس مہم میں مدینہ منورہ سے اکابر صحابہ اور ہاشمی و قریشی جوانوں کی ایک بڑی جماعت مثلاً ابن عمر، ابن عباس، ابن شہاب، عبدالرحمن بن ابی بکر، عبداللہ بن زبیر بن العوام، مشور بن مخزوم، بسر بن اریطہ، سیدنا حسن و سیدنا حسین (بقول ابن خلدون) وغیرہ کیوں شریک جہاد ہوئے۔ ان لوگوں کو پہلے حضرت عثمان پر، پھر عبداللہ بن سعد پر یہی اعتراضات کھڑے کرنے چاہیے تھے کیوں نہ اعتراض قائم کیے؟ خاموشی کے ساتھ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے ماتحت ہو کر جنگی مہموں میں کیوں شامل ہو گئے؟

دوسری یہ چیز قابلِ توجہ ہے، محمد بن ابی بکر و محمد بن ابی حذیفہ دونوں چھوٹے طبقے کے لوگ ہیں بڑے بڑے اشراف و اکابر قریش تو مذکورہ مطاعن کو مد نظر نہ رکھیں اور نہ یہ عیوب پھیلائیں۔ یہ چھوٹے لوگ ان عیوب کا پرچار کریں۔ گویا ان کو یہ عیوب نظر آگئے اور اکابر کو نظر نہ آئے۔

اور بقول بلاذری حضرت ابو بکر کے صاحبزادے عبدالرحمن بن ابی بکر اس جنگِ افریقیہ میں عبداللہ بن سعد کی ماتحتی میں نجوشی شریک ہوئے اور ان کے برادر محمد بن ابی بکر عبداللہ بن سعد پر اور حضرت عثمان دونوں پر شدت سے اس موقع پر طعنہ زنی کرتے ہیں۔

یہ دونوں بھائیوں کا عملی و قوی تضاد ہوا۔ اس صورت میں عبدالرحمن بن ابی بکر کے عملی تعاون کو مقدم رکھا جائے گا اور محمد بن ابی بکر کے اختلاف کو مؤخر کر دیا جائیگا۔ اس لیے کہ عبدالرحمن کا مقام و مرتبہ محمد بن ابی بکر سے ہر لحاظ سے فائق ہے۔

اس کے علاوہ ایک یہ چیز بھی سوچنے کی ہے۔ اس روایت کی رو سے محمد بن ابی بکر اور محمد بن ابی حذیفہ نے یہ تمام شورشِ جنگ کے موقع پر جا کر کھڑی کی ہے۔ یہاں مدینہ شریف میں یہ مسئلہ کیوں نہیں اٹھایا؟ اگر یہ مسائل صحیح تھے تو ان کو پہلے مرکزِ اسلام مدینہ میں لوگوں کے سامنے بات رکھنی چاہیے تھی۔ مصر سے آگے نکل کر میدانِ جنگ میں جا کر اس کا کیا موقع تھا؟ خلاصۃ المرام یہ ہے کہ یہ روایت عقلاً بھی قابلِ تسلیم نہیں ہے، جیسا کہ نقلاً ناقابلِ قبول ہے۔

مروان ابن الحکم کے متعلقات

(۶)

حضرت عثمانؓ نے جن اقرباء کو حکومت کے کاموں میں شامل کیا تھا ان میں ایک مروان بن الحکم بھی ہے۔

حضرت عثمانؓ کے باقی اقارب کی طرح اس پر بھی کسی قسم کی تنقیدیں کی جاتی ہیں مروان کی خوبیاں معدوم کر دی گئی ہیں اور خرابیاں اُجاگر کی گئی ہیں۔ حالانکہ ایک شخص میں اگر خامیاں ہوتی ہیں تو ضرور کچھ خوبیاں بھی ہوتی ہیں۔ تو اس اعتبار سے یہاں مروان کے جستہ جستہ حالات ذکر کیے جاتے ہیں۔

(۱) مروان کی زندگی کا وہ نقشہ جو اقراماض کنندگان نے پیش کیا ہے۔ اس میں قبائلی تعصب اور تاریخی بے راہ روی کو بہت کچھ دخل ہے۔ انہی تاریخی مواد پر نظر کرتے ہوئے بعض علماء اور مصنفین نے مروان پر تنقید کر دی ہے۔

آئندہ سطور میں ہم مروان کی زندگی کے چند حالات و واقعات پیش کرتے ہیں جن سے اس کی اہلیت و صلاحیت نمایاں ہوگی اس کا اخلاق و کردار روز روشن کی طرح عیاں ہوگا۔ قبائلی تعصب کا جواب بھی ساتھ ساتھ ہوگا۔ نسلی امتیازات بے وزن نظر آئیں گے۔ بنو ہاشم اور بنو امیہ کے تعلقات کا بہتر پہلو بھی سامنے آسکے گا۔

(۲) مروان کی معصومیت کے ہم دعویٰ دار نہیں ہیں۔ اور نہ ہی ہم اس بات پر مصر ہیں کہ مروان سے کوئی خطا سرزد نہیں ہوئی۔ ہو سکتا ہے اس سے بعض

خطائیں موقعہ بہ موقعہ صادر ہوئی ہوں۔ اللہ اس کو معاف فرمائیں لیکن اس کی خوبیاں کا پہلو سامنے لانا ایک علمی اور تاریخی ضرورت ہے۔ اس بنا پر ہم آئندہ سطور میں مروان کی تصویر کا دوسرا رخ عوام کے سامنے پیش کرتے ہیں تاکہ منصف طبائع خود بخود اصلیت سے مطلع ہو سکیں۔ اور مخالفین مروان نے جو مروان کا کردار بطور حقارت بیان کیا ہے اس کے ساتھ موازنہ کر سکیں۔

(۳) قبل ازیں بحث اول میں مروان کے منصب و عہدہ کے متعلق مختصراً بعض اشیاء ذکر کی ہیں ان کو بھی تذکرہ مروان میں ملحوظ رکھیں۔ نیز یہ بھی عرض ہے کہ مروان کی مندرجہ اشیاء عثمانی دور کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ کئی چیزیں بعد کے دور کی ہیں۔ گویا کہ مروان کی شخصیت کے اعتبار سے بحت ہو رہی ہے۔

(۴) اس بحث کے آخر میں بعض شبہات کا ازالہ بھی مناسب ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کو حسب موقعہ پیش خدمت کیا جائے گا۔

مروان کے والد کا نام الحکم بن ابی العاص بن امیہ ہے حضور مختصر حالات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے وقت بعض علماء کے ہاں مروان کی عمر پانچ سال اور بعض کے نزدیک آٹھ سال تھی۔ یہ اپنے والد کی معیت میں ان کے انتقال تک مدینہ شریف میں مقیم رہا اور الحکم بن ابی العاص کی وفات ۳۲ھ میں ہوئی تھی۔

..... قالوا قبض رسول الله صلى الله عليه وسلم ومروان بن الحكم بن ثمان سنين فلم يزل مع ابيه حتى مات ابو الحكم بن ابى العاص في خلافة عثمان بن عفان . . . الخ

(۱) طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۲۴، تحت

مروان بن الحکم - طبع لیدن۔

(۲) — الاصابہ، ص ۲۵۶، ج ۳۔ معہ الاستیعاب

تحت مروان بن الحکم، فی القسم الثانی۔

ومات الحکم ستة اشین وثلاثین فی خلافة عثمانؓ

(۳) — الاصابہ، ج ۱، ص ۳۴۵۔ تحت الحکم بن ابی العاص

— ماہ رمضان المبارک ۶۵ھ میں ۶۳ سال کی عمر پا کر دمشق میں مروان نے اس دارِ فانی سے انتقال کیا۔

ومات فی شہر رمضان ستة خمس وستین بدمشق...

(۱) — الجمع بین رجال الصحیحین، ص ۵۰۱-۵۰۲۔ تحت مروان بن الحکم۔ طبع حیدرآباد دکن۔

(۲) — الاصابہ، ص ۴۵۶، ج ۳ معہ الاستیعاب تحت مروان فی القسم الثانی۔ طبع مصر۔

(۳) — البدایہ لابن کثیر، ج ۸، ص ۲۶۰۔ آخر ترجمہ مروان بن الحکم۔

حضرت عثمانؓ کے نزدیک مروان عمدہ اخلاق اور بہتر کردار کا مالک تھا۔ اس لیے انہوں نے اپنے اس چچا زاد بھراؤ کو اپنی صاحبزادی ام ابان الکبریٰ نکاح میں دی تھی۔ اس سے مروان کی اولاد ہوئی اور ام ابان الکبریٰ مروان کی زوجیت میں ہی فوت ہوئیں۔

... وتزوجت ام ابان الکبریٰ مروان بن الحکم بن ابی العاص فولدت له وتوفیت عندہ زوجة ایاہا عثمانؓ

(نسب قریش، ص ۱۱۲۔ تحت اولاد عثمانؓ)

— اس کے بعد مرتضوی خاندان اور مروان کے قبیلہ کے مابین چند رشتے ذکر

کئے جاتے ہیں۔ بغور ملاحظہ فرمادیں۔

(۱) — علماء انساب نے لکھا ہے کہ حضرت

علیؓ کی صاحبزادی رملہ مروان بن الحکم کے

لڑکے معاویہ کے نکاح میں تھی۔ رملہ کا

نکاح اس سے قبل ابو الہیاج عبد اللہ بن ابی سفیان بن الحارث بن عبد المطلب کے

ساتھ تھا۔ اس کی رملہ سے اولاد بھی ہوئی لیکن یہ اولاد فوت ہو کر ختم ہو گئی۔ اس کے

بعد رملہ کا نکاح مروان کے لڑکے معاویہ کے ساتھ ہوا۔

اول (۱) — وكانت رملة بنت علی عند ابی الہیاج واسمہ عبد اللہ

بن ابی سفیان بن الحارث بن عبد المطلب ولدت له وقد

انقرض ولد ابی سفیان بن الحارث ثم خلف علیہا معاویة بن

مروان بن الحکم بن ابی العاصی۔

(کتاب نسب قریش، ص ۴۵۔ تحت ولد علی بن ابی طالب)

(۲) — ومعاویة — شقیق عبد الملک ...

..... وتزوج رملة بنت علی بن ابی طالب بعد ابی الہیاج عبد اللہ

بن ابی سفیان بن الحارث بن عبد المطلب۔

وجہرۃ انساب العرب لابن خزم، ص ۸۷۔ تحت

اولاد الحکم بن ابی العاصی وولد مروان ابنہ)

دوم (۲) — دوسرا رشتہ علماء انساب نے اس طرح لکھا ہے کہ حضرت امام حسنؓ

کے لڑکے حسن ثنی کی لڑکی زینب مروان کے پوتے ولید بن عبد الملک کے نکاح

میں تھی جبکہ وہ غلیفہ تھا اور یہ زینب وہ ہیں کہ جن کی ماں حضرت فاطمہ بنت

حسین بن علیؓ بن ابی طالب ہیں۔

مصعب بن عبد اللہ الزبیری نے حسن ثنیٰ کی اولاد کے تحت یہ رشتہ درج کیا ہے۔

”وكانت زينب بنت حسن بن حسن بن علي عند الوليد بن عبد الملك بن مروان وهو خليفة“

کتاب نسب قریش لمصعب زبیری، ص ۵۲۔
تحت اولاد حسن ثنیٰ

اور ابن خزم نے جمہور الانساب میں مروان بن الحکم کی اولاد کی تفصیل کے تحت رشتہ مذکورہ بالا ذکر کیا ہے۔

”... وولد معاوية بن مروان بن عبد الملك الوليد بن معاوية امه زينب بنت الحسن بن الحسن بن علي بن ابي طالب“

جمہور انساب العرب لابن خزم الاندلسی، ص ۱۸۱
تحت اولاد مروان بن الحکم

فائدہ :- ناظرین کرام پر واضح رہے کہ معاویہ بن مروان کے نکاح میں رطلہ بنت علی پہلے تھی اور زینب بنت حسن ثنیٰ اس کے نکاح میں اس کے بعد آئی تھیں (ان ہر دو کے نکاح کا زمانہ الگ الگ ہے) اور زینب بنت حسن ثنیٰ کے یکے بعد دیگرے دو خاوند تھے۔ ایک معاویہ بن مروان تھا، اس کے بعد مروان کا پوتا ولید بن عبد الملک بن مروان تھا۔ یہ تصریح معلوم نہیں ہو سکی کہ پہلے کس کے نکاح میں تھی اور بعد میں کس کے نکاح میں آئی۔ چچا اور بھتیجے کے نکاح میں یکے بعد دیگرے ایک عورت کا منکوحہ ہونا کوئی عجیب نہیں۔

سوم (۳) — اور اس خاندان کا تیسرا رشتہ اس فن کے علماء نے اس طرح

لکھا ہے کہ :-

”حضرت سیدنا حسن بن علی الرضیٰ کے لڑکے زید بن حسن کی لڑکی نفیسہ کا نکاح مروان کے پوتے ولید بن عبد الملک بن مروان سے ہوا اور اس سے اولاد بھی ہوئی۔“

”..... ونفيسة بنت زيد تزوجها وليد بن عبد الملك بن مروان فتزويقت عندها وامها لبابة بنت عبد الله بن عباس بن عبد المطلب بن هاشم“

طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۲۳۲۔ تحت

زید بن حسن بن علی بن ابی طالب

”... وكان لزيد ابنة اسمها نفيسة خرجت الى الوليد بن

عبد الملك بن مروان فولدت منه۔“

”وقد قيل انما خرجت الى عبد الملك بن مروان انها ماتت حاملاً منه والاصغر الاول وكان زيد يفد على الوليد بن عبد الملك ويفد على سريه ويكرمه لكان ابنته“

رعدة الطالب في انساب آل ابی طالب از

سید جمال الدین ابن عنبثہ اشعیمی، ص ۷۰

المقصد الاول تحت عقب زید بن حسن

تنبیہ: بعض علماء نے کہا ہے کہ نفیسہ کا نکاح عبد الملک سے ہوا، لیکن یہ صحیح

نہیں۔ بلکہ ولید بن عبد الملک بن مروان کے ساتھ نکاح ہونا صحیح ہے۔ اور لفظ ”خرجت“

کی تعبیر شیعہ علماء کی طرف سے ہے۔ ہمارے علماء نے اس طرح نہیں ذکر کیا۔ فافہم۔

چہارم (۴) — اور چوتھا رشتہ اس طرح منقول ہے کہ مروان بن الحکم کے حقیقی بھائی

الحارث بن الحكم کے پوتے رستمی اسماعیل بن عبد الملک بن الحارث کے نکاح میں حضرت امام حسن بن علی المرتضیٰ کی پوتی مسماة خدیجہ بنت حسین بن حسن بن علی بن ابی طالب تھی اس سے اسماعیل مذکور کی اولاد (مسلمہ - اسحاق - حسین - محمد وغیرہ) بھی ہوئی۔ اور خدیجہ کو بعض علماء ام کلثوم کے نام سے ذکر کرتے ہیں۔

..... فولد اسماعیل بن عبد الملک بن الحارث مسلمة
واسحاق و مردان و حسینا و محمدا اہم ام کلثوم بنت الحسین
بن الحسن بن علی بن ابی طالب“

(۱) — کتاب نسب قریش لمصعب الزبیری، ص ۱۵۱
تحت الحارث بن الحكم۔

(۲) — کتاب نسب قریش، ص ۱۵۱ تحت حسن بن
علی بن ابی طالب۔

..... وولد اسماعیل بن عبد الملک بن الحارث بن الحكم المذكور
محمد الاکبر و الحسین و اسحاق و مسلمة اہم خدیجہ بنت الحسین
بن حسن بن علی بن ابی طالب“

جمہورہ انساب العرب لابن خزم، ص ۱۰۹۔
تحت اولاد محمد بن مروان بن الحكم،

پنجم (۵)، اور پانچواں رشتہ علامہ ابن خزم نے اسی مقام میں یہ ذکر کیا ہے کہ خدیجہ مذکورہ کے بعد خدیجہ کی چچا زاد بہن مسماة حمادہ و بنت الحسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب، اسماعیل مذکور کے نکاح میں آئی اور اس سے (محمد الاصفغر - الولید - یزید وغیرہ) اسماعیل کی اولاد ہوئی۔

..... وولد اسماعیل بن عبد الملک بن الحارث بن الحكم

..... محمد الاصفغر والولید و یزید اہم حمادہ بنت
الحسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب خلف علیہا بعد بنت عمہا
المذکورہ“

جمہورہ انساب العرب، ص ۱۰۹ تحت ولد محمد بن
مردان بن الحكم،

مندرجہ بالا عنوان کے تحت متعدد درشتہ داریاں ان ہر دو خاندانوں کی ذکر کوڑی گئی ہیں۔ یہ نسبی تعلقات“ دونوں قبائل کو ایک دوسرے کے قریب کرنے کے لیے عمرہ آثار میں جو ہمیشہ کے لیے تاریخ کے اوراق پر ثبت ہیں اور عمدہ شہادتیں ہیں جن کی نگاہ سے کرنا مشکل ہے۔

اب اگر وقتی طور پر گاہے گاہے ان خاندانوں کے درمیان کوئی تنازعہ یا منافستہ پیش آیا ہے تو اس کا وقوع ایک وقتی مسئلہ کی حیثیت میں متصور ہوگا جیسے وقتی مسائل سامنے آتے ہیں اور فرور ہو جاتا کرتے ہیں اور ان کو اپنی حدود میں ختم کر دیا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کے تنازعات عموماً وقتی ہوا کرتے ہیں اور رشتہ داری کا تعلق دائمی ہوتا ہے اور پختہ پختہ تک جاری رہتا ہے۔

نیز تاریخی مواد میں جو ان خاندانوں کے درمیان اختلافات کی داستانیں ذکر کی جاتی ہیں ان میں اصلیت کم ہوتی ہے اور افراط و تفریط کو زیادہ دخل ہوتا ہے۔ ان تاریخی چیزوں کو مبنی بر حقیقت قرار دینا کسی طرح صحیح نہیں ہوتا۔ یہ تمام رشتے حضرت علی المرتضیٰ کی اولاد شریعت نے مروان کے

خاندان کو بخوشی دیئے اور برضا مندی یہ نسبی تعلق قائم کیے۔ یہ تاریخی حقائق ہیں ان کے ذریعہ یہ چیز ثابت ہوتی ہے کہ حضرت مرتضیٰ کا خاندان مروان کے خاندان کو بُرا نہیں جانتے بلکہ اچھا سمجھتے تھے اسی بنا پر یہ نسبی تعلقات باہمی قائم کیے۔

نیز واضح ہوا کہ مروان بن حکم کے حق میں قباحتوں کی داستا نہیں صحیح نہیں ہیں۔ جس طرح بعد والے لوگوں نے پیش کی ہیں۔ اس لیے کہ مروان کے خاندان کے ساتھ رشتے قائم کرنے والے ہاشمی حضرات اس دور کے قریب تر لوگ ہیں ان پر یہ تمام ”مروانی کارستانیاں“ آشکارا ہونی چاہیے اور ان کے سامنے مروانی کروار واضح ہونا چاہیے تھا۔

بااں سہہ اگر ہاشمی بزرگ یہ دائمی نسبتیں اس قبیلہ کے ساتھ قائم کرتے ہیں تو ان حضرات نے خاندانی تعامل اور عملی تعاون کے ذریعہ یہ ثابت کر دیا کہ مروان اور اس کا خاندان اس طرح قابلِ نفرت اور لائقِ مذمت نہیں ہے جس طرح روایات کے راویوں نے قوم میں نشر کر دیا ہے۔

مروان کے علمی مقام اور قابلیت کے متعلق ہمارے دینی کتب میں بہت کچھ مواد موجود

علمی قابلیت اور ثقاہت

ہے۔ چند ایک چیزیں اس مضمون کے متعلق ناظرین کرام کی خدمت میں پیش کی جاتی ہیں۔ مروان ابن الحکم کی علمی توثیق اس قدر مسلم ہے کہ یہ اکابر صحابہ کرام

مثلاً حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ، عبد الرحمن بن الاسود وغیرہم سے روایاتِ حدیث اور مسائلِ شرعی نقل کرتا ہے۔ اور مروان سے بعض صحابہ کرامؓ اور اکابر تابعین مثلاً سہل بن سعد (الصحابی) علی بن الحسین (التابعی)، عروہ بن

الزبیر (التابعی)، سعید بن المسیب و مجاہد بن یحییٰ ہم روایت حاصل کرتے ہیں۔

”روی مروان عن عمرو و عثمان و علی رضی اللہ عنہم و روی

عنه (مروان) سہل بن سعد، علی بن الحسین و عروہ بن الزبیر

و ابوبکر بن عبد الرحمن“

(۱) — کتاب الجرح والتعديل لابن ابی حاتم الرازی

ج ۲- ق ۱، ص ۲۴۱ تخت مروان بن الحکم۔ طبع دکن۔

(۲) — الجمع بین رجال الصحیحین، ص ۵۰۱-۵۰۲ تخت مروان

بن الحکم بن ابی العاص۔ طبع دکن۔

علماء کرام نے لکھا ہے کہ مروان بن الحکم کا مقام حدیث میں مستند و معتبر ہے۔ یہ فن حدیث میں مہتمم نہیں۔ اس کی روایت پر اکابر محدثین اور کبار فقہائے امت نے اعتماد کیا ہے۔ اور اس کی مرویات کو اپنی اسانید کے ساتھ کتابوں میں نقل کیا ہے مروان کی چند ایک مرویات بطور نمونہ ذکر کی جاتی ہیں۔

— عروہ بن الزبیر کہتے ہیں کہ حدیث کے باب میں مروان مہتمم نہیں۔

— سہل بن سعد صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مروان کے صدق پر

اعتماد کر کے اس سے روایت نقل کی ہے۔

— امام مالکؒ نے مروان کی حدیث اور اس کی مجتہدانہ رائے پر پورا اعتماد

کیا اور اپنے ”موطأ“ میں مروان سے متعدد شرعی مسائل نقل کیے اور مسلم کے علاوہ باقی محدثین نے مروان کی روایات پر اعتماد کیا ہے۔

— قال عروہ بن الزبیر کان مروان لا یتہم فی الحدیث“

— وقد روی عنہ سہل بن سعد الساعدی الصحابی اعتماداً

علی صدقہ....“

— وقد اعتمد مالک علی حدیثہ و رأیہ و الباقون سوی مسلم

رصدی الساری مقدمہ فتح الباری لابن حجر، ج ۲-

ص ۱۶۴ تحت حرف المیم۔ طبع مصر۔

امام مالکؒ نے اپنی مشہور تصنیف موطأ کے متعدد مقامات میں مروان بن الحکم سے شرعی مسائل باسناد نقل کیے ہیں اور

موطأ امام مالکؒ

اس پر پوری طرح اعتماد کیا ہے۔ مثال کے طور پر چند مقام ذکر کیے جاتے ہیں :-

(۱) ————— الموطاء لامام مالکؒ، ص ۱۴ طبع مجتبائی دہلی تحت
الروضۃ من مسال فرج -

(۲) ————— الموطاء لامام مالکؒ، ص ۸، طبع مجتبائی دہلی -
کتاب الصیام، باب ماجاء فی صیام الذی
یصبح جنباً -

(۳) ————— الموطاء لامام مالکؒ، ص ۳۴، طبع مجتبائی دہلی -
جامع ماجاء فی الیمین علی المنبر -

(۴) ————— الموطاء لامام مالکؒ، ص ۳۲۲، طبع مجتبائی دہلی
تحت القصاص فی القتل -

(۵) ————— الموطاء لامام مالکؒ، ص ۳۵۶، کتاب السرقہ
باب مالا قطع فیہ طبع دہلی -

اسی طرح امام محمد بن حسن الشیبانیؒ نے بھی اپنی کتاب ”موطاء“
میں مروان بن الحکم سے متعدد دینی مسائل باسناد نقل کیے ہیں اور
پورے وثوق کے ساتھ انہیں درج کیا ہے۔ ذیل میں ابواب کے ذریعہ نشانہری
کر دی ہے۔ تمام عبارت نقل کرنے میں تطویل تھی۔ اس لیے یہ صورت اختیار کی ہے۔
اہل علم رجوع فرما کر تسلی فرما سکتے ہیں۔

(۱) ————— موطاء امام محمد بن حسن شیبانیؒ، ص ۷۸، مطبوعہ
مصطفائی بکھنو۔ باب الرجل یطعم لہ الفجر فی
رمضان وھو صیبت۔

(۲) ————— موطاء امام محمد بن حسن شیبانیؒ، ص ۲۹۰، باب
دبۃ الاسنان

(۳) ————— موطاء امام محمدؒ، ص ۲۹۹، کتاب الحدود۔ باب
من سرق ثمرًا او غیر ذالک مما لم یحزر۔

(۴) ————— موطاء امام محمدؒ، ص ۳۰۳، باب الخلس کتاب
الحدود۔

(۵) ————— موطاء امام محمدؒ، ص ۳۲۷، کتاب البیوع۔ باب
الہبۃ والصدقۃ۔ مطبوعہ مصطفائی بکھنو۔

مشہور محدث عبد الرزاق نے اپنی تصنیف ”المصنف“
میں مروان کے ذریعہ اپنی سند کے ساتھ حضرت علیؑ رضی
عنہ کا ایک فرمان نقل کیا ہے۔ جو بحث ایلاء کے متعلق ہے۔

”..... مروان نے کہا کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ ایلاء کے چار ماہ
جب گزر جائیں تو ایلاء کنندہ شخص کو مجبوس کر کے مجبور کیا جائے گا۔
یا تو اس عورت کے حق میں (قسم سے) رجوع کرے، یا پھر طلاق دے
دے“

یہ روایت کرنے کے بعد مروان نے کہا کہ اگر اس نوعیت کا تنازعہ
میرے سامنے آئے گا تو علیؑ رضی عنہ کے فرمان کے مطابق میں فیصلہ
کروں گا“

————— عن عبد الرزاق عن الثوری عن لیث عن مجاہد عن

مروان عن علیؑ قال اذا مضت الاربعۃ فاندہ یحبس حتی یفقی

او یطلق۔ قال مروان ولو ولیت ہذا القضیت فیہ بقضا

علیؑ۔ (۱) ————— المصنف لعبد الرزاق، ج ۶، ص ۴۵۷، طبع اول

مجلس علمی باب انقضاء الاربعۃ وبحث ایلاء، طبع بیروت۔

— اور المصنّف لابن ابی شیبہ، جلد خامس میں مروان کا یہ قول بہ الفاظ
ذیل منقول ہے:-

«..... قال مروان ولو وليت لفعلت، مثل ما يفعل»

والمصنّف لابن ابی شیبہ، ج ۵، ص ۱۳۱۔ طبع حیدرآباد دکن
تحت فی المولوی یوقف۔ اجاث ایلاء۔

امام احمد نے مسند امام احمد، جلد رابع میں ایک مستقل عنوان
قائم کیا ہے۔ اس میں المسور بن المخزومہ الزہری اور مروان
بن حکم کی مرویات کو ملا کر درج کیا ہے۔ اور مسور بن المخزومہ صحابہ میں سے ہیں۔
ص ۲۳، ج ۴ سے لے کر ص ۳۳ تک ان دونوں حضرات کی بہت سی روایات
مسند احمد میں مدون ہیں اور عنوان ان الفاظ کے ساتھ قائم کیا ہے کہ

«حدیث المسور بن مخزومہ الزہری و مروان بن الحکم رضی اللہ عنہما»

— اور مسند احمد جلد خامس میں زید بن ثابت کی روایات کے تحت بھی
مروان کی روایت نقل کی ہے۔

«..... عروة بن الزبير ان مروان اخبره قال قال لي

زيد بن ثابت مالك تقرا في المغرب بقصار المفضل... الخ

و مسند احمد، ج ۵، ص ۱۸۹۔ معہ منتخب كنز العمال تحت
زيد بن ثابت، طبع مصر، قديم طبع۔

— اسی طرح مسند ہذا کے متعدد مقامات میں مروان کی مرویات مستنبط
ہوتی ہیں یہ نشان دہی بطور نمونہ پیش کر دی گئی ہے۔

امام بخاری نے مروان بن الحکم کی روایات صحیح بخاری میں ذکر
کی ہیں۔ ایک مقام میں المسور بن مخزومہ اور مروان دونوں

کی روایت کتاب الوکالتہ میں ذکر کی ہے۔

«..... عن ابن شهاب قال وزعم عروة ان مروان

بن الحکم والمسور بن المخزومہ اخبران رسول الله صلى الله
عليه وسلم قام حين جاءه وفد هوازن مسلمين... الخ»

بخاری شریف، ج ۱، ص ۳۰۹۔ کتاب الوکالتہ، باب

اذا وبت شيئا لوكيل... الخ۔ طبع نور محرمی۔ دہلی۔

اسی طرح مروان سے سہل بن سعد الساعدی (صحابی) و دیگر تابعین نے روایت
ماسل کی ہے وہ بھی بخاری میں ہے۔ اس چیز کی تائید و تصدیق حافظ ابن حجر نے
مقدمہ فتح الباری میں ان الفاظ سے کی ہے کہ مروان بن الحکم الاموی حدیثان الخ
یعنی بخاری میں مروان کی دو عدد حدیثیں منقول ہیں۔

دہلی الساری مقدمہ فتح الباری ص ۱۹۲-۲۰۰۔

تحت ذکر عدة ماكل صحابي في صحيح البخاري موصولا و
معلقا... الخ»

اور ابن حجر مقدمہ فتح الباری میں فرماتے ہیں:-

«..... فانما حمل عنه سهل بن سعد وعروة بن

الزبير وعلي بن الحسين و ابوبكر بن عبد الرحمن بن

الحارث وهؤلاء اخرج البخاري احاديثهم عنه في

صحيحه... الخ»

رسد الساری، ج ۲، ص ۱۶۴۔ تحت حروف

الميم۔ طبع مصر۔

اس مقام میں حافظ ابن حجر نے وضاحت کر دی کہ مروان بن حکم سے

سے روایت حاصل کرنے والے بعض صحابہ کرام کے علاوہ بڑے بڑے اکابر تابعین مثلاً عروہ بن زبیر اور امام زین العابدین (علی بن حسین) وغیرہ بھی ہیں جنہوں نے مروان پر دینی و علمی اعتماد کرتے ہوئے روایت حاصل کی ہے اور شرعی مسائل ان سے نقل کیے ہیں اور امام بخاری نے ان چیزوں کو صحیح بخاری میں ذکر کیا ہے۔

(فائدہ)

اہل علم کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ امام بخاری نے اپنی تاریخ کبیر جلد رابع القسم الاول، ص ۳۶۸ میں مختصر سا تذکرہ کیا ہے لیکن ناقدانہ کوئی چیز مروان کے حق میں نہیں ذکر کی اور اسی طرح ابن ابی حاتم رازی نے کتاب الجرح والتعديل جلد رابع القسم الاول، ص ۲۴۱ میں مروان کا تذکرہ مختصر ذکر کیا ہے کہ فلاں صحابی اور فلاں تابعی نے مروان سے روایت حاصل کی، لیکن مروان پر نقد کا لفظ نہیں لکھا صرف ثقاہت درج کی ہے۔

اہل علم حضرات کو معلوم ہے کہ مذکورہ دونوں کتابیں تراجم و رجال کی کتب کے لیے ماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ یہ کتابیں مروان کی تنقیدات سے خاموش ہیں۔ وہ نقد نہیں ذکر کرتیں جو بعد کے لوگوں نے تاریخی ذخائر سے متاثر ہو کر ذکر کر دیے ہیں۔

علامہ ابن کثیر نے البدایہ میں مروان کے ترجمہ کے تحت مروان کی اعلیٰ اصلاحتوں اور خوبیوں کو ذکر کیا ہے۔ وہاں حضرت معاویہ کا قول مروان کے حق میں نقل کیا ہے جس سے مروان کی علمی اور دینی قابلیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

(۱) — امیر معاویہ نے فرمایا کہ مروان بن الحکم اللہ کی کتاب کا قاری ہے۔ اللہ کے دین کا فقیہ ہے، اللہ کے حدود قائم کرنے میں مضبوط ہے۔

” فقال اما التاری لکتاب اللہ الفقیہ فی دین اللہ الشدید فی حدود اللہ مروان بن الحکم۔“

(البدایہ، ج ۸، ص ۲۵۷۔ تحت ترجمہ مروان بن الحکم)

(۲) — اس کے بعد مروان کے عہدہ قضا کا بیان درج ہے اور امام احمد سے منقول ہے کہ امیر معاویہ کے دور میں بعض دفعہ مروان منصب قضا پر بھی فائز تھا۔ اور امیر المؤمنین عمر کے فیصلہ شدہ قضا یا کی روشنی میں اپنے مقدمات کا فیصلہ صادر کرتا تھا۔

عن الامام احمد قال یتال کان عند مروان قضا وکان یتبع قضا یا عمر بن الخطاب“

(البدایہ، ج ۸، ص ۲۵۸۔ تحت ترجمہ مروان)

(۳) — اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے الاصابہ میں مروان کی علمی لیاقت کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے کہ مروان اپنے دور کے فقہاء میں شمار کیا جاتا تھا۔ وکان یعد فی الفقہاء۔ . . الخ

(الاصابہ بمعہ الاستیعاب، ج ۳، ص ۴۵۵۔ تحت

مروان بن الحکم فی القسم الثانی)

(۴) — علامہ ابن تیمیہ نے مروان کا علمی و فقہی مقام ان الفاظ کے ساتھ درج کیا ہے۔

” اخرج اهل الصحاح عدة احادیث عن مروان وله قول مع

اهل الفتيا . . . الخ

(منہاج السنہ، ج ۳، ص ۱۸۹)

یعنی صحاح کے محدثین نے متعدد احواد میں مروان سے تخریج کی ہیں اور اہل فتاویٰ میں مروان کا قول لیا جاتا ہے۔

(۵) — مذکورہ چند ایک چیزیں مروان کی علمی ثقافت کی ذکر کی ہیں۔ اب ہم آخر میں قاضی ابوبکر بن العربی المتوفی ۳۳۵ھ کا قول مروان کے حق میں درج کرتے ہیں تاکہ ناظرین کرام مروان کے علمی مقام کا اندازہ کر سکیں۔ فرماتے ہیں کہ — مروان صحابہ کرام اور تابعین اور فقہائے مسلمین کے نزدیک عادل اور

فقہ آدمی ہے۔

بہر حال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے پہل بن سعد انصاری نے مروان سے روایت نقل کی ہے۔ مروان تابعی ہے اور وہ اپنے ہم عصروں سے ایک قول کے اعتبار سے صحابی ہونے کے شرف میں فضیلت حاصل کر چکا ہے۔

فقہائے زمانہ کے ہاں اس کی عظمت اور اعتبار خلافتِ مسلم ہے۔ وہ اس کے فتوے کی طرف التفات کرتے ہیں اور اس کی روایت کو تسلیم کرتے ہیں۔ بے وزن مؤرخین اور بے وقعت ادیب اپنے اپنے مقام کے مطابق مروان پر ناقدرانہ کلام کرتے ہیں۔

۱ — مروان رجل عدل من كبار الامة عند الصحابة والتابعين وفسراء المسلمين۔

۲ — اما الصحابة فان سبيل بن سعد الساعدي روي عنه۔

۳ — واما التابعون فاصحابه في السن وان جازحربا سم الصحبة في احد التولين۔

۴ — واما فقهاء الامصار فكلهم على تعليمه واعتبار خلافته و التذلت الي فتواه والانتباد الي روايته۔

۵ — واما السنهاء من المؤرخين والادباء يتولون على اقدارهم۔
العواصم من القواصم لقااضي ابى بكر بن العربى
ص ۸۹-۹۰۔ بحث مطاعن عثمانى ۱۳۱

— خلاصہ یہ ہے کہ مروان کی علمی ثقافت و قابلیت اُمت کے اکابرین کے نزدیک مستند ہے اور اکابر محدثین و فقہاء نے مروان سے دینی مسائل نقل کیے ہیں اور ان پر صحیح اعتماد کیا ہے۔ اور ہم نے اس چیز کو بطور نمونہ ازخروارے پیش کر دیا ہے۔ اب اگر بعض مؤرخین مروان کے حق میں تاریخی رطب و یابس مواد کی بنا پر نقد و تنقید کریں تو وہ قابل توجہ نہ ہوگی۔ اور ظاہرات ہے کہ اکابر محدثین و فقہاء کی تصدیقات کے مقابلہ میں تاریخی ملفوظات کا کوئی وزن نہیں ہوتا۔

دینی مسائل میں صحابہ کرام سے مشورہ

یہ چیز بھی ذکر کی ہے کہ مروان اپنی ولایت و نیابت کے دوران مدینہ طیبہ میں جب کسی دینی مسئلہ میں مشورہ کی ضرورت پیش آتی تو اس وقت موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کر کے مشورہ لیتا تھا۔ پھر جو چیز مشورہ سے طے ہو جاتی اس پر عملدرآمد کرتا تھا۔ مثلاً مدینہ شریف میں اس دور میں غلہ ناپ کرنے کا صاع ایک پیانہ تھا اور معاشرہ میں پورے بڑے کئی قسم کے صاع مروج تھے۔ ان کے متعلق مشورہ سے ایک دریا نہ صاع مقرر کر کے مروان نے مروج کیا۔ لوگ اسے مروان کا صاع کہنے لگے تھے۔

— اہل علم اس مسئلہ کو عبارت ذیل میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

ابن سعد فرماتے ہیں:

” وكان مروان في ولايته على المدينة يجمع اصحاب

رسول الله صلى الله عليه وسلم يستشيرهم ويحمل بما
يجمعون له عليه... الخ

طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۳۰ - آخر
تذکرہ مروان بن الحکم طبع لیدن

اور ابن کثیر لکھتے ہیں کہ :-

«قالوا ولما كان نائبا بالمدينة كان اذا وقعت معضلة
جمع من عنده من السعاية فاستشارهم فيها قالوا وهو
الذي جمع السيعان فاخذ باعد لها فذهب اليد الساع
فتبيل صاع مروان»

(البدایہ، ص ۲۵۸ - ج ۸ - تحت مروان)

علمائے انساب نے مروان بن الحکم کے متعلق اختیار
مروان کا محتاط رویہ کا ایک عجیب واقعہ لکھا ہے :-

«عنبسہ بن سعید کہتا ہے کہ میں نے ایک دفعہ مروان بن الحکم کو اس
زمانہ میں دعوت دی جبکہ وہ حاکم وقت تھا میں نے اپنے مکان کو خوب
آراستہ پیراستہ کیا بہترین قسم کے پردے لگائے، عمدہ قسم کے فرش
بچھائے، ملبوسات فاخرہ کا اظہار کیا اور پرتکلف کھانے تیار کیے
اس دعوت میں مروان اور اس کے دونوں بیٹے عبد الملک اور
عبد العزیز شریک ہوئے جب کھانا پیش کیا گیا تو مروان نے کھانے
میں ہاتھ ڈالا اور اپنے منہ کی طرف لقمہ لے جانے سے قبل دریافت
کیا - اے عنبسہ! تجھ پر کوئی قرض ہے؟ میں نے جواب دیا، ہاں میں
مقرض ہوں - مروان نے کہا کتنا قرض ہے؟ میں نے جواب دیا :-

ستر ہزار درہم - مروان نے بیسن کر کھانے سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور اپنے
دونوں بیٹوں کو حکم دیا کہ کھانے سے ہاتھ اٹھا لو - اے عنبسہ! تیرے گھر
سے کھانا تناول کرنا ہمارے لیے ناجائز ہے - تو ان سب چیزوں اور فضولیات
کو اپنے قرض میں لگا دیتا تو بہتر ہوتا پھر مروان کھڑا ہو گیا اور طعام سے
اجتناب کیا اور کچھ نہ تناول کیا... الخ

«... فقال يا عنبسة! اهل عليك من دين؟ قلت نعم

ان علي لدينا قال وكفر؟ قلت سبعون الف درهم - فقبض يده
ورفعها من طعامي وقال لا بينه ارفعا يدك كما حرم علينا طعامك
ما كنت تقدر ان تجعل بعض هذه الفضول التي ارى في دينك؟
فهو كان اولي به ثم قام ولهم يأكل من طعامي شيئا»

رکتاب نسب قریش، صفحہ ۱۸۰ - ۱۸۱ - لصعب ابن
عبد اللہ الزبیری تحت اولاد سعید بن العاص

جنگی معاونت اور انتظامی صلاحیت
قبل ازیں بحث اول میں ہم اس
واقعہ کو ذکر کر چکے ہیں کہ بلا ذریعہ
نے فتوح البلدان میں ذکر کیا ہے کہ جس وقت غزوہ افریقیہ پیش آیا تو حضرت عثمان
غنی نے عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح کی امداد کے لیے ۲۷ ہزار ۲۷۰ ہجری میں ایک لشکر
عظیم مدینہ شریف سے روانہ کیا - اس لشکر میں بہت سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم
اجمعین و دیگر اکابرین شریک ہوئے - ان میں مروان بن الحکم، حارث بن الحکم، معبد
بن عباس بن عبد المطلب وغیرہ حضرات شامل تھے -

«..... و امداد عثمان بجيش عظيم فيه معبد بن العاص

بن عبد المطلب ومروان بن الحکم والحارث بن الحکم اخوة و

عبدالله بن الزبير . . الخ

دفتوح البلدان بلاذری، ص ۲۳۴ تحت عنوان

فتح افریقیہ

— اور مروان بن الحکم انتظامی صلاحیت کے حامل تھے۔ اسی بنا پر حضرت عثمان کی جانب سے ان کو بحرین کے علاقہ کا والی اور حاکم بنایا گیا۔ خلیفہ بن خیاط نے اس مسئلہ کو مندرجہ ذیل الفاظ میں ذکر کیا ہے اور قبل ازیں بحث اول میں ہم اس کو نقل کر چکے ہیں۔

”... البحرین . . . ومن ولاته علیہا مروان بن الحکم“

(تاریخ خلیفہ ابن خیاط، جز اول، ص ۱۵۹ تحت

عنوان تسمیۃ عمال عثمان، البحرین)

صحابہ نے مروان کی نیابت کی! حدیث اور تاریخ کی کتب میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ مروان اپنی ولایت کے دوران بعض اوقات حضرت ابوہریرہ کو مدینہ پر اپنا نائب مقرر کیا کرتا تھا۔ حضرت ابوہریرہ جب فرضی نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے تھے۔

”... ان اباہریرۃ کان حین یتخلفہ مروان علی المدینۃ

اذا قام للصلوة المكتوبة کبر“

— مسلم شریف، ج ۱، ص ۱۶۹، باب اثبات الکبیر،

فی کل رفع وخفض فی الصلوۃ، طبع نور محمدی دہلی۔

حافظ ابن کثیر نے البدایہ میں یہی واقعہ بعبارت ذیل درج کیا ہے۔

”والمعروف ان مروان هو الذی کان یتستنبی اباہریرۃ

فی امرۃ المدینۃ ولكن کان یكون عن اذن معاویۃ فی ذالک

والله اعلم۔

۲ — البدایہ، ج ۸، ص ۱۱۳ تحت تذکرہ ابی ہریرۃ رضی اللہ

۳ — المنتخب ذیل المذیل لابن جریر الطبری، ص ۸۱۔

تحت ذکر من قال ذالک طبع شدہ در آخر

تاریخ الطبری۔

ابو نصر سالم کہتے ہیں کہ ایک دفعہ مروان ایک جنازے پر حاضر ہوا جب جنازہ ہو چکا تو

مروان واپس ہو گیا حضرت ابوہریرہ موجود تھے۔ فرمانے لگے کہ ثواب کا ایک قیراط حاصل کیا اور ایک قیراط سے محروم رہا۔ قیراط اس دور کے ایک وزن کا نام تھا یعنی شمول جنازہ کے ثواب کو تو حاصل کیا لیکن اذن عام تک ٹھہرنے کے ثواب سے محروم رہا۔ اس بات کی اطلاع مروان کو دی گئی تو مروان نیزی سے واپس ہوا اور لوگوں میں آکر بیچھ گیا یہاں تک کہ اذن عام دیا گیا۔

”قال الیث عن یزید بن حبیب عن سالم ابی النصر انہ

قال شهد مروان جنازة فلما صلی علیہا انصرف فقال ابو

هریرۃ اصاب قیراطا و حرم قیراطا فاخبر بذالک مروان

فاقبل یجری حتی بدت رکتناہ فقع حتى اذن له

البدایہ لابن کثیر، ص ۲۵۸۔ ج ۸ تحت ترجمہ

مروان بن الحکم۔

مواقف آثار نبوی کی تلاش! مدینہ طیبہ میں بہت سے مقامات ایسے تھے جن میں حضور علیہ السلام سے کوئی

معجزہ صادر ہوا یا کوئی خاص ظہور برکت کا واقعہ پیش آیا یا کوئی اور اہم چیز اس مقام

حسن اور سیدنا حسینؑ جماعت کے ساتھ ہمیشہ مروان کی اقتدا میں نماز ادا کرتے تھے کسی شخص کی طرف سے جناب محمد باقرؑ پر سوال کیا گیا کہ آپ کے باپ دادا جب گھر کی طرف واپس ہوتے تو نماز لوٹاتے نہیں تھے؟ تو انہوں نے قسم کھا کر فرمایا کہ ہمارے اکابر ائمہ نماز کی نماز سے زیادہ نہیں بڑھاتے تھے۔

عن جعفر عن ابیہ قال کان الحسن بن علی والحسین یصلیان خلف مروان قال فقیل لہ اما کان ابوک یصلی اذا رجع الی البیت قال ینقول لا والله ما کانوا یزیدون علی صلوة الائمة

- (۱) — المصنف لابن ابی شیبہ، ج ۲، ص ۳۷۸ طبع حیدرآباد وکن تحت ذکر فی الصلوۃ تلف الاراد۔
- (۲) — البدایہ لابن کثیر، جلد ششم، ص ۲۵۸ — تذکرہ مروان بن الحکم۔

امام بخاریؒ نے تاریخ صغیر میں ذکر کیا ہے کہ حضرات حسینؑ ہمیشہ مروان کے خلف میں نماز ادا کرتے تھے۔

”..... حدثنی شرحبیل ابوسعید قال رأیت الحسن والحسین یصلیان خلف مروان“

- (۱) — تاریخ صغیر امام بخاری، ص ۵، طبع انوار محمدی الہ آباد (ہند)

الطبقات لابن سعد میں امام محمد باقرؑ کا قول منقول ہے کہ ہم خلفائے وقت کی اقتدا میں بغیر تقیہ کے نماز ادا کیا کرتے ہیں۔ اور میں شہادت دیتا ہوں کہ میرے والد زین العابدینؑ بھی خلفاء وقت کی اقتدا میں ہمیشہ بغیر تقیہ کے نماز ادا کرتے تھے۔

..... انالسنلی خلفہم من غیر تقیۃ واشہد علی بن علی بن حسین انہ

کان یصلی خلفہم فی غیر تقیۃ

(طبقات لابن سعد، ج ۵، ص ۱۵۸ تحت

تذکرہ علی بن الحسین)

شعبہ علمائے نے بھی امام جعفر صادق اور امام محمد باقرؑ کی روایت ذکر کی ہے کہ حضرت حسن اور حضرت حسینؑ مروان بن الحکم کے پیچھے ہمیشہ نماز ادا کیا کرتے تھے۔ لوگوں نے ان کو کہا کہ آپ کے باپ دادا جس وقت گھر واپس ہوتے تو کیا وہ نماز کو لوٹتے نہیں تھے؟ تو محمد باقرؑ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم سابقہ نماز پر زیادتی نہیں کرتے تھے۔

عن موسیٰ بن جعفر عن ابیہ قال کان الحسن والحسین یصلیان خلف مروان بن الحکم فقالوا لاحد ہما ما کان ابوک یصلی اذا رجع الی البیت فقال لا والله ما کانوا یزیدون علی صلوة

کتاب بحار الانوار ملاحظہ فرمائیے، ج ۱۰، ص ۱۳۹-۱۴۱ باب احوال اہل زمانہ وما جرى بینہم و بین معاویہ بطبع قدیم ایران۔ دونوں فریق حوالہ بات رجوا کا بر بنی ہاشم سے منقول ہیں، کی روشنی میں مسئلہ واضح ہو گیا کہ مروان کی ولایت و خلافت درست تھی۔ نماز کی امامت ان کی صحیح تھی۔ ہاشمی اکابر ہمیشہ ان کی اقتدا میں نیچگانہ نمازیں ادا کرتے تھے اور بغیر تقیہ کے پڑھتے تھے اور گھر تشریف لا کر نماز کا اعادہ نہیں کرتے تھے۔ دینی معاملات میں نسلی امتیازات و فائدانی تعصبات پیش نظر نہیں رکھتے تھے۔ ان واقعات کے ذریعہ مروان کی صلاحیت کی تصدیق ہوتی ہے اور خلافت پر وپگنڈے کی تردید ہوتی ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ نے **اموی خلفاء حضرت علی بن ابی طالبؑ کی نظر میں** جلد ثانی، تحت ذکر فی الصلوۃ خلف الامراء میں اپنی سند کے ساتھ امام زین العابدینؑ کا ایک بیان درج کیا ہے

وہ ان مسائل کے حل کرنے میں نہایت اہمیت رکھتا ہے۔ فارین کرام اسے بغور ملاحظہ فرمادیں اور یہ بات ملحوظ رہے، یہ مروان بن الحکم کا دور ہے ان ایام میں حضرت زین العابدینؑ نے یہ ارشادات فرماتے تھے۔

— ایک شخص ابراہیم بن حفصہ نے امام زین العابدینؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کے عقیدت مندوں میں جو ابو حمزہ الثمالی ہے وہ کہتا ہے کہ ان اُمراء و خلفاء کے پیچھے ہم نماز نہیں ادا کریں گے اور ان کے ساتھ نکاح اور رشتہ داری کا تعلق بھی قائم نہیں کریں گے جب تک یہ لوگ ہمارے نظریات کے موافق نظریات و خیالات نہ رکھیں یہ سن کر علی بن الحسین (زین العابدینؑ) نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اس طرح نہیں بلکہ ہم ان کے پیچھے نمازیں ادا کریں گے اور سنت کے مطابق ان سے نکاح کریں گے۔

”... عن ابراهيم بن حفصة قال قلت لعلی بن الحسین ان ابا حمزة الثمالی وكان فیہ غلو یقول لا نصلی خلف الائمة ولا نناکم الا من یردئ مثل رأینا۔ فقال علی بن الحسین بل نصلی خلفکم و نناکم بالسنة“

المصنف لابن ابی شیبہ، جلد ثانی، ص ۳۷۸-۳۷۹، تحت ذکر الصلوة، خلف الامراء بطبع حیدرآباد دکن،

تینا جعفر صادقؑ سے مروی ہے
حضرت علی بن الحسینؑ (یعنی زین العابدینؑ) کہ ایک دفعہ مروان بن الحکم مروان کی نظروں میں! — نے حضرت زین العابدینؑ سے فرمایا

بن الحسین کو ضرورت رشتہ کے لیے ایک لاکھ درہم کی کثیر رقم بطور قرض حسنہ کے دی تاکہ اس سے اتمہ یعنی باندی خرید کر لیں۔ اس سے اولاد ہو سکے گی، چنانچہ حضرت زین العابدینؑ نے اسی طرح کیا۔ اس اتمہ یعنی باندی سے تینا زین العابدینؑ کی

بہت اولاد ہوئی۔

— اس کے بعد جب مروان بیمار ہوا تو اس نے اپنے لڑکے عبد الملک کو وصیت کر دی کہ (علی بن الحسین) یعنی زین العابدینؑ کو جو کچھ ہم نے قرض دیا ہوا تھا ان سے واپس نہ لینا۔ مروان کی وفات کے بعد عبد الملک وغیرہ کو حضرت زین العابدینؑ نے قرض کی رقم واپس کرنے کی کوشش کی لیکن انہوں نے نہ لی۔ آخر کار وہ رقم زین العابدینؑ کے پاس رہی۔

یہ واقعہ اپنی تفصیلات کے ساتھ ”البدایہ“ میں دو مقامات پر درج ہے۔ اس میں مروان کی جانب سے حضرت تینا حسینؑ کی اولاد کے ساتھ حسن سلوک اور موت کا بہترین نمونہ موجود ہے۔

(۱) فلما حضرته الوفاة اوصی الی ابنہ عبد الملک ان

لا یسترجع من علی بن الحسین شیئاً... الخ“

(البدایہ، ج ۸، ص ۲۵۸ - ترجمہ مروان بن الحکم)

(۲) ثم لما مرض مروان اوصی ان لا یخذ من علی بن

الحسین شیئاً مما کان اقرضه فجمیع الحسینیین من نسله“

(البدایہ، ج ۹، ص ۱۰۴-۱۰۵۔ تحت ترجمہ

علی بن الحسینؑ)

حضرت زین العابدینؑ مروان بن الحکم اور اس کی اولاد عبد الملک وغیرہ کے حضرت علیؑ کی اولاد کے ساتھ بہتر تعلقات تاریخ میں دستیاب

ہوتے ہیں۔

اس دور کے اہل علم مثلاً علامہ زہری وغیرہ بھی اس بات کی صراحت کرتے

ہیں کہ بنی ہاشم میں حضرت زین العابدین مروان اور اس کے لڑکے عبدالملک کی طرف زیادہ پسندیدہ تھے اور ان کے پوری طرح فرمانبردار اور معاون تھے۔

عن شعیب بن ابی حمزۃ قال کان الزھوی اذا ذکر علی بن حسین قال کان اقصد اهل بیتہ واحسنہم طاعۃً واحبہم الی مروان بن الحکم وعبدالملک بن مروان“

(۱)۔ طبقات لابن سعد، ج ۵، ص ۱۵۶۔ تحت

تذکرہ علی بن حسین۔ (۲) التاریخ الصغیر للبخاری ص ۲۰۰۔ طبع ہند

چنانچہ اس سلسلہ میں ابن سعد نے مختار کے دور کا ایک واقعہ لکھا ہے کہ

”مختار نے اپنے دور حکومت میں ایک بار امام زین العابدین کی طرف ایک لاکھ درہم کی خطیر رقم ارسال کی۔ حضرت زین العابدین اس کے قبول کرنے میں متردد ہوئے اور ظاہری حالات کے ماتحت اس رقم کو رد بھی نہ کر سکے اس لیے رقم ہذا کو اپنی نگرانی میں محفوظ کر لیا جب مختار قتل ہو گیا اور عبدالملک بن مروان والی بن گیا تو زین العابدین نے عبدالملک بن مروان کی طرف خط لکھا کہ مختار نے میری طرف ایک لاکھ درہم ارسال کیے تھے میں اس رقم کو لینا پسند نہیں کرتا تھا اور اس وقت نہ ہی اسے واپس کر سکا۔ اب وہ رقم میرے پاس موجود ہے۔ کوئی آدمی بھیج کر واپس منگوا لیجیے۔“

اس کے جواب میں عبدالملک نے تحریر کیا کہ اے میرے چچا کے بیٹے! میں نے آپ کو وہ رقم ہدیہ دے دی ہے آپ اسے قبول کر لیں تب حضرت زین العابدین نے وہ رقم قبول فرمائی“

عن سعید بن خالد عن المعبری قال بعث المختار والی علی بن

الحسین بمائة الف نكرة ان یقبلها وخاف ان یردھا فاخذھا فاحتبسھا عندہ فلما قتل المختار کتب علی بن الحسین الی عبدالملک بن مروان ان المختار بعث الی بمائة الف درھم فکرتھ ان اردھا وکرتھ ان اخذھا فھی عندی فابعث من یقبضھا فکتب الیہ عبدالملک یا ابن عم خذھا فقد طیبثھا لک فقبلھا“

(۱)۔ طبقات لابن سعد، ج ۵، ص ۱۵۸۔ القسم الاول

تذکرہ علی بن الحسین۔ طبع لیدن۔

(۲)۔ المنتخب من ذیل المذیل للطبری مطبوعہ در آخر

تاریخ طبری، ص ۸۶۔ تحت عنوان ومن صلک

فی سنتہ ۸۳ھ۔ طبع مصری۔

ازالہ شبہات

مروان کے متعلقات میں چند عنوانات جو ہم نے ناظرین کی خدمت میں پیش کیے ہیں دفع مطاعن کے لیے ان کی ایک مستقل جوابی حیثیت ہے اور ان کے ذریعے مروان کا مقام و مرتبہ اور انلاق و کردار واضح ہو گیا ہے۔ تاہم بعض شبہات کے ازالہ کی خاطر چند چیزیں قارئین کرام کے لیے ذکر کی باقی ہیں تاکہ مسئلہ ہذا کی اصل صورت واضح ہو جائے اور مروان کے حق میں سوہنظی کا ازالہ ہو سکے۔

شبہ اول

(جللا وطنی کا مسئلہ)

مقرضین کہتے ہیں کہ مروان کے والد الحکم بن ابی العاص کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض خطاؤں کی بنا پر مدینہ شریف سے جلا وطن کر دیا اور بن کا بیٹا مروان بھی ان کے ساتھ تھا۔ پھر یہ باپ بیٹا شیخین کے زمانے میں بھی جلا وطن رہے جب ان کے چچا زاد بھائی حضرت عثمان غلیفہ ہوئے تو انہوں نے مروان کو اپنا کاتب اور صاحبِ تدبیر (یعنی مشیر خاص) بنا لیا۔

(منہاج الکلام لابن مطہر الحلی الشیبی، ص ۶۷، تحت

مطاعن عثمانی)

یطعن حضرت عثمان اور الحکم بن ابی العاص اور ان کے بیٹے مروان پر شکر طور پر تجویز کیا جاتا ہے۔

اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ حضرت عثمان نے فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی خلاف ورزی کر دی۔ الحکم بن ابی العاص غلط کردار کے انسان تھے جس کی وجہ سے ان کو اپنے شہر سے نکال دیا اور مروان بھی اپنے والد کے ساتھ جلا وطنی میں ساتھ رہنے کی وجہ سے "مطرد" و "معتوب" و "مغضوب" ہے۔

ازالہ

اول۔ گذارش ہے کہ طرد اور نفی (یعنی جلا وطنی) کا یہ واقعہ احادیث صحیحہ میں مفقود ہے اور جن روایات میں اس قصہ کو راویوں نے نقل کیا ہے وہ باغیباہر سند درجہ صحت کو نہیں پہنچتیں۔ ان روایہ میں واقعی جیسے غیر معتبر اور ہٹام کلبی جیسے سخت مجروح قسم کے لوگ موجود ہیں اور کئی مصنفین نے طرد کے قصہ کو نقل کر دیا ہے لیکن سند ذکر نہیں کی جس سے واقعہ کی صحت اور تقم کو معلوم کیا جا سکے۔

علامہ ابن تیمیہ اور حافظ ذہبی جیسے مشہور علمائے اس جلا وطنی کے قصہ پر خوب تنقید کر دی ہے اور عدم صحت کا حکم لگا دیا ہے۔

«وقصة نفی الحکم لیسبت فی الصحاح ولا لہا اسناد یعرف»

بد امرھا»

(۱)۔ منہاج السنہ لابن تیمیہ، جلد ثالث، ص ۱۹۶ بحث

طرد الحکم بن ابی العاص۔

(۲)۔ المتفق للذہبی، ص ۳۶۵۔ الفصل الثالث تحت

بحث نفی الحکم بن ابی العاص۔

الحکم کی جلاوطنی کی عدم صحت کی تائید طبقات ابن سعد کی ایک روایت سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ ابن سعد نے الحکم بن ابی العاص کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ الحکم بن ابی العاص فتح مکہ کے روز اسلام لائے اور خلافت عثمانی تک وہیں رہے پھر وہ حضرت عثمان کی اجازت سے مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے اور خلافت عثمانی میں مدینہ طیبہ میں وفات پائی۔

”اسلم یوم فتح مکة ولم یزل بها حتی کانت خلافة عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فاذن له فدخل المدينة ذمات بها فی خلافة عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ“

طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۳۳۱۔ تحت الحکم بن ابی العاص طبع اول۔ لیدن)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ الحکم بن ابی العاص اسلام لانے کے بعد مدینہ میں مقیم رہے اور انہوں نے حضرت عثمان کے دور میں انتقال مکانی کر کے مدینہ میں سکونت اختیار کی (اس دوران جلاوطنی کا واقعہ نہیں پیش آیا)۔ اللہ اعلم بالصواب۔
یعنی علی السبیل التشریح اگر یہ صورت تسلیم کر لی جائے کہ جلاوطنی کا واقعہ پیش آیا تھا اور الحکم کو فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے جلا وطن کیا گیا۔ اور حضرت عثمان نے اسے واپس بلایا تو اس کے متعلق ابن جریر طبری وغیرہ علماء نے یہ تصریح کر دی ہے کہ حضور علیہ السلام کی اجازت سے ہی یہ واپسی ہوئی تھی۔ چنانچہ حضرت عثمان کو محاصرہ کرنے والے معتز ضبین کے جواب میں ان کو خطاب کرتے ہوئے عند المحاصرہ یہ فرمایا کہ الحکم کئی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مکہ سے طائف کی طرف چلنا کر دیا تھا۔ اور پھر حضور علیہ السلام نے ان کو واپس کیا۔ کیا یہ بات اسی طرح ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ ہاں

کی طرح ہے۔

مضمون ہذا طبری نے اپنی تاریخ میں متعدد مقامات میں درج کیا ہے۔
(۱) . . . قالوا انی رددت الحکم وقد سیرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والحکم مکی سیرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم . . . من مکة الی الطائف ثم ردہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ردہ اذ الذک؟ قالوا اللہم نعم!

(۱) - تاریخ طبری، ص ۱۰۲-۱۰۳-۱۰۴ ج ۵ تحت حالات

آمد وفود مصری و عراقی بر مدینہ تحت ۳۵

(۲) - البدایہ لابن کثیر، ج ۷، ص ۱۷۱-۱۷۲ در ابتداء ۳۵

دوسرے مقام میں طبری لکھتے ہیں کہ بعض اہل مدینہ کو مخاطب کر کے محاصرہ کے دوران حضرت عثمان نے فرمایا کہ :-

(۲) . . . فقال ات الحکم کان مکياً فسیرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منها الی الطائف ثم ردہ الی بلدہ فرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ردہ بعقوبہ“

(۱) - تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۳۵ تحت ذکر

بعض سیر عثمان

(۲) - کتاب التہذیب والبیان فی مقتل الشہید عثمان، ص ۸۳-۸۴ طبع بیروت۔

مندرجہ بالا حوالہ جات کا مطلب یہ ہوا کہ حضور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے تحت جلا وطنی ہوتی اور ان کے فرمان کی وجہ سے الحکم کو معافی مل گئی اور فرمان نبوت ہی واپسی ہوئی۔

یہ بات ہے کہ حکم کے حق میں جلا وطنی کی یہ سزا دائماً نہیں تھی۔ وہ ایک مدت سووم کے ساتھ متعین و مقید تھی اس لیے کہ شریعت میں اس قسم کے گناہ پر مدت العمر جلا وطنی کی سزا اس سے ساقط ہو جاتی ہے اور بعد از تو بہ وہ شخص دائمی سزا کا مستحق نہیں رہتا۔

چنانچہ اس مسئلہ کو مشہور علماء (مثلاً ابن خرم اور ابن تیمیہ وغیرہ) نے اپنی اپنی تصانیف میں مذکورہ بحث کے تحت درج کیا ہے۔ اہل علم کی تسلی کے لیے بعینہ عبارت درج ہیں۔ ابن خرم لکھتے ہیں کہ:

(۱) ونفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للحکم لم یکن حدّاً واجباً ولا شریعة علی التابید وانما کان عقوبة علی ذنب استغنی بہ النفی والتوبة مبسوطة فاذا تاب سقطت عنه تلك العقوبة بلا خلاف من احد من اهل الاسلام و صارت الارض کلها مباحة

و کتاب الفصل فی الملل والایماء والنحل، ج ۳، ص ۱۵۲، لابن خرم ابی محمد علی بن خرم المتوفی ۳۵۶ھ معنی کتاب الملل والنحل للشیخ تانی طبع اول بحث الكلام فی حرب علی وبن حبانہ من الصحابة رضی اللہ عنہم

اور ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ:-

(۲) و اذا کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد عذر

رجلاً بالنفی لہ یلزم ان یتقی منقیاً لہول الزمان فان ہذا لا یعرف فی شیء من الذنوب ولہ تات الشریعة بذنوب یتقی صاحبہ منقیاً دائماً بل غایۃ النفی المقدر سنۃ وهو فی نفی الزانی والمختص حتی یتوب من التخیث فان کان تعزیر الحاکم لذنوب حتی یتوب منہ فاذا تاب سقطت العقوبة عنہ

(منہاج السنۃ لابن تیمیہ، ج ۳، ص ۱۹۶، بحث طرد حکم بن ابی العاص وجواب آل)

یہ چیز ہے کہ طرد کے واقعہ کے وقت مروان صغیر اور نابالغ تھا۔ اس میں چارم مروان کے مجرم ہونے کا کچھ مطلب ہی نہیں۔ باپ کا جرم صغیر بیٹے کے

پڑے میں ڈال کر اسے مجرم قرار دینا کسی صورت میں درست نہیں۔

..... فلم یکن لمروان ذنب یطرد علیہ علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) — منہاج السنۃ، ج ۳، ص ۱۹۶۔

(۲) — المنتقی، ص ۳۹۵۔ الفصل الثالث الختقی

فی نفی الحکم والطلاق۔

بعض لوگوں نے باپ بیٹے کے اس واقعہ کو بڑا چمکایا ہے اور کئی مفروضے قائم کر کے اس معتوب باپ کے معضوب بیٹے یعنی مروان کی خوب پوزیشن خراب کی ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانان سلف کے حق میں بدگمانی اور سوؤظنی رکھنے سے محفوظ فرمائے۔ فرمان خداوندی ہے:-

”اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثمٌ وَلَا تَحْسَبُوْا“

حالانکہ اسلام میں قانون شرعی ہے جب مومن کسی معصیت سے توبہ کرے تو وہ گناہ معاف ہو جاتا ہے اور اس شخص کی عدالت ساقط نہیں ہوتی۔ علماء نے فرمایا ہے کہ

”... وليست الذنوب مستقلة للعدالة اذا وقعت منها التوبة“

(العواصم من القواصم، ص ۹۴۔ لالقاضی ابی بکر

ابن العربی)

ان چیزوں کے پیش نظر تو باپ بیٹا دونوں قابلِ مواخذہ نہیں۔ ان کا ایمان و اسلام صحیح ہے اور دیانت درست ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ :-

(۱)۔ جلاوطنی کا واقعہ محدثین کے نزدیک کوئی مسلمات میں سے نہیں ہے۔ اس میں مختلف قسم کی مرویات ہیں جو درجہ صحت کو نہیں پہنچیں۔

(۲)۔ اگر بالفرض یہ واقعہ درست ہے تو فرمانِ نبوی کے موافق وقوع پذیر ہوا۔ اس میں فرمانِ نبوی کے خلاف حضرت عثمان کا کردار اور عمل نہیں تھا۔ بلکہ فرمانِ نبوی کے تحت تھا۔ اور حضرت عثمان کا مقام بھی یہی ہے علماء فرماتے ہیں کہ :

”... وما كان عثمان ليصل مجور رسول الله صلى الله عليه وسلم ولو كان اباك لا يتقض حكمك“

”یعنی عثمان ایسے نہیں تھے کہ حضور علیہ السلام کے مجور کے ساتھ تعلق جوڑ دیں اور آنجناب کے حکم کو توڑ دیں اگرچہ ان کا باپ ہو۔“

(العواصم من القواصم، ص ۷۷۔ تحت جوابات رطاعن عثمانی)

(۳)۔ نیز الحکم کی غلطی دائمی نہ تھی وقتی تھی اور قابلِ معافی تھی جس پر عفو ہوا اور معاملہ درگزر کر دیا گیا۔

(۴)۔ صغریٰ کے باوجود مروان کو اس مسئلہ میں قصور وار گردانا اور اسے قابلِ نفرت و مذمت قرار دینا نہایت ناانسانی ہے جو کسی طرح روا نہیں ہے۔

شہدہ دوم

مروان کے متعلق مروان کے مخالفین یہ چیزیں بڑی آب و تاب سے ذکر کرتے ہیں کہ حضرت عثمان نے اپنی خلافت کے امور کا اسے والی بنا دیا، اور خلافت کی باگ ڈور اس کے ہاتھ میں دے رکھی تھی اس کی وجہ سے امت میں کئی فتنے کھڑے ہو گئے اور مروان کی خرابیوں کی وجہ سے حضرت عثمان پر محاصرہ ہوا اور وہ شہید کر دیئے گئے وغیرہ۔

”... وولى مروان امره والى اليه مقاليد امره“

”ودفع اليه خاتمة فحدث من ذلك قتل عثمان وحدث

من الفتنه بين الامه ما حدث“

(منہاج الکرامۃ لابن مطہر الحلی الامامی الشافعی، ص ۶۷)

آخر منہاج السنۃ، جلد چہارم، طبع لاہور)

انزالہ

قبل ازیں بحث اول میں ہم درج کر چکے ہیں کہ :-

حضرت عثمان نے مروان بن الحکم کو اپنا

الکاتب (یعنی منشی) مقرر کیا ہوا تھا۔ تمام سلطنت پر قابض یا اپنا نائب نہیں بنایا

ہوا تھا۔ اس عہدہ پر مروان ہمیشہ سے نہیں تھا بلکہ بعض اوقات وہ بحرین پر حاکم و والی رہا ہے اور بعض دفعہ مروان نے جنگی مہموں میں بھی شرکت کی۔ مثلاً افریقیہ کی جنگ میں دیگر اکابر کے ساتھ مروان بھی شامل تھا۔ اس پر حوالہ جات بحث اول میں دیئے جا چکے ہیں۔

اس سے واضح ہو گیا کہ کاتب کے عہدے پر مروان ہمیشہ نہیں رہا اور نہ ہی ان کے زعم کے موافق ”مغضوب مروان“ اپنے معتوب باپ، ”الحکم کی وجہ سے حکومت کے کاموں پر کبھی اثر انداز ہوا۔

اور مروان کا کاتب ہونا صحابہ پر ناگوار نہیں تھا۔ اکابر صحابہ کرام پر ناگوار ہونے کا مسئلہ خواہ مخواہ فرض کر لیا گیا ہے کیونکہ اکابر صحابہ کے نزدیک اگر مروان کا کاتب عثمان ہونا غلط تھا تو جب حضرت عثمان نے حکام کی متعلقہ شکایات کے ازالہ اور تبدیلی کے لیے اعلان عام کیا تھا کہ جس کو اس قسم کی شکایت ہو اس کو دُور کیا جائے گا۔ اس وقت کسی صاحب نے خواہ صحابی ہو یا غیر صحابہ سے مروان کے تبدیل منصب کا مسئلہ سامنے نہیں رکھا اور نہ اس کی متعلقہ شکایات پیش کیں۔ (بحث اول میں حوالہ گزر چکا ہے)۔ بعد کے لوگوں نے آہستہ آہستہ ان اعتراضات کو چُن چُن کر اٹھایا اور پھیلا یا ہے، حالانکہ عہد عثمانی میں صحابہ کرام اس پر معترض نہیں تھے۔

نیز یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ حضرت عثمان کے آخری تین سالوں میں بھی مروان کاتب رہا ہے اور اس دور میں مروان کا والد الحکم کئی سال قبل یعنی ۳۲ھ میں فوت ہو چکا تھا۔ اس کی وفات کے بعد اس کے بیٹے کو مغضوب تصور کرنا اور صحابہ کرام پر اس کا ناگوار گزرنے کا یہ ایک بالکل فرضی داستان ہے جس کو بیکار تاریخی روایات کے ذخیرہ سے بزور اتنباط کیا گیا ہے کسی صحیح

روایت کی رو سے) اعتراض قائم نہیں کیا گیا۔ اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ حضرت عثمان نے کسی قدیم صحابی کو مغضوب کر کے اس کے عہدے پر مروان کو فائز نہیں کیا بلکہ ابتدا ہی سے یہ عہدہ اسے دیا گیا۔ ملاحظہ ہو۔

تاریخ خلیفہ بن خیاط، جز اول، ص ۱۵۶-۱۵۷ تحت

تسمیۃ عمال عثمان مطبوعہ نجف اشرف عراق)

حضرت عثمان کی خلافت ایک وسیع و عریض سلطنت تھی جس کے تحت

بے شمار علاقے اور صوبہ جات تھے ان کا تمام نظم و نسق حضرت عثمان کے ہاتھ میں تھا اور ان میں حکام کا عزل و نصب بھی حضرت عثمان کے تحت تھا اور اس میں مروان کے کنٹرول کو کوئی دخل نہ تھا وہ ایک نشئی اور محرر کے درجہ میں کام کرتا تھا۔ ان دور دراز ممالک پر عمال و حکام کے ذریعہ خود حضرت عثمان کا اعلیٰ حاکم ہونا قرین قیاس بھی ہے۔

قبل ازیں بحث اول میں سلطنت عثمانی کے مقبوضات کی وسعت کا ایک خاکہ درج کیا گیا ہے۔ یہاں پھر بطور یاد دہانی کے عثمانی سلطنت کا اجمالی نقشہ تحریر ہے جو ابن قتیبہ دینوری نے ”المعارف“ میں اور امام نووی نے تہذیب الاسماء میں لکھا ہے اور یہ عہد صدیقی و فاروقی سے مزید فتوحات و مقبوضات شمار کیے جاتے ہیں۔ مثلاً الری، الاسکندریہ، ساہورہ، افریقیہ (بمع اپنے صوبہ جات کے)، قبرس کے قلعے، سواحل بحر الروم، اصطخر الآخروہ، فارس الاولیٰ، جور، فارس الآخروہ، طبرستان، دازخرد، کرمان، بختان، الاساورہ (بحری)، ساحل الارون، مرو (بمع اپنے علاقہ جات کے) وغیرہ۔

(المعارف لابن قتیبہ، ص ۸۳-۸۴۔ تحت اخبار عثمان)

(۲) — تہذیب الاسماء للنووی، جلد اول، ص ۳۲۳ —

تحت عثمان بن عفان

ان تمام ممالک اور علاقہ جات پر حضرت عثمانؓ کی بجائے مروان کی حکمرانی و فرمانرانی کا تصور صحیح سمجھنا اور دوسروں کو باور کرانا محض خوش فہمی ہے اور واقعات کے برعکس ہے اور اس دور کی تاریخ پر بڑا ظلم ہے جسے منصف مزاج انسان قبول کرنے کو تیار نہیں۔

مروان کی دیانتدارانہ حیثیت | مروان بن الحکم حضرت عثمانؓ کا چچا زاد برادر تھا اور شخصی طور پر ایک اچھا اور دیندار انسان تھا۔ دین اسلام کی خدمات میں مصروف رہتا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے اس کو اپنی صاحبزادی ام ابان الکبریٰ نکاح کر دی تھی۔ قبل ازیں تذکرہ مروان میں اس کا حوالہ دیا جا چکا ہے یعنی نسب قریش، ص ۱۱۲ تحت اولاد عثمانؓ۔

حضرت عثمانؓ کی دیانت و امانت پر اعتماد کرتے ہوئے ہم یقین کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے کسی بے دین اور خلاف شرع شخص کو اپنی صاحبزادی کا رشتہ نہیں دے دیا تھا بلکہ وہ دیندار آدمی تھا اور اس منصب و اعزاز کی اہلیت رکھتا تھا۔ نیز وہ آیات و احادیث حضرت عثمانؓ کے سامنے نہیں جن میں وارد ہے کہ عاصی و ظالم اور بدکردار انسان کی طرف دستِ تعاون دراز نہ کیا جاتے اور اس کے ساتھ دوستانہ رابطے قائم نہ رکھے جاتیں۔

مختصر یہ ہے کہ مروان کی دینی صلاحیت کی خاطر حضرت عثمانؓ کا اس کے ساتھ ربط و تعلق قائم رکھنا ہی کافی ضمانت ہے جسے تاریخی ملحوظات کی وجہ سے رد نہیں کیا جاسکتا۔

عثمانی شہادت کی ایام اور مروان کا کردار : شہادت عثمانی سے قبل کئی واقعات

ایسے رونما ہوتے جن کی وجہ سے واقعہ شہادت پیش آیا۔ شہادت کے اسباب و علل کے متعلق ان ابحاث کے آخر میں انشاء اللہ حسب ضرورت مختصراً کلام کیا جائے گا۔ اب یہاں اس موقع پر مروان کی متعلقہ چیزیں پیش خدمت ہیں۔

حضرت عثمانؓ کا جب باغی و طاعنی لوگوں نے محاصرہ کر لیا تو صحابہ کرامؓ نے باغیوں اور حضرت عثمانؓ کے درمیان تنازعہ فیہ مسائل کو حل کرنے کی جدوجہد کی اور صحابہ کرام کے ساتھ باغیوں کے شر سے مدافعت کے لیے مروان برابر شریک رہا۔ چنانچہ حضرت امام حسنؓ و حسینؓ، حضرت ابن عمرؓ، ابن زبیرؓ اور مروانؓ تمام حضرات ہتھیار لگا کر حضرت عثمانؓ کی حفاظت کے لیے ان کی حویلی میں داخل ہوئے اور مخالفین سے مقابلہ کرنے کی پوری آمادگی ظاہر کی تو حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ ”میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ تم واپس ہو جاؤ اور ہتھیار رکھ دو اور اپنے گھروں میں بیٹھ جاؤ تو اس وقت ابن عمر اور حسنؓ و حسینؓ تو باہر آگئے لیکن ابن زبیرؓ اور مروانؓ نے کہا کہ ہم نے اپنے آپ پر لازم کر دیا ہے کہ مدافعت کی خاطر اپنی جگہ سے نہیں ہٹیں گے (ابتدائی مراحل میں یہ ان حضرات کی طرف سے ایک پیش کش تھی)۔“

خلیفہ بن خیاط نے اپنی تاریخ میں اس چیز کو بالفاظ ذیل درج کیا ہے:-
 ”عن محمد بن سیرین قال انطلق الحسن والحسين وابن عمرو بن الزبير ومروان كلم شاك في السلاح حتى دخلوا الدار فقال عثمان اعزم عليكم لمارجعتكم فوضعتهم اسلحتكم ولزمتهم بسيوتكم فخرج ابن عمرو والحسين والحسين فقال ابن زبير ومروان ونحن نعزم على انفسنا ان لا نبرح“

(تاریخ خلیفہ بن خیاط، ص ۱۵۱-۱۵۲-ج ۱ طبع اول

طبع نجف اشرف عراق تحت الفتنہ فی زمن عثمانؓ۔)

یہ مُفسد لوگ اپنے قلوب میں ایک غرض فاسد رکھتے تھے جس کو پورا کرنے کے لیے انہوں نے کئی چیلے تجویز کیے ہوتے تھے۔ ان جیل میں سے فساد کھڑا کرنے کا آخری حیلہ یہ تجویز کیا گیا کہ حضرت عثمانؓ سے مطاببات منوانے کے بعد واپس ہو لیے اور کچھ مراحل دُور جانے کے بعد پھر یہ تمام بصری، کوئی، مصری باغی بیکدم مدینہ پر پلٹ پڑے اور پھر دوبارہ حضرت عثمانؓ کا محاصرہ کر لیا اور صحابہ کرامؓ پر اپنے ٹوٹنے کی یہ وجہ ظاہر کی کہ ہم نے حضرت عثمانؓ کی طرف سے ایک خط پکڑا ہے جس کو ناقہ سوار حاکم مصر کی طرف لے جا رہا تھا۔ اس میں تھا کہ جب یہ مصری وفد واپس پہنچے تو اس کے فلاں فلاں آدمی کو منرا دی جائے۔ اس خط پر حضرت عثمانؓ کی مہر لگی ہوتی تھی اور خط بردار حضرت عثمانؓ کے اونٹ پر سوار تھا۔

لہذا حضرت عثمانؓ نے ہمارے ساتھ بد عہدی کر دی ہے اور ہمیں دھوکہ دیا ہے اس وجہ سے ہم عثمانؓ کو ختم کر دیں گے۔

صحابہ کرامؓ نے جب واقعہ کی اصلیت معلوم کرنے کے لیے حضرت عثمانؓ سے گفتگو کی تو حضرت عثمانؓ نے حلف اٹھا کر فرمایا کہ مجھے اس چٹھی کے متعلق کوئی علم نہیں اور نہ ہی میں نے تحریر کی ورنہ وہی ہے (تو جو ابابا) باغیوں نے کہا کہ اس خط پر آپ کی مہر لگی ہوتی ہے اور آپ کے ہی اونٹ پر خط بردار سوار ہے۔ (اس لیے اور کوئی نہیں ہو سکتا)۔ پھر بعض لوگوں نے کہا کہ یہ مروان بن الحکم کا لکھا ہوا ہو گا اس کو ہمارے حوالے کیا جائے تو اس وقت مروان نے بھی حلف اٹھا دیا (کہ میں نے نہیں لکھا) اور حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ اس سے زیادہ اس معاملہ میں اور کچھ نہیں ہو سکتا اور مروان کو ان کے حوالے نہ کیا پھر باغیوں نے حضرت عثمانؓ کی جوہلی کا محاصرہ کر لیا۔ اور موقع پا کر حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا جس کی دہرے

مسلمانوں کے درمیان ایک بڑے فتنے کا دروازہ کھل گیا۔

ابن خلدون اس موقع کی تفصیل دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:-

فأنصرفوا قليلاً ثم رجعوا وقد لبسوا بكتاب مدلس يزعمون
انهم لقتوه في يد حامله الى عامل مصر بان يقتلهم وحلف
عثمان على ذلك فقالوا مكننا من مروان فانه كاتيك فحلف
مروان فقال ليس في الحكم اكثر من هذا فحاصروه بداره
ثم بيتوه على حين غفلة من الناس وقتلوه وانفتح باب
الفتنة

مقدمہ لابن خلدون لعبد الرحمن بن خلدون المغربي

الفصل الثالثون في ولايته العهد من ۲۱۵-۲۱۶

مطبع مصر من ۳۸۱-۳۸۲، مطبع بيروت۔

عثمانی شہادت کے موقع پر ان اشرار و مفسدین نے جو ایک مصنوعی خط جعلی خطوط صحابہ کی جانب سے اپنے پروپیگنڈے کے لیے پھیلائے تھے ان میں ایک خط یہ بھی تھا جو ناقہ سوار کے ذریعہ حاکم مصر کی طرف بھیجا جا رہا تھا۔ یہ حضرت عثمانؓ پر اقرار باذہک تیار کیا گیا تھا اور مروان کو تو کاتب عثمانؓ ہونے کی وجہ سے شامل کر لیا گیا۔

قتل عثمانؓ کے لیے یہ ایک مقبول بہانہ تجویز کیا گیا تھا۔ مؤرخین علماء نے ان خطوط کے جعلی ہونے کی صراحت کر دی ہے۔ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ:

« هذا الكذب على الصحابة انما كتبت مزورة عليهم كما كتبتوا
من جهة علي وطلحة والزبير الى الخوارج كتباً مزورة عليهم
انكروها... وهكذا زور هذا الكتاب على عثمان ايضا فانه لم

یا مریہ ولعیرہ ایضاً ۱۱

البدایہ، ج ۷، ص ۷۵، بحث مجی الاخراب الی عثمان

مقترض بزرگوں نے اس موقع پر مروان کی کردار کا عجیب نقشہ مرتب فرمایا ہے۔ ذیل میں **مروان کو مطعون کرنے والی تاریخی روایات کا ایک جائزہ** پیش نظر رکھیے۔ پھر جواب کے لیے قلیل سا انتظار فرمائیے۔

— عثمانی دور کے آخر میں فتنہ انگیزی اور شرخیزی مروان کے سکڑی کے عہدہ پر مامور رہنے کی وجہ سے ہوئی۔

— اکابر صحابہ کرام اور حضرت عثمان کے مابین تعلقات خراب کرنے کی مروان نے مسلسل کوشش کی۔

— اس موقع پر مروان نے صحابہ کے مجمع میں ایسی تہدید آمیز تقریریں کیں جن کا سننا صحابہ کے لیے طلقاً کی زبان سے ناگوار اور مشکل تھا۔

— حضرت عثمان کے لیے اس موقع کی مشکلات پیدا کرنے کی ذمہ داری سراسر مروان پر عائد ہوتی ہے اور یہی عظیم فتنہ کا سبب بنا۔

مختصر یہ ہے کہ محمد بن مسلمہ انصاری صحابی اور مروان کے مابین سخت کلامی ہفت علی کی مروان پر سخت تنقید کرنا اور تمام معاملہ کا اسے ذمہ دار ٹھہرانا، حضرت عثمان کی بیوی نائلہ کا مروان کو غلط کار اور مفسد قرار دینا وغیرہ، ان سب معاملات کی تان مروان پر آکر ٹوٹی ہے۔

— جو اب عرض ہے کہ جس تاریخی مواد کی بنا پر مبارک خاکہ "بالا تجویز فرمایا گیا ہے اس کو نقلاً عقلاً جانچ لیا جائے اور تجزیہ کر لیا جائے۔ اگر صحیح ہوا تو پھر یہ سب کچھ درست ہے۔ اگر معاملہ برعکس ہوا اور بنیاد ہی خراب ٹھہری تو اعتراض

کی تمام عمارت ہی بیکار ہوگی۔ اب توجہ فرمائیے۔

اولاً — مروان کے عہدہ کتابت پر مامور رکھنے اور تقرب دینے کا مسئلہ جہاں مذکور ہے وہاں یہ چیز "قالوا" کے الفاظ سے نقل کی گئی ہے یعنی یہ بات لوگ کہتے ہیں، حضرت عثمان کے دور تک بسند صحیح یہ بات نہیں پہنچی۔ واقعہ تک بسند صحیح پہنچنا مشکوک ہو گیا۔ خدا جانے کس قسم کے لوگ ہیں؟ کیسے ہیں؟ جو مروان کو مامور کرنے اور تقرب دینے پر حضرت عثمان پر اعتراض کر رہے ہیں؟

(طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۲۲-۲۵، تحت

مروان بن الحکم، طبع اول لیدن)

— پھر حضرت عثمان اور صحابہ کرام کے تعلقات کو مروان کا خراب کر دینا صحابہ کے مجمع میں مروان کا تہدید آمیز لیکچر دینا، اس موقع کی مشکلات پیدا کرنے کی مروان کی ذمہ داری، محمد بن مسلمہ انصاری کا اور حضرت علی المرتضیٰ کا اور حضرت عثمان کی بیوی نائلہ کا مروان کے حق میں سخت تنقید کرنا اور تلخ نوائی کرنا وغیرہ۔ ان روایات کے ناقل اور راوی جناب حضرت واقدی صاحب ہیں۔ "تلمیذی شریف" اٹھا کر ملاحظہ فرمائیں۔ متعدد مقامات پر یہ روایات درج ہیں۔ ذیل مقامات کو ملاحظہ فرمادیں :-

(تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۰۹-۱۱۱-۱۱۲-۱۱۸-۱۱۹-

تحت عنوان ذکر سیر من سارالی ذی شنب من اہل

مصر... الخ زیر حالات ۱۱۸ھ۔ طبع قدیم مصری)

اہل علم حضرات تو معاملہ سمجھ گئے ہونگے مگر عوام دوستوں کے لیے عرض ہے کہ مذکورہ بالا روایات کا ناقل ایک غیر معتبر اور ضعیف شخص ہے جس کی اس نوع کی روایات کو قبول کرنا علماء نے ترک کر دیا ہے۔ اس کی روایات صدق و کذب

کا مجموعہ ہیں ان کو تسلیم کر لینا گویا سچ و جھوٹ کے امتیاز کو ختم کر دینے کے مترادف ہے۔ خصوصاً وہ چیزیں جن کی وجہ سے صحابہ کا بہترین دور داغدار ہوتا ہوا وبالوٹ حضرت عثمانؓ کی پوزیشن خراب ہوتی ہو ان کو بالکل تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔ یہ روایات جعلی ہیں۔ ان میں صدق و کذب کو مخلوط کر دیا گیا ہے۔

اہل علم کی تسلی کے لیے ایک دو حوالے حضرت واقدی صاحب کی پوزیشن واضح کرنے والے پیش خدمت ہیں۔ اقلیل یدل علی الکثیر۔

واقدی پر بعض محققین علمائے حافظ ذیل نقد کیا ہے۔ مثلاً میزان الاعتدال میں علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں:

(۱) "..... قال احمد بن حنبل هو كذاب يقلب الاحاديث..."

قال البخاري وابو حاتم متروك.... واستقر الاجماع على وهن الواقدي

میزان الاعتدال للذہبی، ج ۳، ص ۱۱۰ طبع قیدی مصری

تحت محمد بن عمر بن واقد الاسلمی

(۲) اور تذکرۃ الحفاظ میں ذہبی لکھتے ہیں کہ

"..... لم استق توجتته هنا لاتفاقم علی تروک حدیثہ... الخ"

(تذکرۃ الحفاظ، ص ۳۴۸، ج ۱ طبع بیروت، تحت

الواقدی محمد بن عمر بن واقد الاسلمی)

(۳) — اور حافظ ابن حجر تہذیب میں درج کرتے ہیں کہ

"..... قال البخاري الواقدي مدني سكن بغداد ومتروك

الحدیث..... قال احمد بن حنبل الواقدي كذاب ..

.... قال الشافعي كتب الواقدي كلما كذب... الخ"

تہذیب التہذیب لابن حجر، ص ۳۶۴-۳۶۶، ج ۹

تحت محمد بن عمر الواقدی

مطلب یہ ہے کہ واقدی غیر معتاد و متروک شخص ہے۔ اس کی اس نوع کی روایت متروک اور غیر مقبول ہے اور دوسرے محدثین اور مؤرخین کی روایات سے تصحیح اور توافقی کے بغیر واقدی کی روایات کا اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔

ثانیاً — بالفرض اگر مروانی کردار کا مجوزہ مذکورہ نقشہ درست ہے اور اس موقعہ کے فساد اور خرابیوں کا بنیادی سبب مروان ہے تو پھر ہاشمی حضرات حضرت علیؓ، حضرت حسنؓ و حسینؓ، ابن عباسؓ وغیرہ) اور دیگر صحابہ کرام، مثلاً ابن عمرؓ، زید بن ثابتؓ ابو ہریرہؓ وغیرہم، حضرت عثمانؓ کی حفاظت کرنے اور ان کی حمایت کرنے اور ان کے ساتھ ہر قسم کا تعاون کرنے سے دست بردار کیوں نہیں ہوتے؟ ہتھیار لگا کر مدافعت عثمانی کیوں کرتے رہے؟ پانی بند ہونے پر پانی پہنچانے کے سامان کیوں کیے؟ حضرت عثمانؓ قسمیں دے دے کر ان کو تادار اٹھانے سے روکتے تھے۔ یہ لوگ پھر بھی آخری دم تک حفاظتی تدابیر کرتے رہے۔ اس مرحلہ میں حضرت عثمانؓ کا کیوں ساتھ دیا اور ایسا کیوں تعاون کیا؟

ز تاریخ خلیفہ بن خیاط، جز اول، ص ۱۵۰-۱۵۱۔

تحت فتنہ زمن عثمانؓ

یہ حضرات حضرت عثمانؓ کو صاف کہہ دیتے کہ یہ تمام شر و فساد مروان نے اٹھایا ہے جس کے ہاتھ میں آپ نے تمام سلطنت کی باگ ڈور دے رکھی ہے اور سیکرٹری خاص بنا رکھا ہے تمام فتنہ کی ذمہ داری اس پر ہے لہذا مروان جانے اور آپ کا کام جانے ہم اس غلط کام میں تعاون نہیں کر سکتے حکم خداوندی ہے کہ "وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ

إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ - (پ ۶)

نیز یہ چیز بھی غور کرنے کے قابل ہے کہ مصری وفد کے حق میں جو خط لکھا گیا تھا جس میں محمد بن ابی بکر وغیرہ کے قتل کا حکم درج تھا، شتر سوار نے کہہ کر بارہا تھا وہ بھی اگر مروان نے ہی لکھ کر ارسال کیا تھا تو ایسے شریک انسان کو تو پہلے قتل کرنا چاہیے تھا اور عثمان کو قتل کر دیا گیا، لیکن مروان کو چھوڑ دیا۔ یہ کیا معاملہ ہے؟

ثالثاً۔ حضرت عثمان کی شہادت کے بعد جنگ جمل پیش آئی۔ اس وقت مروان حضرت علی کی جماعت کے ہاتھوں گرفتار ہوا۔ حضرت علی کی جماعت کے مخالفین میں سے تھا حسینؑ نے مروان کے لیے حضرت علیؑ کے ہاں معافی کی سفارش کی۔ انہوں نے معافی دے دی۔ اس سفارش کا مسئلہ ذیل مقامات میں درج ہے اور قبل ازیں منقعات مروان میں سنی و شیعہ دونوں کتب سے نقل کیا گیا ہے۔

(۱) — السنن لسید بن منصور، ص ۳۶۶۔ باب جامع الشہادۃ روایت ۲۹۴۷۔ طبع مجلس علمی کراچی۔ ڈبجیل۔

(۲) — بیج البلاغ، ص ۱۲۳۔ فی خطبۃ لہ علیہ السلام علم فیہا النامۃ الصلوۃ علی النبیؐ، طبع مصری۔

بقول متضمنین اگر مروان تمام شرارتوں کی بھرپور اور اس کی وجہ سے فتنہ عثمانی پیش آیا تھا تو حسینؑ نے ایسے آدمی کی سفارش کیوں کی؟ اور حضرت علیؑ نے قبول کیوں کی؟ اس کو تو ختم کر دینا چاہیے تھا۔ مروان کے حق میں سفارشیوں اور معافیاں کیوں جاری ہوئیں؟

ان تمام حالات پر غور و فکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ عظیمہ اور اس کے مبادی کا اصل سبب مروان کی کارشائیاں نہیں ہیں بلکہ اس کے اسباب دوسرے ہیں۔ اس کے متعلق انشاء اللہ تعالیٰ ایجابات ہذا کے آخر میں مستقل عنوان

نام کر کے مختصراً کلام کیا جائے گا۔

— مختصر لوگوں کو چونکہ عثمانی دور کی خرابیاں خامیاں اور نقائص مدون کرنے تصور خاطر ہیں اس لیے وہ اپنے مزعومہ مقاصد کے اتمام کے لیے اپنے زورِ قلم سے تاریخ کے تروی مواد سے یہ مباحث مستنبط فرماتے ہیں

— اعتراض کنندگان کی اس کارکردگی سے مروان کو نقصان پہنچے یا نہ پہنچے مگر حضرت یزیدنا عثمان (خلیفہ راشد) کا کردار ضرور عیب دار ہوتا ہے اور ان کے حق میں سو غلطی تینا پھیلتی ہے (یا اسفا!) انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شہ سوم

بنو امیہ اور الحکم کی اولاد مروان وغیرہ کا مبنغوض

و"ملعون" ہونا

مختصر دوست چند ایسی روایات اس موقع پر پیش کرتے ہیں جن میں بنو امیہ اور پھر اولادِ حکم (مروان) وغیرہ کا مکروہ و مبنغوض ہونا اور لعین ہونا دکھایا جاتا ہے۔ اس مسئلے کی متعلقہ چند روایات سامنے رکھ کر یہاں مختصراً بحث کی جاتی ہے تاکہ حقیقت واقعہ صحیح طور پر معلوم ہو سکے۔ اور اعتراض کا بے جا ہونا ثابت ہو سکے۔

ازالہ شبہ

اس مقام میں دو طریقہ سے بحث پیش خدمت کی جائے گی۔

روایتہ — و درایتہ

۱۔ یعنی پہلے ان روایات کو باعتبار نقل کے جانچنا ہوگا۔ روایت کے قواعد کی رو سے ان کا کیا مقام ہے؟ قابل قبول ہیں؟ یا قابل رد ہیں؟ علماء نے ایسی روایات پر کیا حکم لگایا ہے؟

۲۔ دوسرے یہ دیکھنا ہوگا کہ باعتبار عقل کے یہ روایات لائق تسلیم ہو سکتی ہیں یا نہیں؟ اور یہ واقعات کے بالکل متضاد و متعارض تو نہیں پائی جاتیں؟ ان چیزوں کے متعلق غور و فکر کرنے سے خود بخود مسئلہ واضح ہو جائے گا اور نقل عقلاً بحث کر لینے کے بعد کوئی خفا باقی نہ رہے گا (انشاء اللہ تعالیٰ) کہ اس قسم کی روایات بے اصل ہیں اور واقعات کے برخلاف ہیں۔

(۱)

مبغوض ہونا

صحابہ بنو امیہ کے ساتھ عناد رکھنے والے دوستوں کی طرف سے ایک روایت پیش کی جاتی ہے کہ ابو بزرہ اسلمی کہتے ہیں کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک تمام قبائل میں سے بہت مبغوض (قابل نفرت) تین قبیلے تھے ایک بنو امیہ، دوسرے بنو حنیفہ، تیسرے ثقیف تھے۔

”..... عن ابی بزرۃ الاسلمی قال کان ابغض الایماء الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنو امیۃ، بنو حنیفۃ و ثقیف.....“

المستدرک للحاکم، ص ۴۸۰-۴۸۱، جلد رابع تحت کتاب الفتن والملاحم ذکر ابغض الایماء الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

نیز بعض روایات میں پایا جاتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قبائل کو مکروہ جانتے تھے ثقیف و بنو امیہ و بنو حنیفہ۔

اولاً۔۔۔۔۔ یہاں یہ بات قابل وضاحت ہے کہ ابو بزرہ اسلمی کی یہ روایت نے کہاں ایک واسطہ سے امام احمد بن حنبل اور ان کے صاحبزادے عبداللہ نے نقل کی ہے۔ ہم نے مسند احمد جلد رابع کی طرف رجوع کر کے ابو بزرہ اسلمی کی روایات دیکھی ہیں۔ اس میں یہ روایت دستیاب ہوتی ہے لیکن وہاں بنو امیہ الفاظ منفقود ہیں۔ صرف بنو حنیفہ و ثقیف کا ذکر موجود ہے۔ ملاحظہ ہو:-

مسند احمد، ج ۴، ص ۴۰۔ تحت مسند ابی بزرہ

اسلمی۔ اول مسند البصری۔ طبع اول مصری

یہاں سے واضح ہوا کہ اصل روایت میں بنو امیہ کے الفاظ نہیں ہیں بعد بعض راویوں کی طرف سے روایت میں داخل کر دیتے گئے ہیں۔ اس کو ادراج کہا جاتا ہے اور یہ راویوں کے تصرفات کا ادنیٰ کرشمہ ہے اور کئی راوی رقت اس طرح کی پیشی کر دیا کرتے ہیں۔

ثانیاً۔۔۔۔۔ قابل غور یہ چیز ہے کہ اگر یہ روایت درست ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک قبیلہ بنو امیہ نہایت مبغوض و مکروہ اور قابل نفرت تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ ذیل افعال کس طرح درست رہتے؟ اور بنو امیہ کے ساتھ مندرجہ ذیل معاملات کیسے جاری رکھے گئے؟ قرآن ہی کے ذریعہ یہ قبیلہ قابل نفرت و لائق نفرت ہوا۔ اور عمل نبوی نے ان کے لئے حسن معاملہ کر دیا۔ یہ عجیب بات ہے۔

اسی طرح مبغوض و مکروہ قبیلہ بنو امیہ کے ساتھ بنو ہاشم نے

نے بھی بنو امیہ سے اچھے معاملات کیسے روارکھے؛ اور اسلامی حکومت میں کس طرح انہیں عمدہ مناصب دے دیتے؛ ذیل میں بطور یاد دہانی چند امور پیش کر دیتے ہیں۔ ان کو ملاحظہ فرما کر مسئلہ ہذا میں تدبیر و تفکر فرماویں۔ کتابوں کے حوالہ جات ان کے لیے قبل ازیں گزر چکے ہیں۔ رجوع فرما کر تسلی کریں۔

نسبی تعلقات

- ۱۔ صاحبزادی حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت عثمان اموی کے ساتھ تھا۔
- ۲۔ صاحبزادی ام کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت عثمان اموی کے ساتھ تھا۔
- ۳۔ ام حبیبہ بنت ابی سفیان (اموی) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں تھیں۔
- ۴۔ حضرت علیؑ کے حقیقی برادر جعفر طیار کے بیٹے (عبد اللہ بن جعفر) کی بیٹی ام کلثوم کا نکاح حضرت عثمان کے بیٹے ابان بن عثمان بن عفان (اموی) کے ساتھ ہوا۔
- ۵۔ سیدنا امام حسینؑ کی لڑکی سکینہ بنت حسینؑ کا نکاح حضرت عثمان (اموی) کے پوتے زید بن عمرو بن عثمان کے ساتھ تھا۔

- ۶۔ سیدنا امام حسینؑ کی لڑکی فاطمہ بنت حسینؑ کا نکاح حضرت عثمان (اموی) کے پوتے عبد اللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان کے ساتھ تھا۔
- ۷۔ سیدنا امام حسنؑ کی پوتی ام القاسم بنت حسن بن حسن کا نکاح حضرت عثمان (اموی) کے پوتے مروان بن ابان بن عثمان سے تھا۔ (مذکورہ رشتوں کے کتابی حوالہ جات سوا ام حبیبہ کے "رحماء بینہم" حصہ سوم عثمانی کے باب

اول میں تفصیلاً گزر چکے ہیں)۔

۸۔ امیر معاویہؓ کی بہن رہبند بنت ابی سفیان (اموی) کا نکاح حضرت علیؑ کے چچا زاد برادر حارث بن نوفل بن حارث بن عبد المطلب بن ہاشم کے ساتھ ہوا۔

۹۔ حضرت علیؑ کے چچا حضرت عباسؓ بن عبد المطلب کی پوتی لبا بنت عبد اللہ بن عباس کا نکاح امیر معاویہؓ کے بھتیجے ولید بن عتبہ بن ابی سفیان (اموی) کے ساتھ ہوا۔

۱۰۔ حضرت جعفر طیارؓ کی پوتی رملہ بنت محمد بن عبد اللہ بن جعفر کا نکاح پہلے سلیمان بن ہشام بن عبد الملک اموی کے ساتھ ہوا۔ اس کے بعد امیر معاویہؓ کے بھتیجے ابوالقاسم بن الولید بن عتبہ بن ابی سفیان (اموی) کے ساتھ ہوا۔
ان رشتہ داروں کے حوالہ جات قبل ازیں بحث ثانی میں امیر معاویہؓ کے خاندان کے ساتھ رشتوں کے عنوان میں مذکور ہو چکے ہیں
(رجوع فرماویں)

سیداکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک جو قبیلہ مکروہ و مینغوض ہو اس کے ساتھ اس طرح کے برادرانہ تعلقات اور نسبی روابط قائم کرنے کس طرح درست ہو؟ سوچیے اور انصاف فرمائیے۔

غیر نسبی روابط

- ۱۔ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں حضرت عثمان (اموی) کا تب وحی تھے۔ (یہ مسئلہ مسلمات میں سے ہے)۔
- ۲۔ اسی طرح امیر معاویہؓ بھی کا تب نبوی تھے (یہ مسئلہ بھی مسلمات میں سے ہے)۔

۳۔ حضرت عثمانؓ (اموی) عہدِ نبوی میں متعدد دفعہ کئی امور کے ذمہ دار و عہدیدار بنائے گئے۔

۴۔ امیر معاویہؓ اموی کو عہدِ نبوی میں کئی امور کا والی بنایا گیا اور عہدِ صدیقی و فاروقی میں متعدد بار امیر و حاکم بنائے گئے۔

بحث اول تحت عنوان "الثام" حوالے دے دیئے گئے ہیں۔

۵۔ حضرت ابوسفیانؓ (امیر معاویہ کے والد) اموی کو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے علاقہ پر عامل و حاکم بنایا۔

۱۔ منہاج السنہ لابن تیمیہ، ص ۱۴۵-۱۴۶-۳ ج

۲۔ المنتقی للذہبی، ص ۳۸۲-۳۸۳۔

۶۔ اور یزید بن ابی سفیانؓ (امیر معاویہ کے برادر) اموی کو صدیق اکبرؓ نے فتوح الشام کے لیے افواج پر والی و امیر بنا کر روانہ کیا۔ پھر حضرت عمرؓ نے یزیدؓ کو اس کام پر مامور رکھا۔ (بحوالہ مذکور)

۷۔ حضور نبی کریم علیہ السلام نے عتاب بن اسید اموی کو مکہ پر حاکم بنایا۔ (بحوالہ مذکور)

۸۔ خالد بن سعید بن العاص اموی کو عہدِ نبوی میں بنی مدح کے صدقات پر اور صنعاء اور یمن پر عامل و حاکم بنایا گیا۔ (بحوالہ مذکور)

۹۔ ابان بن سعید بن العاص اموی کو عہدِ نبوی میں پہلے سہرا یا پر عامل بنایا گیا۔ پھر الحلاب بن الحضرمی کے بعد البحرین کا حاکم مقرر کیا گیا۔ (بحوالہ مذکور)۔

۱۰۔ عمرو بن سعید بن العاص اموی کو عہدِ نبوی میں تیما، خیبر، قرنی عربیہ پر حاکم

۱۔ (قولہ عمرو بن سعید بن العاص) یہاں اصل کتاب میں عثمان بن سعید لکھا ہوا ہے۔

بنایا گیا۔

(۱)۔ بحوالہ مذکور یعنی منہاج السنہ، ص ۱۴۵-۱۴۶۔

ج ۳۔ تحت جوابات مطابعت عثمانی۔ طبع لاہور

(۲)۔ تاریخ خلیفہ ابن خیاط، ج ۱، ص ۶۱-۶۲۔ تحت

تسمیۃ عالمہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک جو قبیلہ مکروہ و مبغوض و قابلِ نفرت ہو اسے یہ عزت کے مواقع کیوں مہیا کیے گئے؟ اور نبوی، صدیقی، فاروقی دور میں ان لوگوں پر اعتماد کرتے ہوئے مذکورہ ذمہ داریاں کیوں سپرد فرمائی گئیں؟ غور و فکر کے بعد خود فیصلہ فرمائیے۔

متعدد مقامات میں حضرت بنو امیہ کے حق میں حضرت علیؓ کے اقوال علی الترضیٰ سے قبیلہ بنو امیہ کے حق میں فضیلت اور منقبت کے اقوال منقول ہیں جن سے حضرت علیؓ کے نظریات بنو امیہ کے متعلق واضح ہوتے ہیں۔ مثلاً:-

ابن سیرین کہتے ہیں کہ ایک شخص نے قبائل قریش کے متعلق حضرت علیؓ سے سوال کیا تو حضرت علیؓ نے دیگر قبائل کی صفات بیان کرنے کے ساتھ ساتھ

۱۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ عمرو بن سعید بن العاص ہے۔ وجہ یہ ہے کہ انساب و رجال کی عام سند اول کتابوں میں (جو بندہ کے پاس ہیں) سعید بن العاص کی اولاد میں عمر تو مذکور ہے۔ لیکن عثمان بن سعید اولاد میں نہیں ملتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ناقل کے قلم سے سہو ہو گیا ہے۔ اور عمرو کی بجائے عثمان لکھا گیا ہے تا حال بندہ کی تحقیق یہی ہے۔

لعل الله يحدث بعد ذلك امراً (منہ)

قبیلہ بنو امیہ کے فضائل بالفاظِ ذیل بیان فرمائے۔

— ہمارے بھائی بنو امیہ ہم میں سے بھاری عقل والے اور روزنی فہم و فراست والے ہیں۔

— ہمارے برادران بنو امیہ زیادہ حلم والے ہیں۔

— بہر حال ہمارے بھائی بنو امیہ افواج و جیوش کی قیادت کرنے

والے ہیں۔

— لوگوں کو خوراک و طعام چھپا کرنے والے ہیں اور عزت کی نعمت

اور عزت کی حمایت کرنے والے ہیں۔

— عن ابن سیرین قال قال رجل لعليّ اخبرني عن قریش

قال اذرتنا احلامًا اخوتنا بنی امیة۔

المصنف لعبد الرزاق، ج ۵ ص ۴۵۱ تحت عنوان

بیعة ابی بکر

..... فقال رعی (اوذرتنا احلامًا اخوتنا بنی امیة)۔

(المصنف لعبد الرزاق، ج ۱۱ ص ۵۶، باب فضائل قریش)

..... فقال رعی، اما اخوتنا بنی امیة فقاداة اذیة

ذاداة۔

(۱) — المصنف لعبد الرزاق، ج ۱۱ ص ۵۷ تحت

فضائل قریش

(۲) — کتاب الفائق للزمخشري، ج ۲ ص ۲۶۴۔

نحت نون مع الجیم۔ طبع دکن۔

حاصل کلام

مختصر یہ ہے کہ قول نبوی و عمل نبوی کے ذریعہ اور حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم کے تعامل کی روشنی میں یہ بات واضح ہوئی کہ صحابہ بنو امیہ کو مبغوض و مکروہ جاننا واقعات کے برخلاف ہے۔ خود حضرت علیؑ کے فرامین کے برعکس ہے بلکہ ان کا منظور و مقبول ہونا مستحسن و پسندیدہ ہے اور جن روایات میں بغض و کراہت بنی امیہ کا ذکر پایا گیا ہے وہ درست نہیں بلکہ رواۃ کی طرف سے مدرج معلوم ہوتی ہیں۔

۲

”ملعون ہونا“

اول (۱) — عبد اللہ بن عمرو بن العاص کہتے ہیں کہ ہم حضور علیہ السلام کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور میرے والد اپنے گھر کپڑے بدلنے گئے تاکہ یہاں آکر مجلس میں شریک ہوں۔ اس اشارہ میں حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارے پاس بعین شخص داخل ہوگا عبد اللہ کہتا ہے کہ میں اندر باہر دیکھتا رہا۔

حتی دخل فلان یعنی الحکھ، حتی کہ داخل ہوا فلان شخص۔ راوی کہتا ہے یعنی حکم داخل ہوا۔

(بحوالہ مسند احمد، تحت روایات عبد اللہ بن

عمرو بن العاص)

قابل توجہ یہ بات ہے کہ یہ روایت اخبار آحاد میں سے ہے اگر اس کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو آپ نے کسی شخص معین کا نام لے کر لعنت نہیں فرمائی بلکہ بعین شخص کے

داخل ہونے کی اطلاع کی۔ پھر وہ فلاں شخص مجلس میں داخل ہوا۔ راویوں میں سے ایک راوی کہتا ہے کہ وہ حکم ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اصل روایت میں ”حکم“ کا نام تصریحاً مذکور نہیں تھا۔ لیکن بعد میں ”فلاں“ سے مراد ”حکم“ لیا گیا۔ اس طریقہ سے یہ روایت اپنے مضمون پر صریح الدلالت نہ ہوتی بلکہ راوی کا اپنا گمان ٹھہرا۔

دوم (۲) — عبداللہ بن زبیر سے منقول ہے کہ وہ کعبہ کے ساتھ ٹیک لگاتے ہوئے بیٹھے تھے۔ انہوں نے حضور علیہ السلام کی ایک روایت سنائی کہ:۔
”لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلائنا و ما ولد من صلبہ“

یعنی حضرت نے لعنت فرمائی فلاں شخص پر اور جو اس کی پشت سے اولاد ہوئی۔

دوم (۳) — مستند احمد تحت منادات عبداللہ بن زبیر روایت نہدا اخبار آحاد میں سے ہے۔ اگر اس کو صحیح تسلیم کیا جاتے تو اس میں ایک ایسے شخص اور اس کی اولاد پر لعنت کی گئی ہے جس کا نام اور تعین کچھ معلوم نہیں۔ نہ اس کا نام روایت میں ہے اور نہ ہی کسی راوی نے واضح کیا ہے۔

لہذا یہ روایت مدعا مذکور کو ثابت نہ ہوتی اور معلوم نہ ہو سکا کہ ”فلاں“ سے مراد کون شخص ہے؟ جو دلیل مدعا کو ثابت نہ کر سکے وہاں تقریباً نام نہیں ہوتی۔

سوم (۳) — عبداللہ بن زبیر سے روایت ہے کہ:۔

”ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعن المحکم و ولدہ“

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ”الحکم“ اور اس کی اولاد پر لعنت کی

دالمستدرک للحاکم، کتاب الفتن والملاحم تحت ذکر الغرض الاجراء الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، طبع اول دکن

اس روایت کی سند کے متعلق علماء کرام نے نقد اور جرح کر دی ہے لہذا یہ روایت درست نہیں اور نہ ہی قابل استدلال ہے۔ مثلاً اس سند میں ایک راوی احمد بن محمد بن الحجاج بن رشیدین المصری ہے۔ اس کے متعلق ذہبی نے تلخیص مستدرک میں لکھا ہے کہ الرشیدینی کو ابن عدی نے ضعیف قرار دیا ہے اور میزان الاعتدال جلد اول میں ذہبی نے لکھا ہے کہ ابن عدی کہتے ہیں کہ ابن رشیدین کو لوگوں نے جھوٹا قرار دیا اور اس کی کئی منکر روایات ہیں اور اس سے کئی باطل اور جھوٹی چیزیں منقول ہیں۔

دیزان الاعتدال للذہبی، جلد اول

تحت احمد بن محمد الرشیدینی

اسی طرح لسان المیزان میں بھی مذکور جرح پائی گئی ہے اور حافظ ابن حجر نے مزید لکھا ہے کہ احمد بن صالح الرشیدینی کو کذاب کہتے تھے۔

لسان المیزان، جلد اول، ۲۵۷-۲۵۸-

تحت احمد مذکور

اور کتاب الجرح والتعديل رازی والقسم اول۔ جلد اول، میں رشیدین مذکور پر جرح پائی گئی ہے۔ سند لہذا میں مزید بعض راویوں پر بھی جرح موجود ہے لیکن اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ مختصر یہ ہے کہ یہ روایت سنداً صحیح نہیں۔ فلہذا قابل حجت نہیں ہو سکتی۔

چهارم (۴) — مستدرک للحاکم کی ایک روایت میں واقعہ مذکور ہے

کہ جب امیر معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کی بیعت کے لیے مروان کو کہا تو مروان نے

لوگوں کے سامنے یہ بات رکھی تو اس وقت عبدالرحمن بن ابی بکر اور مروان کے درمیان اس مسئلہ میں تیز کلامی ہو گئی۔ عبدالرحمن نے کہا کہ یہ طریقہ ہرقل اور قیصر کا ہے۔ مروان نے کہا کہ قرآن مجید کی آیت وَالَّذِي قَالَ لِوَالِدَيْهِ أُتِيَ تَكْمًا۔ تمہارے حق میں نازل ہوئی پس یہ بات حضرت عائشہ کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا :-

كذب والله ما هو به ولكن رسول الله صلى الله عليه

وسلم لعن ابا مروان ومروان في صلبه . . . الخ

یعنی حضرت عائشہ نے فرمایا کہ مروان نے غلط کہا۔ اللہ کی قسم! اس طرح بات نہیں ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزان کے باپ کو لعنت کی اور مروان اس کی پشت میں تھا۔“

المستدرک للحاکم، ج ۴۔ کتاب الفتن

والملاحم تحت ذکر بغض الاحیاء الی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

روایت ہذا پر مندرجہ ذیل کلام کیا جاتا ہے :-

۱۔ ایک تو یہ ہے کہ اس روایت میں انقطاع پایا گیا ہے۔ علامہ ذہبی نے اپنی تلخیص میں اس روایت کے تحت یہ لکھا ہے :-

”قلت فيه انقطاع محمد لم يسمع من عائشة“

”یعنی محمد ابن زیاد نے حضرت عائشہ سے یہ روایت نہیں سنی“

بلکہ درمیان میں کوئی اور شخص ساقط ہے جس کے ذریعے یہ روایت محمد کو پہنچی (خدا جانے وہ کیسا آدمی تھا)۔

(تلخیص مستدرک حاکم، ج ۴، ص ۸۱)

(تحت روایت)

۲۔ دوسری بات یہ ہے کہ روایت مذکورہ (یعنی عبدالرحمن اور مروان کی باہمی مذکورہ گفتگو) مندرجہ ذیل مقامات میں اکابر علماء نے ذکر کی ہے لیکن اس مقام میں مروان اور اس کے والد حکم پر زبان نبوت سے لعن طعن مذکور نہیں۔

————— بخاری شریف میں عبدالرحمن اور مروان کی گفتگو مذکورہ کا ذکر ہے لیکن وہاں بھی حکم اور مروان پر لعن طعن کا کوئی ذکر نہیں۔

۱۔ بخاری شریف، جلد ثانی، سورہ احقاف،

باب قوله والذی قال لوالدیه ائت لکما۔

۲۔ الاصابہ، ج ۱، ص ۳۵ تحت الحکم۔

۳۔ اسد الغابہ لابن اثیر، ج ۳، ص ۳۰۶۔ تذکرہ

عبدالرحمن بن ابی بکرؓ۔

۴۔ الاصابہ لابن حجر، ج ۲، ص ۴۰۰۔ تذکرہ

عبدالرحمن بن ابی بکرؓ۔

۵۔ البدایہ لابن کثیر، ج ۸، ص ۸۹۔ تحت تذکرہ

عبدالرحمن بن ابی بکرؓ۔

(۵۸ھ) میں مذکورہ باہمی گفتگو مندرج ہے لیکن مندرجہ بالا ۵ عدد

کتب میں زبان نبوی سے مروان و حکم پر لعن طعن کا اضافہ نہیں پایا جاتا اور جہاں کہیں اس واقعہ میں حضرت عائشہ کی زبان سے لعن طعن کا اضافہ پایا جاتا ہے اس کے متعلق حاکم ابن کثیر لکھتے ہیں کہ یہ روایات صحیح نہیں۔

”ویروی انها بعثت الی مروان تعبتہ و نؤتبتہ و

تخبرتہ بخبر فیه ذم له ولا یبہ لایصح عنه۔“

”یعنی جن روایات میں یہ مروی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مروان کو غتاب اور زجر تو بیخ کی اور ایک ایسی خبر دی کہ جس میں مروان اور اس کے باپ کے لیے مذمت مذکور تھی تو وہ روایات صحیح اور درست نہیں“

البدایہ لابن کثیر، ج ۸، ص ۸۹ - تذکرہ

عبدالرحمن بن ابی بکر تحت ۸۵ ص

مذکورہ پیش کردہ چیزوں کے ذریعہ ثابت ہوا کہ اس واقعہ کی جو روایات صحیح ہیں ان میں لعن طعن مذکور نہیں اور جہاں کہیں اس میں لعن دیکھا گیا ہے وہ روایات صحیح نہیں۔ لہذا یہ روایت مدعا کو ثابت نہیں کر سکتی اور تقریباً تمام نہیں۔

پنجم (۵) — حضرت عبدالرحمن بن عوف سے ایک روایت ذکر کی گئی ہے کہ:

”حضور علیہ السلام کے دور میں اہل اسلام کے ہاں جب کوئی بچہ پیدا ہوتا وہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں دعا و برکت کے لیے حاضر کیا جاتا۔ آپ اس کے لیے دعا فرماتے۔ چنانچہ مروان بن الحکم پیدا ہوا تو اس کو حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آنجناب نے فرمایا:

”هو الوزغ ابن الوزغ الملعون ابن الملعون“

”یعنی گرگٹ کا بیٹا گرگٹ ہے اور ملعون کا بیٹا ملعون ہے“

مستدرک للحاکم، کتاب الفتن والملامح تحت عنوان اذا

بلغت بنو امیۃ اربعین... الخ -

اس روایت کے متعلق علماء نے مندرجہ ذیل کلام کر دیا ہے۔ لہذا یہ روایت باطل

بے اصل اور بے بنیاد ہے۔

۱۔ علامہ ذہبی نے مستدرک کی تلخیص میں اس روایت کے تحت فرمایا ہے کہ:-

”قلت لا والله ومیناء کذبہ ابو حاتم“

”یعنی حاکم نے روایت کو صحیح کہا تھا۔ اس کو رد کرتے ہوئے ذہبی فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! ایسی بات نہیں ہے اور اس روایت کے راوی میناء کو ابو حاتم رازی نے جھٹلایا ہے۔

(۱) — تلخیص مستدرک للحاکم، ج ۴، ص ۴۹ تحت

روایت۔

(۲) — المغنی فی الضعفاء للذہبی، ص ۶۹۱ جز ثانی

تحت میناء ابن ابی میناء۔

۲۔ ابن ابی حاتم رازی نے کتاب الجرح والتعديل جلد رابع قسم اول میں اسی راوی

میناء (مولى عبدالرحمن بن عوف) کے حق میں لکھا ہے کہ منکر الحدیث۔ دوی

احادیث فی اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم مناکیر۔ لا یعباء

بعد یشہ کان یکذب“

یعنی میناء حضور کے صحابہ کے حق میں منکر روایات روایت کرتا تھا۔

اس کی حدیث کا کوئی اعتبار نہیں کیا گیا۔ وہ جھوٹ بولتا تھا“

کتاب الجرح والتعديل، ص ۳۹۵ - ج ۴۔

قسم اول تحت میناء۔ طبع حیدرآباد دکن

۳۔ ابن حبان نے اپنی کتاب الجرح و صین میں میناء کے حق میں لکھا ہے کہ

”..... وجب التکب عن حدیثہ“

یعنی میناء کی روایت سے اجتناب کرنا واجب اور الگ ہو جانا لازم ہے

کتاب المجرورین لابن حبان جز ثانی، ص ۲۲۵ تحت میناء
مولیٰ عبد الرحمن - طبع حیدرآباد دکن

حافظ ابن حجر نے تہذیب میں کہا ہے کہ :-

..... قال الجوزجانی انکد الائمة حدیثه لسوء مذهبہ -

..... قال ابن عدی انه یغلون فی التشییح

..... قال یعقوب بن سفیان ان لایکتب حدیثہ -

یعنی کبار علماء نے میناء کے برے مذہب کی وجہ سے اس کی حدیث سے انکار کر دیا ہے۔ ابن عدی نے کہا کہ وہ شیعہ مذہب میں غلو رکھتا تھا۔ اور یعقوب بن سفیان نے کہا کہ میناء کی روایت کو نہ لکھا جائے۔

اور اس سے روایت نہ لی جائے۔

تہذیب التہذیب لابن حجر، ج ۱، ص ۲۹۷ -

تحت میناء بن ابی میناء -

علماء کبار کی مندرجہ بالا تصریحات سے ثابت، ہو کہ میناء کی بیوقوفی

بے اصل ہے اور اس سے اجتناب کرنا لازم ہے۔

تذنیہ :-

مروان اور اس کے والد حکم کے سلسلہ میں اس قسم کے لعن طعن کی روایات کئی انواع کی صورت میں راویوں نے چلا دی ہیں ان کا شمار کر کے احتساب کرنا ایک بڑی طویل بحث ہے ہم نے بطور نمونہ اس نوع کی چند روایات ناظرین کی خدمت میں پیش کر کے ان پر کلام کر دیا ہے کہ بعض روایات تو مدعا کو ثابت نہیں کر سکتیں اور بعض دوسری مرویات غیر معتبر راویوں کی وجہ سے بے اصل ہیں۔

مذمت کی روایات علماء کی نظروں میں

”صحابہ بنو امیہ“ اور ان کے ہم نوا اصحاب کے متعلق بعض روایات میں مذمت اور تنقیص دستیاب ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں کبار علماء نے روایات کے اس قسم کے ذخیرہ پر طراعمہ کلام کر دیا ہے۔ نمونہ کے طور پر ہم ذیل میں اس کو نقل کرتے ہیں تاکہ صحابہ بنو امیہ کے خلاف مرویات کا ایک گونہ جائزہ لیا جاسکے اور شبہ نذا کے تحت جو بعض لعن وغیرہ کی روایات ذکر کی گئی ہیں ان کا یکجا تجزیہ ہو سکے۔

..... علامہ ابن قیمؒ نے اپنی تصنیف ”المنار الملیف فی الصحیح والضعیف“

کے فصل سنتیں میں مذکورہ روایات پر عیب بحث کی ہے۔ ناظرین کرام کے لیے اس میں سے چند جملے نقل کیے جاتے ہیں :-

..... ومن ذلک الاحادیث فی ذم معاویة - وکل

حدیث فی ذمہ فهو کذب - وکل حدیث فی ذم عمرو بن

العاص فهو کذب - وکل حدیث فی ذم بنی امیة فهو کذب

..... وكذلك احادیث ذم الولید و ذم مروان بن الحکمہ“

یعنی ان جعلی روایات میں سے وہ احادیث ہیں جو امیر معاویہ کی

تنقیص میں منقول ہیں اور ہر وہ حدیث جو ان کی مذمت میں ہے

دروغ اور جھوٹ ہے۔

اسی طرح ہر وہ حدیث جو عمرو بن العاص کی مذمت میں ہے جھوٹ

ہے اور ہر وہ حدیث جو بنی امیہ کی مذمت میں ہے وہ دروغ ہے۔

..... اسی طرح وہ احادیث جو ولید اور مروان بن الحکم کی مذمت میں ہیں جعلی ہیں“

(المنار المنيف في الصحيح والضعيف لابن قديم
فصل سنتیں، ص ۱۱۷۔ مطبوعہ حلب)

(۲) — — ملا علی قاریؒ نے بھی اسی طرح ان مذمت و تنقیص اور لعن طعن پیش کرنے والی روایات کے متعلق یہ ذکر کیا ہے کہ :-

”ومن ذالك الاحاديث في ذم معاوية وذم عمرو بن العاص وذم بنی امیة..... وذم مروان بن الحکم... الخ“
”یعنی ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ ان جعلی روایات میں وہ احادیث ہیں جو امیر معاویہؓ کی مذمت میں اور عمرو بن العاص (صحابی) کی مذمت میں ہیں اور قبیلہ بنی امیہ کی مذمت میں ہیں..... اور اسی طرح مروان بن الحکم کی مذمت میں مرویات بھی جعلی ہیں“

۱۔ موضوعات ملا علی قاری، ص ۱۰۶۔ مطبوعہ مجتہدانی ہلی

فصل و ما وضعہ جہلہ المنتہین الی السنۃ۔

۲۔ الاسرار المرفوعہ فی اخبار المرفوعہ، ص ۴۷۷۔ یعنی

موضوعات کبیر ملا علی قاری۔ مطبوعہ بیروت لبنان

۳۔ کوثر البنیؒ از مولانا عبد الغزیز پیر ہاروی (حصہ دوم)

تحت بحث احادیث موضوعہ (ذہلی)

— — اس فن کے مشاہیر علماء نے اُمتِ مسلمہ پر واضح کر دیا ہے کہ بنی امیہ

کے مشہور مشہور حضرات کے حق میں لعن طعن و مذمت و تنقیص دکھلانے والی روایات راویوں نے ان خود تصنیف فرما کر قوم میں نشر کر دی ہیں۔ اب اس قسم کے ذخیرہ روایات

پر نظر کرنے سے لوگوں کو کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو کر ان کے حق میں بظنی کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔ علماء نے ”احقاقِ حق“ کا اپنا فریضہ خوب ادا فرمایا ہے۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی شخص حق بات کو قبول نہیں کرتا اور خواہ مخواہ ”زیغ عن الحق“ کی راہ اختیار کرتا ہے۔ تو یہ ”تعصب“ ہو گا جس کا انجام تجحیر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے والحق احق ان یتَّبَع“ یعنی حق بات اس کی زیادہ حقدار ہے کہ اس کی اتباع کی جائے۔

— (۴) —

مذکورہ روایات عقل و درایت کی روشنی میں

اس سلسلہ میں اس مسئلہ پر غور کرنا ہے کہ اگر الحکم اور اس کی اولاد مروان وغیرہ پر لعن طعن کی مذکورہ بالا روایات درست ہیں اور اگر (لسانِ نبوت) سے الحکم اور اس کی اولاد ملعون ہے تو پھر مندرجہ ذیل چیزیں کیسے صحیح ہوں گی۔ مثلاً :-

- ۱۔ حضرت عثمانؓ کی طرف سے مروان کو اپنا داماد کیسے بنا یا گیا ؟
- ۲۔ حضرت عثمانؓ نے مروان کو اپنا کاتب کیسے تجویز فرما دیا ؟
- ۳۔ حضرت عثمانؓ نے مروان کو ”بحرین“ کا حاکم اور والی کیسے بنا دیا ؟
- ۴۔ حضرت عثمانؓ نے الحکم کو بیع اس کی اولاد کے مدینہ میں قیام کیسے اجازت دے دی ؟ کیا حضرت عثمانؓ کو حضور علیہ السلام کے یہ لعن طعن کے فرمودات معلوم نہیں تھے ؟ یا پھر ان فرامین نبوت سے متاثر نہ ہوتے ؟ کونسی بات درست ہے ؟ حضرت عثمانؓ کی دیانتداری و جان نثاری کے مقام کو مد نظر رکھیں اس کے بعد کوئی فیصلہ کریں۔

۵۔ اگر یہ خاندان زبانِ رسالت کے ذریعے لائقِ نفرت، قابلِ حقارت اور

لعن کا مورد ہے تو حضرت علی المرتضیٰ نے قبیلہ بنو امیہ (جس کی الحکم اور اس کی اولاد ایک بڑی شاخ ہے) کے حق میں مذکورہ بالا فضیلت و منقبت کے اقوال کیسے فرمادیتے اور ان کے عمدہ خصال کس طرح شمار کر دیتے؟

۶۔ نیز حضرات حسینؑ نے جنگ جمل میں مروان کی گرفتاری پر مروان کو ہار لانے کے لیے حضرت علیؑ کے ہاں سفارش کس طرح کر دی؟ اور پھر حضرت علیؑ نے اس کے حق میں سفارش کیسے منظور فرمائی؟

۷۔ سہل بن سعد (صحابی)، علی بن الحسین ہاشمی (یعنی زین العابدین تابعی، عروہ بن زبیر تابعی، سعید بن المسیب تابعی وغیرہم اکابرین امت نے مروان کی دیانت پر کیسے اعتماد کیا۔ اور اس سے روایات حدیث کیسے حاصل کیں؟

۸۔ امام مالکؒ نے اپنے ”موطا“ میں مسائل شرعی میں اعتماد کرتے ہوئے مروان سے متعدد مسائل کیسے نقل کر دیئے؟

۹۔ امام محمد بن حسن الشیبانی نے اپنے ”موطا“ میں مروان سے بہت سے مسائل شرعی کیسے نقل کر دیئے؟

۱۰۔ مشہور صحابی حضرت ابو ہریرہؓ مدینہ طیبہ پر ایسے مروان کا نائب مناب اور قائم مقام ہونا کیسے گوارا کرتے تھے؟

۱۱۔ حضرت سیدنا زین العابدین کا قول اموی خلفاء کے حق میں کیسے صحیح ہوا؟ جب کہ ایک شخص کے جواب میں آپ نے فرمایا:-

”بل نصلی خلفہم و نناکھم بالسنة“

”یعنی ہم بنی امیہ خلفاء کے پیچھے نمازیں پڑھیں گے اور ان کے ساتھ رشتہ داری کا تعلق سنت کے مطابق قائم کریں گے“

۱۲۔ سیدنا زین العابدینؑ کے حق میں علامہ زہری کا قول کس طرح صحیح ہوگا۔ وہ فرماتے ہیں کہ احسنہم طاعة احبہم الی مروان و عبد الملک بن مروان۔ یعنی اہل بیت حضرات میں سے سیدنا زین العابدینؑ مروان و عبد الملک بن مروان کے نہایت عمدہ تابعدار ہیں اور اس کی طرف زیادہ محبت رکھنے والے ہیں۔

۱۳۔ مزید تذبذب فرمائیے۔ اگر بالفرض فرمان نبوی کے اعتبار سے بنی امیہ مذموم و مبغوض ہیں اور خصوصاً الحکم اور اس کی اولاد مروان وغیرہ ملعون ہے تو پھر ایسے مخوس خاندان کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰؑ کی اولاد شریف نے رشتہ داری کے نسبی تعلقات کیسے قائم فرمادیتے؟ اور لطف یہ کہ متعدد رشتے حضرت علیؑ کی اولاد نے مروان کی اولاد کو دیئے ہیں ان سے بے نہیں مثلاً:-

(۱)۔ رملہ بنت علی بن ابی طالبؑ مروان کے بیٹے معاویہ کے نکاح میں تھی۔

(۲)۔ حسن ثنیٰ کی لڑکی (زینب) مروان کے پوتے ولید بن عبد الملک بن مروان کے نکاح میں تھی۔

(۳)۔ امام حسنؑ کی پوتی (نفیثہ بنت زید بن امام حسن) مروان کے پوتے ولید بن عبد الملک بن مروان کے نکاح میں تھی۔

(۴)۔ امام حسنؑ کی پوتی (خدیجہ بنت الحسین بن حسن) مروان کے بھائی الحارث بن الحکم کے پوتے اسمعیل بن عبد الملک بن الحارث کے نکاح میں تھی اسی خدیجہ کو ام کلثوم کے نام سے بھی ذکر کیا جاتا ہے۔

(۵)۔ خدیجہ لہذا کے نکاح کے بعد ان کی چچا زاد بہن (حمادہ بنت الحسن المثنیٰ بن امام حسنؑ) مروان کے حقیقی بھائی الحارث بن الحکم کے پوتے اسمعیل بن عبد الملک بن الحارث کے نکاح میں تھیں۔

مذکورہ بالا امور کے حوالہ جات قبل ازین امیر معاویہؓ اور مروان کے حالات میں

بحث ثالث

بحث لہذا میں اس مسئلہ کو دو طریقہ سے پیش کیا جاتا ہے۔ ایک طریقہ تو یہ ہے کہ معلوم کیا جائے "اقربا نوازی" کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ شرعاً کس طرح محمود اور صحیح ہے؟ اور کن کن صورتوں میں مذموم اور قبیح ہے؟ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ واقعات کے اعتبار سے اس مسئلہ کو معلوم کیا جائے اور دور عثمانی سے پہلے گذشتہ ادوار عہد نبوی، عہد فاروقی اور بعد والے ایام عہد رضویٰ میں غور و فکر کر لیا جائے کہ ان ایام میں رشتہ داروں کو مناصب دینے میں کیا طرز اختیار کیا گیا؟ اور عہدہ جات تقسیم کرنے میں قبیلہ داری کی رعایت رکھی گئی؟ یا تو بیوں کو حکومت کے مناصب سے الگ رکھا گیا؟ ان ہر دو طریق سے مسئلہ ہذا خوب واضح ہو جائے گا۔

طریق اول

شریعت میں اقربا کے ساتھ حسن سلوک کا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(۱) — وَأَعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ... الخ

یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو اور والدین کے ساتھ احسان اور بھلا کرو اور رشتہ داروں کے ساتھ اور یتیمائی اور مسکین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ (قرآن مجید۔ پارہ پنجم۔ پاؤ اول)

(۲) — إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَالِاتِّبَاعِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ۔

یعنی اللہ تعالیٰ امر کرتے ہیں انصاف کرنے کے ساتھ اور احسان کرنے کے ساتھ اور رشتہ داروں کو ان کے حقوق دینے کے ساتھ اور منع فرماتے ہیں بے حیائی کے کاموں سے اور بُرے کاموں سے اور زیادتی کرنے سے۔ (پارہ ۱۴۔ پاؤ چہارم)

حدیث شریف میں آیا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "عن ابي عبد الله النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ابوالبراء یصل الرجل وذا بیہ (بعد ان بیوی)

یعنی کامل صلہ رحمی یہ ہے کہ اپنے والد کے بعد اس کے احباب کے ساتھ حسن سلوک اور اچھا معاملہ کیا جائے۔

(۱) — مسلم شریف، ج ۲، ص ۳۱۴۔ باب فضل صلۃ

اصدقاع الملاب والام و نحوھا۔ طبع نور محمدی دہلی

(۲) — ابوداؤد شریف، ج ۲، ص ۴۵۳۔ باب فی

برالوالدین۔ طبع مجتہبائی دہلی۔

اسی طرح بہت سی نصوص شرعیہ میں اقربا کے ساتھ حسن سلوک کا حکم ہے اور اپنے رشتہ داروں کے ساتھ اچھا معاملہ رکھنے کی تاکید ہے۔

لہذا حضرت عثمان نے اپنے رشتہ داروں کے ساتھ عہدہ اور مناصب کے معاملہ میں اگر رعایت فرمائی ہے تو یہ شرعی احکام کے موافق ہے۔ طریق شریعت کے برخلاف نہیں۔

"اقربا نوازی" کے مذموم اور ناجائز ہونے کی صورت یہ ہے کہ غیر کے حق کو

دبا کر اپنے قریبی کو دے دیا جاتے۔ اسی طرح دوسرے شخص کے حق کو ضائع کر کے اس کی اجازت کے بغیر اپنے رشتہ دار کو مستحق قرار دیا جاتے۔ یہ طریق کار شریعت میں قبیح شمار کیا جاتا ہے۔

اگر یہ صورت نہ ہو تو رشتہ دار کو منصب عطا کرنے میں کچھ ستم نہیں بشرطیکہ وہ اس کا اہل ہو۔

طریق ثانی

اس طریقہ کے متعلق ناظرین کرام کی خدمت میں دو نبوی کے چند اہم مناصب اور عہدے پہلے ذکر کیے جاتے ہیں جو سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رشتہ داروں (بنو امیہ اور بنو ہاشم) کو عنایت فرماتے تھے۔ اس کے بعد دور فاروقی اور اس کے بعد عہد مرقضوی کے مناصب ذکر کیے جائیں گے جو انہوں نے اپنے اقرباء کے لیے تجویز فرماتے تھے۔ تاکہ اس مسئلہ کو اہل فہم و فکر حضرات واقعات کی شکل میں حل فرما سکیں۔ اور باقی ادوار کے ساتھ عثمانی دور کا تقابل و توازن بھی قائم کر سکیں۔

دو نبوی میں اقرباء کیلئے مناصب ہی کے چند واقعات

اول۔ حضور علیہ السلام نے اپنے داماد حضرت عثمان بن عفان کو اپنے دور رسالت میں کئی اہم مناصب اور عہدوں پر فائز فرمایا مثلاً۔
۱۔ کتابت وحی کا عہدہ انہیں عنایت فرمایا گیا اور کتابان وحی میں حضرت عثمان شامل تھے۔

۱۔ زاد العادلین قیوم ج ۱، ص ۳۰۰ فصل فی کتابہ صلی اللہ علیہ وسلم

۲۔ السیرۃ النبویہ لابن کثیر، ج ۴، ص ۴۶۹۔ تحت کتاب الوحی وغیرہ بین یدیرہ۔

۳۔ سیرۃ الحللیۃ، ج ۳، ص ۳۶۴۔ باب ذکر المناہیر من کتابہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

۴۔ جوامع السیرۃ لابن خزم، ص ۲۶۔ تحت کتابہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

۲۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش مکہ کی طرف حضرت عثمان کو حضور علیہ السلام نے اپنا سفیر بنا کر روانہ فرمایا۔

حضرت عثمان کی یہ سفارت صحاح سنہ اور سیرت کی عام کتابوں میں غزوہ حدیبیہ اور صلح حدیبیہ کے موقع پر مذکور ہے۔

مشکوٰۃ شریف، باب مناقب عثمان الفضل

(ثانی والثالث، ص ۵۶۱-۵۶۲ طبع نور محمدی بی)

۳۔ حضور علیہ السلام نے حضرت علی المرتضیٰ کو غالباً ایک بار مدینہ شریف پر

اپنا نائب بنایا تھا اور حضرت عثمان کو متعدد دفعہ مدینہ طیبہ پر اپنا قائم مقام اور خلیفہ بنایا۔ ایک دفعہ غزوہ ذات الرقاع میں مدینہ پر اپنا خلیفہ بنایا۔ دوسری دفعہ غزوہ غطفان میں اپنا قائم مقام بنایا۔

۱۔ استخلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی المدینۃ

فی غزوتہ الی ذات الرقاع عثمان بن عفان واستخلفہ ایضاً

علی المدینۃ فی غزوتہ الی غطفان... الخ

(۱)۔ طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۳۹۹۔ قیم اول تحت

ذکر اسلام عثمان۔ طبع اول بیسن۔

(۲) — منہاج السنہ لابن تیمیہ، ج ۳، ص ۱۶۔

اگر بالفرض کسی صاحب کو حضرت عثمانؓ کی مذکورہ متعلقہ چیزوں میں المصادرة الی المطلوب پاتے جانے کا شبہ نظر آئے تو ان کی بجائے مندرجہ ذیل نبی امیہ کے قریبی اشخاص کے مناصب کو سامنے رکھیں اور مسئلہ میں غور فرمائیں۔

دوم — حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ جو حضرت امیر معاویہؓ کے والد ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے باعزت صحابی ہیں۔ فتح مکہ کے موقع پر اسلام لانے والے نبی امیہ کے سرداروں میں سے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا قریبی رشتہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کی حرم محترم اتم المؤمنین ام حبیبہ یعنی رملہ بنت ابی سفیان کے والد شریف ہیں۔ ابوسفیان کے حضور علیہ السلام داماد ہیں اور وہ ان کے خسر ہیں۔ یہ مسئلہ اسلامی تاریخ کے مسلمات میں سے ہے۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ کے یہ زمانہ جاہلیت میں بھی دوست تھے۔ فتح مکہ کے روز حضرت عباسؓ کی ترغیب سے ایمان لاتے تھے اور بعد از اسلام بھی خاص ہم نشین اور صاحب رہے۔ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوسفیانؓ کو کئی منصب اور عہد عطا فرمائے اور کئی اہم ذمہ داریاں ان کے سپرد فرمائیں۔ ان میں سے ذیل میں صرف چند چیزیں بالاختصار پیش خدمت ہیں جو مضمون بالا کے مناسب ہیں۔ مثلاً

اول۔ نجران کا حاکم ہونا

نجران کے علاقہ پر حضور علیہ السلام نے ابوسفیان کو عامل اور حاکم بنایا۔

”واستعملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی نجران“

(۱) — کتاب نسب قریش لمصعب الزبیری، ص ۱۲۲۔

تحت ولد حرب بن امیہ۔

(۲) — کتاب الحجر لابن جعفر بغدادی، ص ۱۲۶ تحت

امراء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۳) — تاریخ خلیفہ ابن خیاط، ج ۱، ص ۶۲ تحت

عمال نبوی۔

قبیلہ بنی ثقیف جب اسلام لائے، ان میں دوم بت شکنی کے لیے روانگی ایک بت نصب تھا جس کو وہ گرانما نہیں چاہتے تھے لیکن سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بت شکنی کے لیے حضرت ابوسفیانؓ اور نیرہ بن شعبہؓ کو روانہ فرمایا۔ انہوں نے اس کو گرا کر پاش پاش کر دیا۔

”... فابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا ان بیعت

اباسفیان بن حرب والمخیرة بن شعبة فیہد ماہا“

(۱) — سیرت ابن ہشام، ج ۲، ص ۵۴۰-۵۴۱ تحت

حالات وفد ثقیف۔

(۲) — البدایہ لابن کثیر، ج ۵، ص ۳۰-۳۳ تحت قدوم

وفد ثقیف علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

قبیلہ بنی ثقیف میں عروہ نامی اور الاسود نامی دو سوم۔ ادائیگی قرض متقروض شخص تھے ان کے قرضہ کو اتارنے کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوسفیانؓ کو منتخب فرمایا تاکہ وہاں سے مال لے کر ان دونوں کے قرض کو اتاریں۔ پس حضرت ابوسفیانؓ نے حسب فرمان نبوی ان کا قرض ادا کیا۔

فامرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اباسفیان

ان یقضی دین عروہ والاسود من قال الطاغیة فلما جمع

المغيرة مالها قال لابي سفيان ان رسول الله صلى الله عليه وسلم
قد امرك ان تقضى عن عرفة والاسود وبينهما فقصي عنهما
رسيرت ابن هشام، ج ۲، ص ۵۴۲ تحت
امروذ ثقيف واسلامها

ایک دفعہ مکہ مکرمہ میں سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے مال
چھارم: تقسیم مال | ارسال فرمایا جو قریش مکہ میں تقسیم کرنا مقصود تھا۔ وہ
حضرت ابوسفیان کی تحویل میں دیا گیا اور ان کے ذریعے قریش مکہ میں تقسیم ہوا یہ فتح
مکہ کے بعد کا واقعہ ہے چنانچہ اس واقعہ کو عمرو بن فخر نے مندرجہ ذیل الفاظ میں
ذکر کیا ہے۔

”دعانی رسول الله صلى الله عليه وسلم وقد اراد ان
يبعثني بمال الى ابي سفيان يقسمه في قریش بمكة بعد الفقه
..... فبضينا حتى قد منا مكة فدعت المال الى ابي
سفيان... الخ“

(۱) طبقات ابن سعد، ص ۳۲۲-۳۲۳، ج ۴، قسم ثانی۔
طبع لیدن تحت عمرو بن فخر۔

(۲) السنن الكبرى للبيهقي، ج ۱، ص ۱۲۹ کتاب
آداب العاصی - باب الاحتیاط فی قرآءة الكتاب

تنبیہ: حضرت ابوسفیان کے حق میں بہت سے مناقب و فضائل
حدیث و سیرت و تاریخ اسلامی کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں اور ان کے مجاہد
کارنامے و ملی خدمات بہت کچھ دستیاب ہیں دہم نے یہاں ان میں سے صرف چار عدد
ذکر کر دیتے ہیں، ان کی تمام ذہنی خدمات اور سماجی پر تہتیب دور کر کے مُصنفاً نظر

رکنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضرت موصوف کے خلاف جو کچھ مواد روایات میں
لکھائی دیتا ہے (خواہ طبری میں ہو یا جسزری وغیرہ میں) وہ واقعے کے
اعتبار سے صحیح نہیں اور فنی تجزیہ کی روشنی میں وہ روایات عموماً سداً مجرد و مقدرج
ہیں۔ یا پھر وہ معروف روایات کے خلاف ہونے کی وجہ سے تناً منکر میں یا شاہد ہیں
ان صورتوں سے خالی نہیں۔

اور جن حضرات نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے کردار کو خراب
رکنے اور ان کے دینی مقام کو گرانے والی روایات کا ذکر کیا ہے۔ انہوں نے نہ مقام
صحابہ کا لحاظ کیا ہے نہ عظمت صحابہ کو ملحوظ رکھا ہے، نہ شان صحابہ کی رعایت کی ہے۔
بلکہ ان روایات کے حق میں فنی تجزیہ کرنے کی تکلیف ہی گوارا نہیں فرمائی تاکہ ان پر ان کا
ستم واضح ہو سکتا اور درایت کے اعتبار سے اس مواد کا ملاحظہ ہی نہیں کیا کہ اس کا
واقعہ کے بر خلاف ہونا معلوم ہو سکتا۔ قبائلی تعصب، خاندانی نفرت، نسلی امتیازات
کے یہ کرتے ہیں ورنہ ان چیزوں کو نقلاً و عقلاً جانچ لینے سے کوئی بات مانع نہیں تھی۔

(بہا ہم اللہ تعالیٰ خیر الہدایہ و عافا ہم عن العسبیتہ)

سوم — حضرت ابوسفیانؓ کے لڑکے یزید بن ابی سفيان ہیں جو امیر معاویہؓ
کے بڑے بھائی ہیں اور حضور علیہ السلام کے قریبی رشتہ دار ہیں یعنی حضرت کے حرم محترم
ام المؤمنین ام حبیبہ بنت ابی سفيان کے برادر ہیں۔ اس صورت میں یزید بن ابی سفيانؓ
آپ کے برادر نسبتی ہوتے اور حضور علیہ السلام ان کے بہنوئی ہوتے۔ ثمری عمدہ صلاحتوں
کے مالک تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر اسلام لاتے تھے۔ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت
میں غزوہ حنین میں شریک ہوئے اور ان کو آپ نے غزوہ حنین سے بہت سامان عنایتاً
فرمایا تھا۔

سیرت اور اسلامی تاریخ کے علمائے ان کو یزید الخیر کے نام سے یاد کیا ہے۔

(۱) — طبقات ابن سعد، ج ۷، ق ۲، ص ۱۲۷۔ تحت
ذکر یزید بن ابی سفیان اموی۔

(۲) — البدایہ، ج ۷، ص ۹۵۔ تذکرہ یزید بن ابی سفیان
تحت ۱۸ طبع اول۔

یزید بن ابی سفیانؓ کو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی لیاقت اور صلاحیت
کی بنا پر اپنے عہد نبوت میں متعدد اعزاز بخشے اور کئی مناسب ان کو نصیب ہوئے مثلاً:
(۱) — یزید بن ابی سفیانؓ کا شمار کاتبان وحی نبوت میں کیا گیا اور علمائے کاتبان
وحی کا شمار کرتے ہوئے دکھایا ہے کہ:

”..... ومعاویۃ بن ابی سفیان ای واخوہ یزید... الخ“

(۱) جوامع السیرۃ لابن خزم، ص ۲۶ (۲) سیرت حلبیہ، ج ۳، ص ۳۶۴۔ باب ذکر
تحت کتابہ صلی اللہ علیہ وسلم المشاہیر من کتابہ صلی اللہ علیہ وسلم،

(۲) — حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یزید بن

ابی سفیان کو قبیلہ بنی فراس کے صدقات پر عامل و حاکم بنایا۔ وہ قبیلہ ان کے نبیوں
کا تھا۔

— یزید بن ابی سفیان صحرا بن حرب بن امیہ بن عبد شمس القرشی الاموی امیر

الاشام و اخو الخلیفہ معاویہ کان من فضلاء الصحابہ من مسلمۃ الفتح۔

واستعملہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی صدقات بنی فراس

وکانوا احوالہ... الخ“

(۱) — الاصابہ مع الاستیعاب، ص ۶۱۹، ج ۳۔

تحت یزید بن ابی سفیانؓ۔

(۲) — اسد الغابہ، ص ۱۱۲، ج ۵۔ تحت یزید مذکور

(۳) — اور ابو جعفر بغدادی نے کتاب الحجرت میں لکھا ہے کہ آنجناب صلی
اللہ علیہ وسلم نے یزید بن ابی سفیانؓ کو تیما کے علاقہ پر بھی امیر بنایا تھا۔

— ویزید بن ابی سفیانؓ (امسرا) علی تیما... الخ“

د کتاب الحجرت، ص ۱۲۶۔ تحت امراء رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم

چھام — حضرت ابو سفیانؓ کے لڑکے امیر معاویہؓ مشہور و معروف صحابی

ہیں اور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ دار ہیں یعنی حضرت کے حرم محترم
ام المؤمنین ام حبیبہ بنت ابی سفیانؓ کے بھائی ہیں۔ اس لحاظ سے حضرت امیر معاویہؓ

بن ابی سفیانؓ کو آنجناب کے برادرِ نسبتی ہونے کا شرف حاصل ہے اور دوسری بیبات
ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم زلف بھی ہیں یعنی ام المؤمنین ام سلمہؓ
کی بہن قرینۃ الصغریٰ امیر معاویہؓ کے نکاح میں تھیں جیسا کہ قبل ازیں بحث ثانی میں
نبی رد ابط کے تحت تفصیلاً ذکر کیا جا چکا ہے۔

(۱) — نسب قریش لمصعب الزبیری، ص ۱۲۳-۱۲۴۔

تحت ولد ابی سفیان بن حرب۔

(۲) — کتاب الحجرت، ص ۱۰۲۔ طبع حیدرآباد دکن۔

(۱) — امیر معاویہؓ کو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابت کے عہدہ

پر فائز فرمایا ہوا تھا۔ دیگر کاتبان وحی کے ساتھ ان کا شمار تھا جیسا کہ علماء سیرت
لنگار نے ذکر کیا ہے۔

البنۃ علامہ ابن خزم اور علی بن برہان الدین الحلبی وغیرہما نے مزید تصریح کر دی

ہے کہ یزید بن ثابت انصاریؓ اور (فتح مکہ کے بعد) امیر معاویہؓ انحضرت رسالتاب

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں کتابت کے لیے حاضر باش خادم تھے چاہے

وحی کی کتابت ہونخواہ غیر وحی کی ہو۔

... وكان زيد بن ثابت من الزم الناس لذلك ثم تلاه معاوية بعد الفقه فكانا ملازمين للكتابة بين يديه صلى الله عليه وسلم في الوحى وغير ذلك لاعمل لهما غير ذلك -

۱۔ جوامع السيرة لابن حزم الاندلسي، ص ۲۷۔

تحت کتابہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

۲۔ سيرة الحلبي، ج ۳-۳۶۴۔ باب ذکر المشاهير

من کتابہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۲)۔ عہد نبوی میں بعض اوقات حضرت امیر معاویہؓ کو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض لوگوں کو قطعہ اراضی دینے کے لیے بھی روانہ فرمایا تھا۔ چنانچہ وائل بن حجر کو حضرت امیر معاویہؓ کے ذریعے زمین عنایت فرمائی گئی تھی قبل ازیں یہ واقعہ بحث اول کے عنوان "الشام" کی ابتدا میں ذکر کیا جا چکا ہے۔

(۱)۔ تاریخ کبیر امام بخاری، ص ۱۷۵-۱۷۶ جلد ۱۰

القسم الثاني تحت وائل بن حجر۔

(۲)۔ اسد الغابہ، ج ۵ ص ۸۱۔ تحت وائل بن حجر۔

(۳)۔ الاصابہ، ج ۳ ص ۵۹۲ ذکر وائل بن حجر۔

حضور علیہ السلام کے قریبی رشتہ داران جو نبی (امیہ سے ہیں) کے چند مناصب ہم نے ذکر کیے ہیں جو ان کو عہد نبوت میں دیتے گئے۔ اب ذیل میں وہ چند عہدے ذکر کیے جاتے ہیں جو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رشتہ داران بنی ہاشم کو عنایت فرماتے تھے۔

دور نبوی میں بنی ہاشم کے عہدہ جات

(۱)۔ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا زاد بھائی حضرت جعفر طیار کو غزوہ موتہ شہ میں امیر لشکر بنا کر بھیجا تھا۔ انکے ساتھ عبداللہ بن رواحہ اور زید بن عاصہ کو بھی یکے بعد دیگر امیر مقرر فرمایا تھا۔

(۲)۔ تیدا لکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر کے آخری ایام شہ میں جس موقع پر فتح خیبر ہوئی تھی۔ حضرت علی المرتضیٰ کو امیر لشکر مقرر کر کے روانہ فرمایا۔

(۳)۔ نیز حضرت علی المرتضیٰ کو یمن کے علاقہ پر شہ میں ایک فوجی حاکم تجویز فرما کر ارسال کیا تھا۔

(۴)۔ غزوہ تبوک شہ کے موقع پر جب آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ ہند میں تشریف لے گئے تو حضرت علی المرتضیٰ کو وقتی طور پر ناگہ امور کے لیے مدینہ طیبہ میں اپنا نائب بنا یا تھا۔

یہ واقعات چونکہ سیرت طیبہ اور اسلامی تاریخ کے مشہور اور مستحکمات میں ہیں اس بنا پر حوالہ جات لڑ کر نہ کی ضرورت نہیں سمجھی گئی اور مضمون میں طوالت سے اجتناب کرنا بھی خصوصاً مطلوب ہے۔

مندرجات بالا کے ذریعے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کے دور مبارک میں آنجناب نے اپنے بنی امیہ رشتہ داروں اور بنی ہاشم اقربا کو موقع بہ موقع عہدے اور مناصب عنایت فرماتے۔ مذکورہ بالا تمام واقعات میں یہ تعامل اور کارکردگی

مسئلہ انداکو واضح کرتی ہے کہ حضرت سیدنا عثمان بن عفان نے بعض اقربا کو مناصب اہی کے سلسلے میں کوئی جدید راز اختیار نہیں کیا بلکہ اس مسئلہ میں حضرت عثمان کا طرز عمل نبوی طرفیہ کے مطابق تھا۔

نیز واضح ہوا کہ اس مسئلہ میں حضرت عثمان سے کوئی غلطی سرزد نہیں ہوئی تھی اور نہ ہی ان کا یہ کام شرعاً و اخلاقاً ویسا سٹہ غلط تھا اور امام المزیں

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ راشد حضرت عثمان کو مسئلہ ہذا میں غلط کار و خطا کا قرار دینے سے بیزاریاہ ہل ہے کہ انہیں غلط کہنے والوں کو غلط کار و خطا وار تصور کیا جائے۔

عہد فاروقی میں اقربا نوازی

(۱)۔ حضرت سیدنا فاروق اعظم نے اپنے قریبی رشتہ دار قدامت بن مظعون کو بحرین کا والی و حاکم بنا یا تھا۔ حضرت عمرؓ کی مرضی حضرت جوام المؤمنین ہیں، اور ان کے لڑکے عبداللہ بن عمر کے ناموں سے تھے۔

» ان عمر بن الخطاب استعمل قدامته بن
مظعون علی البحرین وهو حال حفصة وعبد اللہ بن عمر»

۱۔ المصنف لعبد الرزاق جز ۹ ص ۲۴۰-۲۴۱۔

باب من حد من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۲۔ تاریخ نلیف بن خیاط ج ۱ ص ۱۸۵ تحت تسمیة عمال عمر بن الخطاب۔

(۲) حضرت عمرؓ کے قبیلہ بنی عدی سے ایک بزرگ النعمان بن عدی ہیں وہ
حبشہ کے ہاجرین میں سے تھے۔ ان کو حضرت عمرؓ نے ميسان کے علاقہ کا ولی
بنایا تھا۔ اگرچہ بعد میں اس منصب سے الگ کر دیا گیا۔

— وانه من مهاجرة الحبشة وولى عمر النعمان هذا ميسان۔

(الاصابة لابن حجر ج ۳ ص ۵۳۳ تحت حرف النون (النعمان بن عدی)

عہد مرتضوی میں خویش نوازی

اسی طرح حضرت علی المرتضیٰ نے اپنے دور خلافت میں تقریباً چھ عدد یا اس سے زیادہ
اپنے رشتہ داروں کو اعلیٰ مناصب دیئے اور مختلف مقامات پر ان کو ولی و حاکم بنایا۔
اول۔ عبید اللہ بن عباس بن عبد المطلب بن ہاشم :-

حضرت علیؓ نے اپنے چچا زاد برادر (عبید اللہ) کو یمن کے علاقے کا ولی بنایا۔
۳۶ اور ۳۷ میں ان کو حج کا امیر بھی مقرر کیا۔

(الیمن) واستعمله علی بن ابی طالب علی الیمن وامرہ

فحج بالناس سنة ۳۶ وسنة ۳۷ ومات عبید اللہ بالمدينة»

(۱)۔ تاریخ خلیفہ ابن خیاط، ج ۱ ص ۱۸۴-۱۸۵ تحت

تسمیة عمال علی بن ابی طالب۔

(۲)۔ کتاب نسب قریش لمصعب الزبیری، ص ۲۴ تحت

ولد العباس بن عبد المطلب۔

۳۔ الاصابہ، ج ۲، ص ۴۴۰ تحت عبید اللہ
بن عباس۔

دوم۔ قثم بن العباس بن عبد المطلب :-

حضرت علیؓ نے اپنے چچا زاد بھائی قثم بن العباس کو مکہ شریف اور

طائف کا ولی بنایا۔

(مکہ مکرمہ) وولى قثم بن العباس فله یزول علیہا مکة
والیاً حتی قُتِلَ عَلِیٌّ»

(تاریخ خلیفہ ابن خیاط، ج ۱، ص ۱۸۵ تحت تسمیة

عمال علی بن ابی طالب)

..... وکان علی مکة والطائف قثم بن العباس»

(تاریخ ابن جریر طبری، ج ۶، ص ۵۳ در آخر ۳۸)

اور اسی سال ۳۵ھ میں قثم بن العباس نے حضرت علیؓ کی طرف سے لوگوں
کو حج کرایا اور وہ ان دنوں حضرت علیؓ کی طرف سے مکہ شریف کے حاکم تھے»

(مکہ مکرمہ) و حج بالناس فی هذا السنة سنة ۳۵ھ

قثم بن العباس من قبل علی علیہ السلام وکان قثم

یومئذ عامل علی علی مکة الخ»

(تاریخ ابن جریر طبری، ج ۶، ص ۷۷۔ در آخر سن

۳۵ھ)

مزید یہ بات بھی علماء نے لکھی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ نے اپنے چچا زاد

برادر (عبید بن العباس بن عبد المطلب) کو بھی مکہ شریف کا ولی بنایا تھا۔ چنانچہ دارقطنی

کی کتاب الاخرة کے حوالہ سے درج ہے کہ :-

”..... و ذکر الدارقطنی فی کتاب الاخوة
ان علیاً ولآء مکة“

الاصابه لابن حجر، ج ۳، ص ۴۵، تحت

معبدين العباس بن عبد المطلب ۸۳۳

مندرجات بالا کے ذریعہ واضح ہوا کہ مکہ شریف پر حضرت علیؑ کی
طرف سے متعدد والی کیے بعد دیگرے مقرر ہوئے۔ ان میں فتم بن العباس اور
معبدين العباس دونوں ہاشمی حضرات تھے اور چچا زاد برادر تھے۔

سوم — تمام بن العباس بن عبد المطلب :-

حضرت علی المرتضیٰ نے اپنے ایام خلافت میں مدینہ شریف پر پہلے سہل بن حنیف
کو والی بنایا۔ اس کے بعد ان کو معزول کر کے اپنے چچا زاد برادر تمام بن العباس کو
مدینہ کا والی بنایا۔ بعض لوگ اسی کو تمام بن العباس بن عبد المطلب کے نام سے
بھی تعبیر کرتے ہیں۔

(المدینة الطيبة)..... ثم عدله (سہل بن حنیف) وولی

تمام بن العباس“

۱۔ تاریخ خلیفہ ابن خیاط، ج ۱، ص ۱۸۵۔ تحت تسمیہ

عقال علی بن ابی طالب

۲۔ تاریخ ابن جریر طبری، ج ۶، ص ۵۳۔ در آخر ۳۷ھ

چہ مادام — عبد اللہ بن العباس بن عبد المطلب :-

حضرت علی المرتضیٰ نے بصرہ کے علاقہ پر اپنے چچا زاد برادر عبد اللہ بن العباس
کو والی و حاکم بنایا جب ابن عباس باہر کہیں تشریف لے جاتے تو زیاد کو اپنا قائم
مقام بناتے“

(البصرة)..... و ولی عبد اللہ بن العباس ف شخص ابن عباس
واستخلف زیاداً“

تاریخ خلیفہ ابن خیاط، ج ۱، ص ۱۸۶۔ تحت تسمیہ عقال

علی بن ابی طالب۔

”..... وکان علی البصرة عبد اللہ بن العباس... الخ“

تاریخ ابن جریر طبری، ج ۶، ص ۵۳۔ در آخر ۳۷ھ

پنجم — محمد بن ابی بکر :-

حضرت علی المرتضیٰ نے اپنے متبنی محمد بن ابی بکر (جو کہ آپ کی بیوی اسماء بنت عیس

سے حضرت ابو بکرؓ کا لڑکا تھا) کو مصر کا والی بنایا پھر وہ وہاں قتل کر دیا گیا“

(مصر)..... ف ولی محمد بن ابی بکر فقتل بها.....“

۱۔ تاریخ خلیفہ ابن خیاط، ج ۱، ص ۱۸۶۔ تحت

تسمیہ عقال علی بن ابی طالب۔

۲۔ تاریخ ابن جریر طبری، ج ۶، ص ۵۳۔ در آخر

سنتہ ۳۷ھ۔

ایک تا تیدی حوالہ

علامہ ابن تیمیہ نے منہاج السنہ، جلد ثالث میں مذکورہ بالا ہر پانچ اقارب
مرتضوی کو یکجا ذکر کیا ہے اور اس مقام میں یہی مضمون مذکور ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؑ
نے ان پانچ قریبی رشتہ داروں کو ان کلیدی اسمیوں پر اپنے دور خلافت میں
متعین فرمایا۔ اہل علم کی تسلی کے لیے بعینہ عبارت درج کی جاتی ہے۔

”..... و معلوم ان علیاً ولی اقاربه من قبل ابیہ و امہ

كعبد الله وعبيد الله ابني عباس فولى عبيد الله بن عباس على
اليمن وولى على مكة والطائف قثم بن العباس واما المدينة
فقتيل انه ولى عليها سهل بن حنيف وقيل ثمامة العباس و
اما البصرة فولى عليها عبد الله العباس وولى على مصر ربيعة
محمد بن ابى بكر الذى رباة فى مجرعة -

(منهاج السنة، ج ۳، ص ۴۲، تحت جرابات
مطاعن عثمانى)

نشتم — مذکورہ پانچ عزیزوں کے علاوہ ایک اور رشتہ دار یعنی
حضرت علیؑ کا خواہر زادہ رجدہ بن ہبیرہ بن ابی وہب القرشى الخزرجى جس کی ماں کا نام
ام ہانی بنت ابی طالب ہے) کو حضرت علی المرتضیٰ نے خراسان کے علاقہ کاولی بنایا۔
۱۔ بعث علی بعد ما رجع من صفین جعدة بن هبيرة
الخزومی وام جعدة ام هانی بنت ابی طالب الی خراسان فاتتهی
الی ابرشهر“

(تاریخ ابن جریر طبری، ص ۵۳ - ج ۶ - آخر ۳۷۷ھ)

۲۔ وولى خراسان لعلی . . . الخ“

۱۔ الاصابہ، ج ۱، ص ۲۳۸ - تحت حرف الجیم ۱۱۶۱

(رجدہ بن ہبیرہ)

۲۔ الاصابہ، ج ۱، ص ۲۵۸ - تحت القسم الثانی ۱۲۶۵

(رجدہ بن ہبیرہ)

تائیدی حوالہ جات

(شیعہ کتب سے)

حضرت علیؑ کے دور کے حکام اور ولایت (جو حضرت علیؑ کے قریبی رشتہ دار
ہیں) کا مختصر سا خاکہ ناظرین کے سامنے پیش کیا گیا ہے جس میں تقریباً سات عدد اقربا
مذکور ہوئے ہیں یعنی عبید اللہ بن عباس، قثم بن عباس، معبد بن عباس، تمام بن عباس
عبد اللہ بن عباس، محمد بن ابی بکر اور جعدہ بن ہبیرہ -

اب اس مسئلہ کی تائید میں شیعہ مؤرخین کی طرف سے ایک دو حوالے پیش خدمت
ہیں۔ قدیم شیعہ مؤرخ یعقوبی لکھتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ نے عثمان بن عفان کے حکام
کو ابو موسیٰ اشعری کے بغیر شہروں اور علاقہ جات سے معزول کر دیا اور اپنے چچا زار
برادر قثم بن عباس کو مکہ کاولی بنایا اور عبید اللہ بن عباس کو یمن کاولی بنایا۔

— وعزل علی عمال عثمان عن البلدان خلا ابی موسیٰ الاشعری

کلمة فيه الاشتقاق وولى قثم بن العباس مكة وعبيد الله

بن العباس اليمن“

(تاریخ یعقوبی دا محمد بن ابی یعقوب بن جعفر الکاتب

العباسی المعروف بیعقوبی ۲۵۹ھ) ج ۲، ص ۱۴۹ -

تحت خلافة امیر المؤمنین علی علیہ السلام جدید طبع بیروت

— وكتب ابو الاسود الدثلی وكان خلیفة عبد الله بن

العباس بالبصرة الی علی . . . الخ“

(تاریخ یعقوبی، ج ۳، ص ۲۰۵ - تحت خلافت

امیر المؤمنین علیہ السلام - طبع جدید بیروت)

مندرجات بالا کے ذریعے واضح ہو گیا کہ مرتضوی دورِ خلافت میں حضرت علیؑ کے قریبی رشتہ دار کلیدی اسامیوں پر مقرر تھے اور اعلیٰ مناصب پر فائز تھے۔ اگر یہی چیز اقربانوازی سے تعبیر کی جاتی ہے جس کو عثمانی دور کے معترضین اہباب حضرت عثمانؓ پر بطور طعن تجویز کرتے تھے۔ تو یہ حضرت علیؑ کے دور میں واضح طور پر پائی جاتی ہے۔ یہ اس دور کا مسلمہ مسئلہ ہے۔

ہماری رائے میں یہ حضرت عثمانؓ پر کوئی طعن نہیں تھا جس کو طعن تصور کر لیا گیا، بلکہ ایک وقتی مصلحت اور مقامی ضرورت تھی جو حضرت عثمانؓ نے اختیار فرمائی تھی۔ جیسا کہ حضرت علیؑ کے دور پر ہم اقربانوازی کے مسئلہ میں اعتراض نہیں کرتے بلکہ اس چیز کو اس دور کے وقتی تقاضوں پر محمول کرتے ہیں۔

اس طریقہ سے ان دونوں بزرگوں کا احترام بھی ملحوظ رہتا تھا اور تاریخی واقعات کا صحیح محمل بھی قائم ہو جاتا ہے۔

اور اگر بات کو خواہ مخواہ طول دینا مطلوب ہو اور جا بجا طعن کھڑے کرنے ہوں تو پہلے دور نبوی کو ملاحظہ کیجیے۔ پھر دور فاروقی کو دیکھیے، پھر مرتضوی دور کو جانچیے۔ اس کے بعد عثمانی دور کو سامنے رکھیے۔

مذکورہ سب ادوار میں اقربانوازی کی گئی ہے اور قریبی رشتہ داروں کو مناصب دی ہوتی رہی ہے پھر صرف حضرت عثمانؓ کے دور کو ہی کیوں مورد طعن تجویز کیا جاتا ہے۔

ایک عذر اور اس کا جواب

حضرت عثمانؓ کے دور پر اقربانوازی کا اعتراض قائم کرنے والوں کی طرف سے یہ بھی عذر لنگ پیش کیا جاتا ہے کہ حضرت علیؑ اپنے دورِ خلافت میں اقربا کو

حاکم و والی بنانے میں مجبور ہو گئے تھے بعض باصلاحیت صحابہ کرام معتزل ہو گئے تھے بعض فوت ہو چکے تھے اور کچھ حضرات تعاون نہیں کر رہے تھے اور کچھ حضرات فریقِ مقابل سے منتفق ہو گئے تھے۔ اس قسم کی مجبوریوں کی وجہ سے حضرت علیؑ نے اپنے چچا زاد برادران کو کلیدی اسامیوں پر متعین کیا۔

اس شبہ کے ازالہ کے لیے مختصراً اتنا بیان کر دینا کافی ہے کہ مذکورہ بالا معذرت واقعات کے خلاف ہے اس لیے کہ صحابہ کرام کی ایک کثیر تعداد حضرت علی المرتضیٰ کے علاوہ خلافت میں موجود تھی اور حضرت علیؑ کے خلاف نہ تھی۔ اگر ان سے استفادہ کیا جاتا تو حکومت کے امور میں حصہ لینے کی صلاحیت رکھتی تھی۔ اتنی بالباقت کثیر تعداد صحابہ کی موجودگی میں اپنے اقرباء کی طرف مجبور ہونے کا تحمل محض خوش فہمی ہے اور عذر لنگ ہے۔

جو صحابہ کرام مرتضوی حلقہ خلافت میں مقیم تھے ان میں سے بعض حضرات کی ایک مختصر فہرست ناظرین کرام کے ملاحظہ کے لیے پیش خدمت ہے مثلاً

(۱) عبدالرحمن بن ابی بکرؓ

(۲) انس بن مالکؓ

(۳) زید بن ارقمؓ

(۴) حکیم بن حزامؓ

(۵) ابو ہریرہؓ

(۶) سعید بن زیدؓ

(۷) معقل بن یسارؓ

(۸) عمران بن حصینؓ

(۹) جبیر بن مطعمؓ

(۱۰) ابو مخذومہ (مؤذن نبوی)

(۱۱) عمرو بن حزم انصاریؓ

(۱۲) جلیب بن عبدالعزیٰ وغیرہ

(۱۳) عثمان بن ابی العاصؓ

(۱۴) قیس بن سعد بن عبادہؓ انصاری

(۱۵) کرز بن علقمہؓ

(ملاحظہ ہو: اسد الغابہ - دول الاسلام للذہبی - الاصابہ معہ الاستیعاب)

مطلب یہ ہوا کہ اس قسم کے صحابہ کرام کی ایک کثیر تعداد یقیناً موجود تھی جن کو حکومت کے مسائل میں منصب دیا جاسکتا تھا۔ اقرباء کی طرف رجوع کرنے کی ہرگز مجبوری نہ تھی۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت علیؑ نے جس طرح وقتی تقاضوں کے تحت اقرباء کو شامل حکومت کیا تھا، ٹھیک اسی طرح حضرت عثمانؓ نے بھی عصری تقاضوں کے پیش نظر بعض اقرباء کو منصب عطا فرماتے تھے۔ یہ دونوں دور اس مسئلہ میں قابل طعن اور لائق اعتراض نہیں ہیں لیکن حضرت علی المرتضیٰؑ کے دور کو اقرباء نوازی کے طعن سے بچانا اور حضرت عثمانؓ کے دور کو اس میں ملوث و مطعون کرنا خالص جانبداری اور گروہی تعصب ہے جس سے قبائلی عصبیت نمایاں ہوتی ہے اور قوم میں باہمی منافرت و اختلاف کی بنیادیں استوار ہوتی ہیں۔ اس سے اہل اسلام کو بچانے کی ضرورت ہے۔

یہاں پر بحث ثالث ختم ہوتی ہے۔

بحث اربع

اقرباء کے لیے مالی عطیات

گذشتہ بحثوں میں حضرت سیدنا عثمانؓ کے اقرباء کے لیے مناصب دہی کا تذکرہ کیا گیا۔ اب اس بحث اربع میں حضرت عثمانؓ کے خویش و اقارب کے لیے مالی عطیات کا ذکر کرنا مقصود ہے۔

حضرت عثمانؓ کے دور پر اعتراض کرنے والے احباب نے اس مسئلہ میں بھی عمدہ طریقہ سے اعتراضات قائم کیے ہیں اور لکھا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے اپنے رشتہ داروں کو بیت المال سے ناجائز طریقہ سے مالی عطیات دے دیئے اور بیت المال کے اموال کی غلط تقسیم کر دی اور بے جا طریقہ سے اپنے اقارب کو اموال عنایت کر دیئے جس کی وجہ سے لوگوں میں نفرت کے آثار پیدا ہوئے۔ وغیرہ۔

ابن مطہر الحلی اشعری فرماتے ہیں :-

”..... وكان يؤثرا هله بالاموال الكثيرة من بيت

مال المسلمين..... الخ“

(منہاج الکرامۃ فی معرفۃ الامامہ لابن المطہر الحلی اشعری
الرافضی (المتوفی ۷۶۶ھ) ص ۶۷ تحت مطاع عثمانی
مطبوعہ در آخر منہاج السنۃ جلد چہارم۔ طبع جدید لاہور)

یعنی اپنے رشتہ داروں کو حضرت عثمانؓ مسلمانوں کے مال سے اموال کثیرہ دے دیتے تھے۔

معرض دوستوں نے حضرت عثمانؓ کے متعلق یہ پوچھنا نہایت سلیقہ سے کیا ہے کہ ان کے نزدیک یہ صلہ رحمی کا تقاضا تھا، جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم کیا ہے۔

کہتے ہیں کہ

(۱) — حضرت عثمانؓ کہا کرتے تھے کہ شیخینؓ نے اپنا مالی حق بیت المال کے اموال سے ترک کر دیا تھا اور میں نے اسے لے کر اپنے اقارب میں تقسیم کیا۔

(۲) — حضرت عثمانؓ فرماتے تھے کہ شیخینؓ اس مال کے معاملہ میں اپنے نفسوں کو اور اپنے اقارب کو روکتے اور باز رکھتے تھے اور میں نے اس معاملہ میں صلہ رحمی کی تاویل کی ہے۔

(۳) — حضرت عثمانؓ فرماتے تھے کہ شیخینؓ اپنے قرابت داروں کو اموال کے روکنے کے مسئلہ میں ثواب حاصل کرتے تھے اور میں اپنے قرابت داروں کو یہ مال دے کر ثواب حاصل کرتا ہوں۔

مندرجہ ذیل نوع کی روایات سے اعتراضات مستنبط کیے گئے ہیں۔

(۱) — محمد بن عمر (واقفی) - محمد بن عبد اللہ - عن الزہری

قال لما ولي عثمان و اعطى اقرباءه المال و تناول في ذلك الصلوة التي امر الله بها و اخذ الاموال ما استلف من بيت المال و قال ان ابا بكر و عمر من بيت المال توکا من ذلك ما هو لهما و اني اخذته فقسمته في اقربائي فانكر الناس عليه ذلك .“

(۱) — طبقات ابن سعد، ص ۲۲، ج ۳ - ذکر سیرتہ عثمانؓ طبع لیبیدن

(۲) — انساب الاشراف للبلاذری، ج ۵، ص ۲۵ تحت ما انکر و امن سیرتہ عثمانؓ

(۲) — نیز یہاں حضرت عثمانؓ کا ایک قول ذکر کیا جاتا ہے جو ان روایات کا ہم مفہوم و ہم مضمون ہے۔ المسور بن مخرمہ نے نقل کیا ہے۔ اس کا راوی بھی واقفی صاحب ہے۔

(۱) — طبقات ابن سعد، ص ۲۲ - جلد ثالث ذکر سیرتہ عثمانؓ

(۲) — انساب الاشراف، ص ۲۵ - ج ۵ - ذکر ما انکر و امن سیرتہ عثمانؓ

(۳) — وقال ابو مخنف و الواقدي في روايتهما انكر الناس على

عثمان فقال ان له قرابة و رحماً قالوا افسا كان لابي

بكر و عمر قرابة و ذورحميم فقال ان ابا بكر و عمر كانا يجتنبان

في منع قوا بهما و انا احتسب في اعطاء قرابتي . . . الخ .“

انساب الاشراف للبلاذری، ج ۵، ص ۲۸ -

تحت ذکر ما انکر و امن سیرتہ عثمانؓ

مندرجہ بالا قسم کی روایات کے پیش نظر معرض لوگوں نے حضرت عثمانؓ پر مذکورہ

بالا اعتراضات قائم کیے تھے۔ یہ چند روایات بطور نمونہ کے ہم نے باسند ذکر کر دی

ہیں۔ اہل علم حضرات ان پر نظر ڈالنے سے خوب سمجھ گئے ہونگے کہ ان کا پایہ اعتقاد کیا ہے؟

عام ناظرین کی خدمت میں ہم یہ وضاحت عرض کرتے ہیں کہ اس قسم کی روایات

جن پر اس طعن کی مدار ہے، وہ واقفی اور ابو مخنف جیسے ظالم راویوں کی مرہون منت

ہیں اور یہ لوگ فن روایت میں کذاب اور دروغ گو ہیں اور صحابہ کرامؓ کے خلاف

اس قسم کی روایات کا نشہ کرنا ان کا نظری شیوہ ہے اور علماء کے نزدیک لگتے ٹوکتے ہیں۔

(میرزاں الاعتدال فہمی اور تہذیب التہذیب عقلمانی ملاحظہ ہو)

لہذا مذکورہ بالا اعتراضات حضرت عثمانؓ پر تصنیف شدہ روایات سے تجویز کئے

کہتے ہیں اور بالکل بے سزا ہیں ان کی کچھ اصلیت نہیں ہے۔

تنبیہ

مندرجہ بالا روایات طعن ہذا کے لیے بطور ضابطہ اور قاعدہ کے مقرر پیش کرتے ہیں۔ اجمالاً ان پر نقلاً کلام کر دیا ہے اور ان پر عقلاً کلام عنقریب ذکر کیا جائے گا قلیل سا انتظار فرمایں۔

— اور جن روایات میں حضرت عثمانؓ کے رشتہ داروں کے صریحاً نام لے کر مالی عطیات کا ذکر کیا گیا ہے اب ان کو ایک ترتیب سے ہم ناظرین کرام کی خدمت میں رکھتے ہیں۔ اس کے بعد ان پر روایت و درایت کلام کیا جائے گا تاکہ ناظرین باتملکین پر اس طعن کی حقیقت آشکارا ہو سکے اور معلوم ہو جائے کہ یہ بناء الفاسد علی الفاسد ہے اور حضرت عثمانؓ نے اس معاملہ میں کوئی غلط اقدام نہیں کیا۔ اور آئین شرعی کے خلاف ہرگز نہیں کیا تھا۔

پہلے قابل اعتراض روایات پیش کی جاتی ہیں اس کے بعد ان پر بقدر ضرورت بحث کی جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

عثمانی رشتہ داروں کے حق میں

مالی عطیات کی روایات

مقررین حضرت عثمانؓ کے رشتہ داروں جنہیں مالی عطیات دینے گئے تھے کی ایک فہرست پیش کیا کرتے ہیں ہم یہاں چند رشتہ داروں کی تعداد اور ان کو عطا شدہ اموال کی قلیل سی تفصیل درج کرتے ہیں جس سے اصل مسئلہ کی نوعیت خوب معلوم ہو جائے گی۔

(۱) — بلاذری نے اپنی مشہور کتاب «انساب الاشراف» میں یہ واقعہ

مروان بن الحکم اور آل الحکم کے لیے

عبداللہ بن الزبیر کی زبانی ذکر کیا ہے کہ :-

«حضرت عثمانؓ نے ہم کو ۲۷ ہجری میں عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کی ماتحتی میں افریقیہ فتح کرنے کے لیے روانہ کیا عبداللہ بن سعد کو بہت سامان غنیمت حاصل ہوا حضرت عثمانؓ نے غنائم کا خمس (یعنی پانچواں حصہ) مروان بن الحکم کو عطا فرمایا»

«..... عن الواقدي عن أسامة بن زيد بن أسلم عن نافع

مولى الزبير عن عبد الله بن الزبير..... فاعطى عثمان مروان

بن الحکم خمس الغنائم..... الخ»

وانساب الاشراف للبلاذري، ج ۵، ص ۲۷ تحت

ذکر ما انكروا من سيرة عثمانؓ

(۲) — بلاذری نے دوسری روایت ام بکربنت المسور بن الحزمرہ کے ذریعے ذکر

کی ہے۔ اس نے اپنے والد المسور سے نقل کیا ہے کہ المسور اور مروان کی ایک معاملہ میں باہمی گفتگو ہوئی تو المسور نے بطور طعن مروان کو کہا کہ حضرت عثمانؓ نے تمہیں افریقیہ کا خمس عطا کر دیا۔

«..... عن الواقدي عن عبد الله بن جعفر عن أم بكر

بنت المسود..... فاعطاك ابن عفان خمس افریقیة..... الخ»

وانساب الاشراف للبلاذري، ج ۵، ص ۲۸ تحت

ذکر ما انكروا من سيرة عثمانؓ

(۳) — اس مسئلہ میں بلاذری کی تیسری روایت میں یوں مذکور ہے کہ :-

«عبداللہ بن سعد بن ابی سرح حضرت عثمان کا رضاعی بھائی تھا۔ سیدنا عثمان نے افریقیہ پر اس کو حاکم بنایا۔ ۲۷ھ میں اس نے افریقیہ کو فتح کیا۔ مروان بن الحکم اس کے ساتھ تھا۔ افریقیہ کی غنیمت کے خمس کو مروان نے ایک لاکھ دینار سے خریدا اور دوسرے قول کے مطابق دو لاکھ دینار سے خمس خریدا۔ اس کے بعد حضرت عثمان سے گفتگو کی پس حضرت عثمان نے وہ تمام رقم مروان کو بخش دی۔ اس بات کی وجہ سے لوگ سیدنا عثمان کو ناپسند جاننے لگے»

«..... عن لوط بن یحییٰ ابی مخنف عن حدثه قال کان عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح اخا عثمان من الرضا علة وعامله علی المغرب فعزاه فویقیہ سنۃ سبع وعشرین فافتحا وكان معه مروان بن الحکم فاتباع خمس الغنیمۃ بمائۃ الف او مائتی الف دینار فکلم عثمان فوہم بالۃ فانکوا الناس ذالک علی عثمان»

انساب الاشراف للبلذری، ج ۵، ص ۲۸۔
تحت ذکر ما انکروا من سیرۃ عثمان

(۴) — اور تاریخ طبری میں مروان اور آل الحکم کو افریقیہ کے مال سے مال کثیر عطا کرنے کا واقعہ واقفی کے ذریعے مندرجہ ذیل عبارت میں منقول ہے:-

«..... قال الواقدی..... وكان الذی صالحهم علیہ عبد اللہ بن سعد ثلاثمائة قنطار ذهب فامر بها عثمان لآل الحکم قلت اول مروان قال لا ادری»

تاریخ الطبری، ج ۵، ص ۵۰۔ تحت سنۃ ۲۷ھ

ذکر الجرح عن فتحها وعن سبب ولائۃ عبد اللہ بن سعد مصر وعزل عثمان عمرو بن العاص۔ طبع قدیم مصری، اور اسی واقعہ کو البدایہ میں ابن کثیر نے تھوڑے سے تغیر الفاظ کے ساتھ واقفی کے ذریعے اس طرح ذکر کیا ہے کہ جتنے اموال کثیرہ پر اہل افریقیہ کے ساتھ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نے صلح کی تھی۔ وہ سب اموال حضرت عثمان نے ایک ہی یوم میں آل الحکم کے لیے یا بقول دیگر آل مروان کے لیے دے دیتے»

— قال الواقدی وصالحه بطریقها علی الفی الف دینار وعشرین الف دینار فاطلقها کلها عثمان فی یوم واحد لآل الحکم ویقال لآل مروان»

(البدایہ لابن کثیر، ج ۷، ص ۱۵۲، تحت عنوان
ثم دخلت سنۃ سبع عشرین (۲۷ھ) غزوه افریقیہ)
— طبری اور ابن کثیر کی ان ہر دو مندرجہ روایات میں تصریح موجود ہے کہ جس مال پر اہل افریقیہ سے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کی صلح ہوئی تھی راگرچہ اس مال کی مقدار میں مختلف عبارات ہیں، ان اموال کثیرہ کو حضرت عثمان نے آل الحکم یا آل مروان کو عنایت فرمایا تھا۔

ہر دو کتب بالا میں یہ مسئلہ (قال الواقدی) یعنی واقفی نے فرمایا سے
ذکور و منقول ہے۔

اس گزارش کو ناظرین ملحوظ رکھیں۔ عنقریب تفصیلات آرہی ہیں۔

(۵) — سیدنا حضرت عثمان کے متعلق مروان بن الحکم کو مال دینے کی روایت مقررہ لوگ طبقات ابن سعد سے بھی نقل کیا کرتے ہیں۔ اس میں مذکور ہے کہ:-

”حضرت عثمانؓ نے اپنے اقرباء اور اہل بیت کو عامل و حاکم بنایا اور مروان بن الحکم کے لیے مصر کے خمس عطا کرنے کا آرڈر لکھ دیا۔“
 — اخبرنا محمد بن عمرو (الواقدی)، حدیثی محمد بن عبد اللہ عن الزہری قال واستعمل اقرباءہ و اهل بیتہ وکتب لمروان بخمس مصر و اعطا اقرباءہ المال . . . الخ“

طبقات لابن سعد، ج ۳، ص ۴۴ تحت

ذکر بیئہ عثمانؓ، طبع لندن

یہ بھی بابا واقدی صاحب کی روایت ہے۔

یہی روایت جو طبقات ابن سعد میں اس مقام میں مذکور ہے یہ بعینہ انساب الاشراف بلاذری، جلد ۵، ص ۲۵ پر تحت ما انکروا من سیرة عثمانؓ و امرہ درج ہے۔ وہاں یہ الفاظ ہیں :-

”وکتب لمروان بن الحکم بخمس افریقیة و اعطی

اقاربة المال“

بلاذری کی یہ روایت بھی ”عن الواقدی“ سے شروع ہے مطلب یہ ہے کہ طبقات ابن سعد اور انساب الاشراف بلاذری میں یہ روایت واقدی کے ذریعے ہی منقول ہے۔ ایک جگہ اس نے مصر کے خمس کا مال دینا درج فرما دیا ہے اور دوسری کتاب میں خمس افریقیہ کا مال عطا کرنا اس نے نقل کر دیا ہے یہ صریح تضاد بیانی ہے، حالانکہ مصر تو ان واقعات سے بہت پہلے ۳۲ھ اور ۳۳ھ یعنی فائقی دور میں مفتوح ہو چکا تھا۔ اب اس عثمانی دور میں ان اموال مصر سے خمس نکلنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔

(۶) — مزید ایک اور روایت بلاذری نے ذکر کی ہے کہ حضرت عثمانؓ کے پاس صدقہ کے اونٹ پہنچے تو حضرت عثمانؓ نے وہ سب اونٹ اپنے چچا زاد برادر حارث بن الحکم کو عطا فرما دیئے۔“
 عبارت ذیل میں یہ مسئلہ مذکور ہے اور واقدی صاحب اس کو نقل کرنے والے ہیں۔

”عن الواقدی عن عبد اللہ بن جعفر عن ام بکر عن ایہا

قالت قدمت ابل الصدقة علی عثمان فوہبها للحارث بن

الحکم بن ابی العاص“

”انساب الاشراف للبلاذری، ج ۵، ص ۲۸

تحت ذکر ما انکروا من سیرة عثمانؓ۔“

— اور بلاذری نے اس مقام میں ایک اور

روایت نقل کی ہے اس میں مذکور ہے کہ حضرت

سعید بن العاص کے لیے

عثمانؓ نے اپنے قریبی رشتہ دار سعید بن العاص (اموی) کو ایک لاکھ درہم عنایت

فرما دیئے۔ اس روایت میں ذکر ہے کہ دیگر اکابر صحابہؓ نے حضرت عثمانؓ پر اس معاملہ

میں اعتراض کیا اور سیدنا حضرت عثمانؓ نے جواب دیا۔“

یہ تمام روایت واقدی صاحب اور لوطن بن یحییٰ ابو مخنف نے نقل کی ہے اور

یہ ان دونوں کے فرمودات عالیہ میں سے ہے۔

— وقال ابو مخنف والواقدی فی روایتہما انکروا الناس

علی عثمان اعطاء سعید بن العاص مائتۃ الف درہم فکلمہ

علی والذبیور وطلحة . . . الخ“

انساب الاشراف للبلاذری، ج ۵، ص ۲۸ تحت

ذکر ما انکروا من سیرة عثمانؓ۔“

مذکورہ بالا قسم کی روایات اور بھی تاریخ کے ذخائر میں دستیاب ہو سکتی ہیں لیکن چند روایات یعنی سات عدد ہم نے بطور نمونہ پیش کر دی ہیں۔ اور ان کے نقل کرنے والوں کے نام بھی صراحتاً ذکر کر دیئے ہیں۔ اس کے بعد نقلاً و سنداً ان پر مختصر بحث پیش کی جاتی ہے اور بعد ازاں باعتبار عقل اور درایت کے ان کے متعلق کلام ہو گا۔ اس طریقہ سے طعن اُترا (یعنی مالی عطیات کے طعن) کا بے وزن ہونا اور بے اصل ہونا خوب واضح ہو جائے گا۔

روایتِ بحث

دگذشتہ روایات کیلئے

ناظرین کرام کی خدمت میں ہم نے یہ چند روایات اختصاراً پیش کر دی ہیں۔ جن میں حضرت عثمانؓ کے حق میں باعتبار مال کے اقتساب نوازی کا طعن تجویز کیا گیا ہے۔

ان میں پہلی تین عدد روایات بطور قاعدہ و قانون کے ذکر کی جاتی ہیں ان پر سنداً کلام کر دیا ہے اور وہ تینوں روایات واقفی صاحب اور ابو مخنف لوط بن یحییٰ سے منقول ہیں۔ یہ دونوں راوی خوب مجروح ہیں جیسا کہ عنقریب اس پر حوالہ جات پیش کیے جا رہے ہیں۔ ان کے بعد ہم نے وہ روایات ذکر کی ہیں جن میں حضرت عثمانؓ سے مال حاصل کرنے والے رشتہ داروں کے نام کی تصریح کر دی گئی ہے۔ یہ سات عدد روایات درج کی گئی ہیں۔ یہ بھی واقفی صاحب سے منقول ہیں اور کچھ لوط بن یحییٰ ابو مخنف اور واقفی دونوں سے منقول ہیں اور ایک روایت ابو مخنف مذکور سے منقول ہے۔

علماء نے ان دونوں راویوں پر بڑی تفصیلی جرح کی ہے اور قبل ازیں

عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے متعلقات میں اور مروان کے شبہ دوم کے جواب میں ان پر نقد اور کلام ہو چکا ہے۔

تاہم اس موقع پر بھی ہم پھر ناظرین کے سامنے ان ہر دو راویوں پر جرح پیش کرتے ہیں تاکہ ان روایات کا بے اصل ہونا اچھی طرح نمایاں ہو جائے۔

اس کا نام محمد بن عمرو بن واقد الاسلمی الواقفی ہے۔ امام احمدؒ نے فرمایا ہے کہ یہ شخص بہت بُرا جھوٹا ہے اور روایات میں تصرف کیا کرتا ہے۔

الواقفی

ابن معین فرماتے ہیں اس کی روایت نہ لکھی جائے۔ امام بخاریؒ کہتے ہیں کہ یہ شخص ترکہ ہے۔ ابو حاتم اور نسائی کہتے ہیں کہ یہ حدیثیں گھڑ لیتا تھا۔ ابن مدینی کہتے ہیں کہ روایت کو گھڑ لیتا ہے۔

— قال احمد بن حنبل هو كذاب يقلب الاحاديث قال

ابن معين لا يكتب حديثه - قال البخاري متروك - قال ابو حاتم
والنسائي يضع الحديث... الخ

(۱) — میزان الاعتدال للذہبی، ج ۳، ص ۱۱۰ تحت

محمد بن عمرو بن واقد -

(۲) — تہذیب التہذیب لابن حجر، ج ۹، ص ۳۶۲-۳۶۶

تحت محمد بن عمرو الواقفی -

”قال الذہبی فی المنعنی“ مجمع علی ترکہ وقال النسائی كان يضع الحديث“

(۳) — المنعنی للذہبی، ج ۲، ص ۶۱۹ تحت محمد بن عمرو واقفی

”قال ابن حبان وكان يروي عن الثقات مقلوبة وعن الاثبات

المعضلات... كان احمد بن حنبل رحمه الله يكذبته...“

... يقول المدیننی الواقفی يضع الحديث... الخ

(۴) — کتاب البحرین لابن حبان، ج ۲، ص ۲۸۳ تحت

محمد بن عمر بن واقد طبع دکن -

وقال ابن حجر في اللسان منزوك مع سعة عليه:

(۵) — سان الميزان، ج ۶، ص ۸۵۲ تحت

الواقدي محمد بن عمرو -

مختصر یہ ہے کہ جن روایات میں واقدی منفرد ہوں وہ روایات قابل حجت

نہیں ہوتیں۔

اس کا نام لوط بن یحییٰ اور کنیت ابو مخنف ہے۔ یہ قصبہ گو
ابو مخنف لوط بن یحییٰ اخباری آدمی ہے۔ علماء فرماتے ہیں۔ اس پر کوئی
اعتماد نہیں اور فرمایا کہ روایت کے باب میں یہ کچھ بھی نہیں اور علماء کہتے ہیں "یہ
جلنے والا شیعہ ہے اور شیعوں کا قصبہ گو راوی ہے"

"لوط بن یحییٰ ابو مخنف اخباری، لایوثق بہ"۔ ترکہ

ابو حاتم وغیرہ۔ قال الدارقطنی ضعیف وقال یحییٰ بن معین

لیس بثقة" وقال مرة لیس بشئ" قال ابن عدی "شیعی"

مخترق صاحب اخبارہم . . . الخ"

(۱) — میزان الاعتدلال للذہبی، ج ۲، ص ۳۶۰ تحت

لوط بن یحییٰ -

(۲) — سان الميزان لابن حجر عسقلانی، ج ۴، ص ۴۹۲ -

تحت لوط بن یحییٰ -

مختصر یہ ہے کہ اس قسم کی جرح مفصل کے ساتھ جو راوی مجروح ہوں

ان کی روایت پر اعتماد کرنا سراسر غلط ہے۔ ان روایات کو کسی طرح درست نہیں

تصوّر کیا جاسکتا۔

مالی عطیات کی دیگر روایات

خمس افریقیہ وغیرہ کے متعلق

تاریخ کی کتابوں میں ہے کہ حضرت عثمان نے اپنے رضاعی برادر عبداللہ بن سعد

بن ابی سرح کو افریقیہ کا خمس دے دیا تھا (جو بیت المال کا حق تھا)۔

نیز روایات میں یہ بھی مذکور ہے کہ عبداللہ بن خالد بن اسید اور مروان کو بیت المال

کا بہت سا مال بخش عطا کر دیا تھا۔

مترجمین کہتے ہیں کہ حضرت عثمان نے بیت المال کے اموال کی غلط تقسیم کی اور

اپنے اقارب کو ناجائز طور پر اموال کثیرہ دے دیئے۔

درجہ جواب

— (۱) —

پہلی بات یہ ہے کہ اس قسم کی روایات تاریخی ہیں جن کے صحیح اور سقیم ہونے

میں دونوں احتمال ہیں اور ان محتمل روایات کو صحیح احادیث کا درجہ نہیں دیا جاسکتا۔

(۲)

دوسری بات یہ ہے کہ علماء نے اس نوع کی روایات پر کلام کر کے غیر صحیح اور

منکظم فیہ قرار دیا ہے جس کی وجہ سے ان کی صحت پر اعتماد کرنا مشکل ہے۔

(۳) مثلاً قاضی ابوبکر بن العربی نے فرمایا ہے کہ خمس افریقیہ کا کسی ایک شخص کو

عطا کیا جانا صحیح نہیں ہے۔

— "واما اعطاءه خمس افریقیة لواء فاسد لیس" —

العواصم من العواصم، ص ۱۰۰-۱۰۱۔ تحت

جوابات اعتراض ۱۳۷

(۲) — نیز ازالہ الخفا میں شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ :-

”اہل تاریخ نے بغیر تحقیق کے بیت المال میں اسراف کے قصے ذکر کر دیئے، ان میں بعض تو محض افترا اور جھوٹ ہیں اور ان کے بعض میں واقعہ کے بیان میں ملاوٹ اور آمیخت کر دی گئی ہے۔ لہذا ان قصوں کے نقل کرنے میں ہم اپنے اذقات کو صرف نہیں کرتے“
 ”..... اما قصص رکیکہ کہ اہل تاریخ بغیر تحقیق ذکر می کنند از اسراف در بیت المال و حمی سافتن شجر و غیر آں چوں بعض محض مغتربات است و بعض ازاں قبیل کہ در سر وقتہ افترا داخل شدہ۔ اذقات خود را بتسوید اوراق باں قصہا مشغول نمی سازیم“

دازالہ الخفا مقصد دوم، ص ۲۴۸ تحت جوابات

مطالعین عثمانی۔ طبع اول قدیم۔ بریلی

(۳) — اور شاہ عبدالغزینی نے تحفہ اثنا عشریہ میں لکھا ہے کہ مروان کو افریقیہ

کا خمس دیا جانا بالکل غلط ہے۔

”وقصۃ بخشیدن خمس افریقیہ کہ مروان سست نیز غلط محض است“

تحفہ اثنا عشریہ، ص ۳۱۱۔ تحت طعن سوم عثمانی

طبع جدید لاہور

(۴)

”خمس افریقیہ“ والی روایات کو بالفرض اگر درست تسلیم کیا جائے تو اس کا حل طبری کی روایات میں موجود ہے۔ وہ اس طرح کہ حضرت عثمان نے اعتراض

ہونے کے بعد خمس مذکور عبداللہ سے بیت المال میں واپس کروا دیا تھا۔ چنانچہ اس کی تھوڑی سے تفصیل روایت ذیل سے ہم پیش کرتے ہیں جس کے ذریعہ اصل مسئلہ صاف ہو سکے گا۔

طبری نے فتح افریقیہ کے موقع پر ذکر کیا ہے کہ :-

”جو مال اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو غزوہ افریقیہ میں عنایت فرمایا تھا اس کو عبداللہ بن سعد نے لشکریوں اور فوجیوں میں تقسیم کیا اور اس مال سے خمس نکالا پھر حسب دستور اس خمس کے پانچ حصے کیے، پانچواں حصہ خود لیا اور خمس کے باقی چار حصے ایک شخص ابن دسیمہ النضری کے ذریعے مدینہ شریف میں حضرت عثمان کی خدمت میں بھجواتے اس موقع پر حضرت عثمان کی خدمت میں ایک وفد نے پہنچ کر شکایت کی کہ عبداللہ بن سعد نے خمس الخمس ۵ لے لیا۔

حضرت عثمان نے فرمایا میں نے اس کو حصہ سے زیادہ عطیہ دیا ہے اس کے متعلق میں نے بطور وعدہ کے کہہ رکھا تھا کہ فتح افریقیہ ہونے پر آپ کو خمس الخمس دیا جائے گا۔

اب یہ معاملہ آپ لوگوں کے اختیار میں دیا جاتا ہے کہ اگر آپ حضرات اس پر راضی ہونگے تو جائز رکھا جائے گا اور اگر آپ ناپسند کریں گے تو اس مال کو ہم لوٹا دیں گے اور بیت المال کی طرف واپس کر دیں گے۔

شکایت کنندہ وفد نے کہا کہ ہم عبداللہ کو خمس الخمس دینے پر ناراض ہیں تو حضرت عثمان نے فرمان دیا جو کچھ مال عبداللہ نے اس موقع پر لیا ہے واپس کر دیا جائے اور عبداللہ کی طرف حضرت عثمان نے

فرمان لکھا کہ آپ اس مال کو واپس کر دیں۔

پھر اہل وفد نے مطالبہ کیا کہ عبد اللہ بن سعد کو وہاں سے مغزول کر دیں ہم ان کی امارت نہیں چاہتے۔ تو حضرت عثمانؓ نے عبد اللہ کی طرف لکھا کہ ایک ایسے آدمی کو اپنا قائم مقام تجویز کر دیں جس پر طرفین راضی ہوں اور خمس الخمس کو فی سبیل اللہ تقسیم کر دیں۔ یہ لوگ مال ہذا کے لینے پر ناراض ہو رہے ہیں پس عبد اللہ نے اسی طرح کر دیا۔ افریقہ کو فتح کیا اور واپس مصر آگئے۔ . . الخ۔“

” وقد امرت له بذلك وذاك اليكم الآن فان رضيتم فقد جازوان سخطم فهو ردُّ - قالوا فاننا نسخطه قال فهو ردُّ وكتب الى عبد الله بردة ذلك واستصلاهم قالوا فاعزله عنا فاننا لا نريد ان يتأمر علينا وقد وقع ما وقع فكتب اليه ان استخلف على افریقية رجلاً من ترضى ويرضون واقسم الخمس الذي كنت نفلتك في سبيل الله فانهم قد سخطوا النفل ففعل ورجع عبد الله بن سعد الى مصر وقد فتح افریقية . . الخ۔“

تاریخ ابن جریر طبری، ج ۵ - ص ۲۹ - سنتہ ۲۷ھ، ذکر الخیر عن فتحها سبب ولائہ عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح مصر وعزل عثمانؓ عمرو بن العاص عنہا۔

(۴)

اور جو طبری کی بعض روایات میں عبد اللہ بن خالد بن اسید اور مروان بن الحکم

کے متعلق مال کثیر عطا کرنے کا ذکر پایا جاتا ہے۔ اس کا جواب طبری کی روایت ذیل میں موجود ہے۔

روایت اس طرح ہے کہ ایک دفعہ حضرت عثمانؓ کی خدمت میں چند اصحاب (حضرت علیؓ، حضرت معاویہؓ اور حضرت زبیرؓ وغیرہم) جمع تھے۔ اس مجلس میں دیگر امور کے علاوہ حضرت عثمانؓ کے رشتہ داروں کو مال دینے پر گفتگو ہوئی حضرت عثمانؓ نے یہ بات فرمائی کہ میں نے اقرباء کو جو مال دیا ہے میرے خیال میں یہ میرا دینا درست ہے۔ اگر تم لوگ اس کو خطا سمجھتے ہو تو اس مال کو واپس کر لو میں تمہاری بات کو تسلیم کر لوں گا حاضرین مجلس نے کہا آپ نے ٹھیک فرمایا۔ یہ بات ٹھیک ہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ آپ نے عبد اللہ بن خالد بن اسید اور مروان کو بہت سا مال (مروان کو بیکشت پندرہ ہزار اور عبد اللہ بن خالد کو پچاس ہزار درہم) دے دیا تھا۔

پس ان حضرات نے ان دونوں (عبد اللہ اور مروان) سے مذکورہ مال واپس لے لیا اور بخوشی و رضا مندی مجلس ہذا سے واپس ہوئے۔

” ورأيت ذلك لي فان رأيتم ذلك خطاء فوددوا فامري لامرهم تبع قالوا اصبنا وحسنت قالوا اعطيت عبد الله بن خالد بن اسيد ومروان وكانوا يزعمون انه اعطى مروان خمسة عشر ألفاً وابن اسيد خمسين ألفاً فردوا منهما ذلك فرفضوا وقبلوا وخرجوا راضين“

تاریخ ابن جریر طبری، جلد ۵، ص ۱۰۱۔

تحت سنة ۳۵ھ

مطلب یہ ہے کہ :-

مال کثیر دینے کے اعتراض کو طبری کی ان ہر دو روایات مندرجہ نے صاف کر دیا کہ اگر بالفرض حضرت عثمانؓ نے مال کثیر بیکشت عبد اللہ بن سعد، عبد اللہ بن خالد اور مروان کو دیا تھا تو اعتراض ہو جانے کے بعد حضرت عثمانؓ نے وہ مال واپس کر دیا تھا۔ اور اس واپسی پر متضرعین لوگ رضامند ہو کر خوش ہو گئے تھے۔ اس طریقہ سے حضرت عثمانؓ سے یہ اعتراض ساقط ہو گیا۔

تنبیہ :-

طبری کی مندرجہ بالا روایات کے ذریعے جب افریقیہ کے خمس کا اعتراض رفع ہو گیا تو طبری سے نقل کرنے والے مورخین مثلاً الکامل لابن اثیر، البدایہ لابن کثیر اور تاریخ ابن خلدون وغیرہم کے اس موقعہ کے مالی اعتراضات مندرج ہو گئے اور ان کے لیے کسی دیگر جواب کے پیش کرنے کی حاجت نہ رہی۔

اس وجہ سے کہ مذکور متاخرین نے طبری سے ہی نقل کر کے خمس افریقیہ کے متعلق اعتراضات ذکر کیے تھے۔

(۵)

ان معروضات کے بعد اب یہ صورت پیش کی جاتی ہے کہ اگر بالفرض حضرت عثمانؓ نے اپنے اقرباء یا غیر اقرباء کو بیت المال سے مالی عطیات دیتے یہوں تو اسلام میں ان کی صورت جواز کا کیا درجہ ہے؟ خلیفہ اپنی رائے اور اجتہاد کے اعتبار سے کسی کو مالی عطیات دے سکتا ہے یا نہیں؟ خلیفہ کا اس نوعیت کا مجتہد فعل صحیح ہے یا نہیں؟

تو اس کے لیے ہم ذیل میں چند چیزیں پیش کرتے ہیں۔ ان پر توجہ فرمائیے۔
مسئلہ ہذا حل ہو جائے گا۔

(۱) — امام مالکؒ اور علماء کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ خلیفہ وقت

خمس کے معاملہ میں اپنی رائے پر عمل کر سکتا ہے اور جو اس کی مجتہدانہ رائے ہو اس کو نافذ کر سکتا ہے اور مالی عطیہ کسی ایک شخص کو عطا کرنا بھی اس کے لیے جائز ہے۔

..... انہ قد ذهب مالک وجماعۃ الی ان الامام

یروی رأیہ فی الخمس وینفذ فیہ ما اذا اذالیہ اجتہاداً وان

اعطاءً لواحداً جائزاً۔

(العواصم من الفواصم للفاضل ابی بکر بن العربی،

ص ۱۰۰-۱۰۱ تحت جوابات اعتراض ۱۳)

(۲) — خلافت فاروقی کے دور میں حضرت عمرؓ کی طرف سے ”بیعہ“ کے مقام میں

حضرت علی المرتضیٰؓ کو ایک قطعہ اراضی عنایت کیا گیا جو بیس قیمت اور معقول

آمدنی کا ذریعہ تھا۔ حضرت علی المرتضیٰؓ نے اس عطیہ اراضی کو بخوشی منظور کر لیا

تھا اور کسی صحابی نے اس پر اعتراض نہیں کیا تھا۔ یہ واقعہ مندرجہ ذیل مقامات

میں علماء نے ذکر کیا ہے اور قبل ازیں اس کا اندراج ”جماعہ بینہم“ حصہ فاروقی

کے باب دوم فصل رابع، ص ۱۸۹-۱۹۰ میں ہو چکا ہے، بطور یاد دہانی کے

یہاں بھی اس کو نقل کیا جاتا ہے۔

— برمان الدین الطرابلسی الخفی نے ”الاسعاف فی احکام الاوقاف میں تحریر

کیا ہے کہ :-

..... عن عبد العزیز بن محمد عن ابیہ عن علی بن ابی طالب

رضی اللہ عنہ ان عمر بن الخطاب قطع لعلیٰ ینبع ثم اشتری

علیٰ الی قطیعۃ الی قطع لہ عمر اشیا فخر فیہ ساعینا فیناہم

یعملون اذ فخر علیہم مثل العنق المجزور من الماء فاتی علیاً

فیشکھون الی بلغ حد ۱۰ ما فیہ من علف و سق

(۱) - کتاب الاسعاف فی احکام الاوقات، ص ۷۷-۷۸۔
بربان الدین ابراہیم بن موسی الطرابلسی الحنفی۔
سن تالیف کتاب ہذا ۹۰۵ھ۔

(۲) - وفاء الوفاء للسہدی، ج ۴، ص ۱۳۳۴، فصل
الثامن تحت لفظ "بئع" بفتح بیروت۔

(۳) - اسی طرح حضرت عثمانؓ نے اپنے دورِ خلافت میں حضرت علی المرتضیٰؓ کو
اپنے حاکم عبداللہ بن عامر کے ذریعے خراسان سے واپسی پر بیس ہزار درہم
یکمشت عنایت فرمائے تھے اور حضرت علیؓ نے قبول فرمائے تھے اور کسی صحابی
نے اس پر اعتراض نہیں کیا تھا۔

طبقات ابن سعد میں عبارت ذیل میں یہ واقعہ مذکور ہے۔

"... فقال عثمان بن عفان لابن عامر قبح الله رأيك ان تزل
الى علي بثلاثة آلاف درهم قال كرهت ان اغرق ولم ادر ما
رأيك قال فاعذوق قال فبعث اليه بعشرين الف درهم و ما
يتبعها قال فداح علي الى المسجد فانتبى الى حلقته وهم يتذكرون
صلوات ابن عامر هذا الحبي من قرين فقال علي هو سيد
فتيان قرين غير مدافع"

طبقات ابن سعد، جلد ۵، ص ۳۳۳-تذکرہ

عبداللہ بن عامر طبع لیدن۔

قبل ازیں یہ واقعہ "رحمہ بینہم" حصہ سوم عثمانی کے باب چہارم تحت عنوان
"نبوی رشتہ داروں کے مالی حقوق" ص ۱۵۵، ج ۳ پر درج ہو چکا ہے۔

اور یہ وہ واقعات کے ذریعے مثل منقولہ گرا کر خاندانہ، قرین، ابن

خصوصی اختیارات کے تحت مالی عطیات ملت کے بعض افراد کو عنایت کر سکتا ہے
اور اس کا یہ فعل شرعاً صحیح اور درست ہے ورنہ حضرت علی المرتضیٰؓ کا مذکورہ واقعات
میں اموال کا حاصل کرنا غیر صحیح اور نادرست ہوگا جیسا ہر دو خلفاء کرام کا دینا ناوا
ہوگا۔ حالانکہ اس چیز کا کوئی قائل نہیں ہے (خوب غور فرمادیں)۔

(۴) - نیز یہ چیز بھی واضح ہے کہ حضرت عثمانؓ کے مالی عطیات کا بیت المال
سے عطا کرنا اقارب اور ہاشمیوں کے ساتھ کچھ مخصوص نہ تھا بلکہ اس وقت
کے جمیع اہل اسلام بیت المال کے اموال سے حصہ پاتے تھے۔ حضرت حسنؓ
بصری فرماتے ہیں کہ میں نے سنا ہے حضرت عثمانؓ خطبہ لے رہے تھے اور
فرما رہے تھے کہ اے لوگو! تم ہم پر کیا اعتراض کرتے ہو؟ اور کیا عیب
لگاتے ہو؟ ہر دن تم میں مال تقسیم کیا جاتا ہے۔ کوئی دن تم میں ایسا نہیں گزرتا
جس میں تم میں مال تقسیم نہ کیا جاتا ہو۔ حضرت حسن بصریؓ فرماتے تھے کہ میں نے
حضرت عثمانؓ کے منادی کو دیکھا ہے۔ وہ آواز لگاتا کہ اے لوگو! صبح پہنچ کر
اپنے عطیات حاصل کر لو۔ پس لوگ صبح آ کر کثیر عطیات لے لیتے تھے پھر
وہ آواز لگاتا کہ اے لوگو! اپنی خوراکیں صبح پہنچ کر حاصل کر لو۔ پس وہ صبح
پہنچ کر اپنی پوری خوراکیں حاصل کرتے تھے۔ اور لباس پوشنا کس، گھی اور شہد تک
وہ آ کر حاصل کرتے تھے۔

چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہؒ اپنی کتاب "قرۃ العینین" میں یہ واقعہ درج
کرتے ہیں اور ابن کثیرؒ نے بھی حسن بصریؓ کی روایت لکھی ہے۔ اور شاہ عبدالغفرؒ
نے تحفہ اثنا عشریہ، جواب مطاعن میں یہی روایت نقل کی ہے

_____ وعطایا ی جزیلۃ او از بیت المال مخصوص نمودند با اقارب

یا محمد بن ابی ایوبؓ و غیرہ۔ قال سمعت عثمانؓ

مالدار آدمی ہوں اور میری بہت بڑی تجارت ہے :
 واللہ ما آكله من مال المسلمین و لكنی آكله
 من مالی انت تعلم انی كنت اكثر قدیش مالا واجدہم فی
 التجارۃ... الخ

(تاریخ ابن جریر طبری، ج ۵، ص ۳۶، تخت

۳۵، ذکر بعض سیر عثمان)

ان مندرجات کے ذریعے یہ بات واضح ہوگئی کہ حضرت عثمان اپنے اقرباء کو جو مال عنایت کرتے تھے وہ اپنے زائد مال سے دیتے تھے۔ بیت المال سے نہیں دیتے تھے حتیٰ کہ وہ اپنا خرچ خوراک بھی بیت المال سے نہیں لیتے تھے۔ (سبحان اللہ)

عقل و درایت کے اعتبار سے بحث

اس مقام میں درایت کے اعتبار سے چند ایسی معروفات پیش کی جاتی ہیں جن سے مسئلہ کی اصلیت نمایاں طور پر سامنے آسکتی ہے اور اعتراض بالاکلی نخت اور سبکی واضح ہوتی ہے۔

(۱)

پہلی یہ بات ہے کہ مسئلہ ہذا داراموال المسلمین کی تقسیم کی شرعی نوعیت کیا حضرت عثمان پر مخفی تھی؟ کیا وہ اس مسئلہ میں کتاب و سنت کے احکام سے ناواقف تھے؟ اور کیا حضرت عثمان کو یہ فرق معلوم نہ تھا کہ (پنوں کے ساتھ صلہ رحمی کے تقاضوں کو بیت المال سے پورا کیا جاتا ہے یا اپنے ذاتی مال سے؟ اور تقسیم مال کے اختیارات اور اس کی شرعی حدود کیا ان کو پوری طرح معلوم نہ

تھیں؟ یا ان مسائل کو جاننے کے باوجود ان پر عمل نہیں کرتے تھے؟ یہ چیزیں ایک مخلص مسلمان کے لیے غور کرنے کے قابل ہیں جو گروہی تعصب سے بالاتر ہو کر غور کرنا چاہے تو کر سکتا ہے اور اپنی دیانتداری اور امانت خلیفہ راشد کے حق میں خود قیام کر سکتا ہے۔

(۲)

دوسری چیز یہ ہے کہ حضرت عثمان کی دیانت، امانت، اور صداقت پر اعتماد کرنے ہوئے صلح حدیبیہ میں سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دے کر یہ عثمانی کی عظمت قائم کر دی تھی اور اس بیعت میں شامل ہونے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا مندی کا تمغہ عنایت فرمادیا۔

یہ عثمانی کی عظمت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ہاتھ خدا کی رضا اور احکام شرعی کے خلاف اموال کی تقسیم نہیں کرے گا

نیز اس ہاتھ پر امانت کے اکابر صحابہ (حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت علی، حضرت زبیر، حضرت سعد بن ابی وقاص) نے دینی اعتماد کی بنا پر ہاتھ رکھ کر بیعت خلافت کی تھی اور اس ہاتھ کو بالاتفاق منتخب کیا تھا۔

لہذا اس سے اموال کی غلط تقسیم کی نسبت صحیح نہیں۔ اور یہ ہاتھ مالی تقسیم دیانتدارانہ طور پر ہی کرے گا۔

مختصر یہ ہے کہ ان ہر دو انتخابات میں حضرت عثمان کا انتخاب ان کی دین میں بختگی کا بین ثبوت ہے اور ان کی دیانت کے لیے پوری ضمانت ہے۔

لہذا یہ دین کے ہر کام میں صحیح العمل اور معتد تھے اور اسی پر ان کا خاتمہ بالخیر ہوا پس معترضین کا یہ کہنا کہ وہ اموال کی تقسیم کے مسئلہ میں غلط کار تھے یہ عثمانی دیانت کو داغدار کرنا ہے جو کسی طرح صحیح نہیں۔

تیسری یہ چیز ہے کہ خمس افریقیہ کے مال کی غلط تقسیم کا اعتراض ۲۷ھ، یا ۲۸ھ میں رجب افریقیہ کی فتوحات حاصل ہوئیں، قائم کیا گیا پھر اس کے بعد قریباً ۳۰ھ میں خراسان، طبرستان اور جرجان وغیرہ کی فتوحات ہوئیں۔ ان فتوحات میں اکابر صحابہ اور اکابر ہاشمی حضرات سیدنا حسنؓ، سیدنا حسینؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ وغیرہ شریک ہوئے۔

اگر فتوحات افریقیہ کے اموال کی تقسیم غلط ہو چکی تھی تو ان حضرات نے یہ طعن اور اعتراض حضرت عثمانؓ کی تقسیم پر کیوں نہ اٹھایا؟ اور اس کے بعد آنے والے غزوات ۳۰ھ میں خاموشی سے کیوں شریک ہوئے؟ اگر سابقہ فتوحات میں قواعد شرعی کے خلاف مال تقسیم ہوا تھا تو ان حضرات پر لازم تھا کہ پہلے اس کی اصلاح کرواتے اور بعد میں ۳۰ھ میں ہونے والے غزوات میں شریک ہوتے مگر ایسا نہیں کیا۔

تو ان کی عملی کارروائی سے یہ مسئلہ واضح ہو گیا کہ افریقیہ کے مال کی تقسیم میں کوئی صحیح اعتراض قائم نہیں تھا اور نہ ہی کوئی سقم واقع تھا۔ یہ محض بعض مخالفین عثمانؓ کا پروپیگنڈا تھا جسے مؤرخین نے نقل کر ڈالا۔

قبل ازین شرکت غزوات ہذا کے حوالہ جات ”رحمہم بیہم“ حصہ سوم عثمانی کے باب چہارم میں (تحت عنوان خلافت عثمانی میں ہاشمی حضرات کی شرکت جہاد) درج ہو چکے ہیں۔ مقام ذیل میں تفصیلات ملاحظہ فرمائیں :-

(۱) تاریخ ابن جریر طبری، ج ۵، ص ۵۷ تحت ۳۰ھ۔

(۲) البدایہ لابن کثیر، جلد ۷، ص ۱۵۴ تحت ۳۰ھ۔

آخر بحث الج

مالی عطیات کی بحث مختصراً پیش کی گئی ہے۔ اس پر انصاف کی نظر ڈالنے سے یہ نقشہ سامنے آتا ہے کہ :-

(۱) — وہ روایات جن سے مالی عطیات کے کیس تیار کیے جاتے ہیں وہ عموماً قصہ گو، دروغ گو، اور اخباری قسم کے لوگوں سے اہل تاریخ نے فراہم کی ہیں جن پر اعتماد کر کے ایک خلیفہ راشد کے دامن دیانت کو داغدار کرنا کسی طرح صحیح نہیں۔

(۲) — اور اعطاء اموال کے جو واقعات حقیقتاً درست ہیں وہ حدود شرعی سے خارج اور خلیفہ کے اختیارات سے متجاوز نہیں تھے۔ اس پر حضرت عثمانؓ کی طرف سے صفائی کے بیانات اس کے مؤید ہیں۔ جو ذکر کر دیئے گئے ہیں۔

(۳) — حضرت عثمانؓ کا علیؓ کا مقام بہت بلند تھا۔ فقہائے صحابہ کرام میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ صدیقی خلافت و فاروقی خلافت کی مشاورتی مجالس کے رکن رکین تھے۔ دینی مسائل کے لیے اہل حل و عقد کے مقام پر فائز تھے۔

لہذا حضرت عثمانؓ کے حق میں یہ تصور بھی نہیں ہو سکتا کہ وہ مالی تقسیم کے ان مسائل سے نااہل یا نادان واقف تھے۔

اور یہ تصور کرنا کہ تقسیم اموال کے مسائل سے واقف تو تھے لیکن ان پر عمل درآمد نہیں کرتے تھے اور کبھی مشکل ہے، کوئی مخالف عثمانؓ ہی یہ چیز باور کر سکتا ہے، دوسرے شخص سے یہ نہیں ہو سکتا۔

(۴) — پھر خمس افریقیہ کی تقسیم کے مسئلہ میں افریقیہ کی مہم کے بعد کی فتوحات کو سامنے رکھنے سے یہ مسئلہ حل ہو رہا ہے۔ صحابہ کرام ریشمول ہاشمی حضرات کے) افریقیہ کے بعد والے غزوات میں شامل ہونے اور شرکت کرنے سے واضح ہو گیا کہ خمس افریقیہ کی تقسیم میں کوئی سقم نہ تھا ورنہ یہ حضرات غلط تقسیم پر کیسے رضامند ہو گئے؟ اور تعاون علی الاثم والعدوان کیسے اختیار کر لیا؟ خوب غور فرمادیں۔

— حاصل یہ ہے کہ حضرت عثمان کے حق میں ناجائز طریقہ سے تقسیم مال کے اعتراضات بے اصل ہیں۔ حضرت نے جو اموال اپنے اقرباء کو دیئے تھے ان کا شرعاً صحیح محل اور جواز موجود ہے۔ حدود شرعی سے متجاوز ہونے کا پروپیگنڈا باطل بے حقیقت ہے۔ حضرت عثمان غنی نے اس سلسلہ میں کوئی غلط کام نہیں کیا جس کی وجہ سے انہیں مطعون قرار دیا جائے۔

بحث خاص

عثمانی دور کے آخری مراحل اور ان کا متعلقہ کلام

حضرت سیدنا عثمان کے دور پر معترض لوگوں نے آخری ایام کے متعلق کئی قسم کی بحثیں پیدا کر لی ہیں جو دور از حقیقت ہیں اور اصل واقعات کے خلاف ہیں۔ مثلاً :-

(۱) — بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے دوران اپنے اقرباء کو بڑے بڑے مناصب پر مسلط کر دیا، جنہوں نے کئی قسم کی خرابیاں اور مظالم کیے۔

نیز حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے رشتہ داروں کو بیت المال سے ناجائز طور پر موقع بہ موقع اموال کثیرہ عطا فرمائے۔

ان چیزوں کی وجہ سے قبائل میں نفرت پیدا ہوئی۔ قبیلہ پرستی کے متعصبانہ لڑائیاں اٹھ کھڑے ہوئے اور تعصب کی دبی ہوئی چنگاریاں بھڑک اٹھیں، جنہوں نے خلافت راشدہ کے نظام کو جلا کر خاک کر دیا اور یہ چیزیں قتل عثمان پر توجہ ہوئیں۔

(۲) — اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اقربانوازی کے علاوہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے شریعت میں کئی قسم کے بدعات پیدا کر دیئے۔ لہذا تمام مسلمان ان بدعات سے نفرت ہو گئے۔ آخر کار لوگوں نے انہیں قتل کر دیا۔

..... و تعالوا فی المسلمہ. و کلّم حتی قتل و عابوا افعالہ... الخ

(منہاج الکریمۃ فی معرفۃ الامامۃ لابن المطہر الحلی الشیبی)

بحث اختتام مطاعن عثمانی، ج ۴، ص ۶۸، مطبوعہ

در آخر منہاج السنہ، طبع لاہور)

صفائی کا بیان ملاحظہ فرمادیں۔ انہوں نے اپنی سند کے ساتھ حضرت حسنؓ سے نقل کیا ہے

مسئلہ ہذا کو صحیح طور پر معلوم کرنے کے لیے بحث خامس میں "بیان مراحل" فرماتے تھے کہ :-

«امیر المؤمنین حضرت عثمانؓ کا فرمان اور حکم بارہ سال چلتا رہا۔ ان کی امارت میں لوگوں نے کوئی بُرائی نہیں دیکھی، حتیٰ کہ فاسق لوگ آگے اور اہل مدینہ نے حضرت عثمانؓ کے معاملہ میں نرمی سے کام لیا (یعنی شدت اختیار نہ کی، لہذا وہ مقصد میں کامیاب ہو گئے)۔

— حدثنا سلیمان بن حرب ثنا ابوہلال قال سمعت الحسن یقول عمل امیر المؤمنین عثمان بن عفان ثنتی عشرۃ سنۃ لا ینکرون من امارتہ شیئاً حتی جاء فسقۃ فداہن واللہ فی امردہ اهل المدینۃ»

(تاریخ صغیر امام بخاری، ص ۳۲، طبع الہ آباد ہند) تحت ذکر من مات فی خلافتہ عثمانؓ۔

علامہ ابن العربی المالکی اس موقع کی بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :-

ان العربی المالکی کا قول

«حضرت عثمانؓ کے دور میں کوئی بُرائی نہیں تھی، نہ اول دور میں اور نہ آخر دور میں اور نہ ہی صحابہ کرامؓ نے اس موقع پر کوئی بُرائی کی تھی۔ مخاطب کو کہتے ہیں جو تم کو اس موقع کی بُری خبریں سنائی جاتی ہیں وہ باطل ہیں ان کی طرف التفات کرنے سے اجتناب کریں۔

..... فلو یأت عثمان منکراً لافی اول الامر ولا فی

آخرہ ولا جاء الصحابة بمنکر وکل ما سمعت من خیر یا طل ایاک

کے نام سے چند چیزیں یہاں ناظرین کی خدمت میں پیش کی جاتی ہیں۔ ان میں منصفانہ غور کرنے سے عثمانی دور کے آخری مسائل بہترین طریقہ سے واضح ہو جائیں گے اور وہ نقشہ جو معترض احباب نے ان ایام کے متعلق پیش کیا ہے اس کا بعید از صواب و خلاف واقعہ ہونا خوب طرح معلوم ہو سکے گا۔

بیان مراحل

(۱)

حضرت عثمانؓ کے دور کے متعلق لوگوں کا یہ تاثر دینا کہ دور عثمانی کے آخر میں حضرت عثمانؓ کے عمال و حکام کی وجہ سے کئی قسم کے منکرات اور برائیاں پھیل گئی تھیں اور احکام شرعی کی خلاف ورزی ہونے لگی تھی جن کی وجہ سے لوگ حضرت عثمانؓ پر طعن کرنے لگے اور ان کے خلاف نفرت کے جذبات لوگوں میں پھیل گئے۔ واقعات کے خلاف ہے۔ امت کے متعدد کبار علماء نے دور ہذا کے متعلق صفائی کے بیان دیتے ہیں اور منکرات اور برائیوں کی نفی کر دی ہے اور فرمایا ہے کہ کوئی کام اس دور میں ایسا نہیں ہوتا تھا جس پر شرعاً طعن کیا جاسکے یا اس کو موجب فسق اور قتل کا سبب قرار دیا جاسکے۔

امام بخاریؒ کی طرف سے صفائی کا بیان | اب پہلے امام بخاریؒ کی طرف سے

والعواصم من القواصم، ص ۴۰۔ طبع سہیل اکیڈمی لاہور) طرح چلتے تھے۔ اور عوام میں پریشانی کے اثرات نہیں تھے۔ اس چیز کے متعلق مؤرخین

حضرت عثمانؓ کا مقام بیان کرتے ہوئے پلین کے مندرجہ ذیل بیانات ملاحظہ فرمادیں پہلے اس دور کے وفد کی ایک رپورٹ پیش
حضرت شیخ جمیلانی نے غنیۃ الطالبین میں حضرت عثمانؓ کی تائید میں اس دور کے اکابر حضرات جناب سالم بن عبداللہ

عثمانؓ کی اور ان کے دور کی بہترین صفائی پیش کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ بن عمرؓ، عبداللہ بن زبیرؓ جیسے معتدین کے بیانات حاضر خدمت ہیں۔ امید ہے ان کے
برحق امام تھے یہاں تک کہ وہ شہید کیے گئے اور ان کے دور میں کوئی ایسی بات نہیں ملاحظہ کے بعد اطمینان کا سامان ہو جائے گا۔

پائی گئی تھی جس کی وجہ سے ان کو مطعون کیا جاسکے، یا ان کی طرف فسق کی نسبت کی
جاسکے، یا ان کے قتل کا سبب قرار دیا جاسکے۔

مؤرخین طبری اور ابن خلدون
ارسالِ وفود کا واقعہ اور ان کی واپسی رپورٹ

غیرہ نے یہ واقعہ ذکر کیا ہے
کہ خلافت عثمانی کے ایام میں بعض لوگوں کی طرف سے حضرت عثمانؓ کے حکام کے متعلق
کچھ شکایات پیش ہوئیں۔ اس سلسلہ میں حضرت عثمانؓ نے چند بااعتماد حضرات کو مختلف

جہات میں ان پیش آمدہ شکایات کی حقیقت حال معلوم کرنے کے لیے بطور وفد
ارسال کیا۔ محمد بن مسلمہ انصاری صحابی کو کوفہ کی طرف اور اسامہ بن زید کو بصرہ کی
طرف اور عبداللہ بن عمر صحابی کو شام کی طرف روانہ فرمایا اور حضرت عثمانؓ نے ان

دغنیۃ الطالبین مترجم، ص ۱۳۷، فصل ویتقد کے ماسوا آدمی بھی مختلف مقامات میں پھیلاتے۔ (تاکہ حالات کی صحیح واپسی
اہل السنۃ... الخ۔ از حضرت شیخ جمیلانی رپورٹ حاصل ہو سکے)۔ اور حضرت عمارؓ بن یاسر کو مصر کی طرف روانہ کیا تھا۔
المتوفی ۶۱ھ۔ طبع قدیم لاہور)

انہوں نے واپس پہنچ کر اطلاع کی کہ اے لوگو! ہم نے کوئی بری بات وہاں
نہیں دیکھی۔ عوام المسلمین اور خواص دونوں طبقوں نے کوئی بُری بات نہیں معلوم
میں عوام کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے صحیح انتظامات تھے۔ اور لوگوں کی شکایات کی
رفع کرنے کے لیے پورا اہتمام کیا جاتا تھا۔ حکام کو امر بالمعروف دہتر کاموں کا ہیں اور اپنی ذمہ داریاں ادا کرتے ہیں۔

حکم کرنا) وہ نہی عن المنکر (برائیوں سے روکنا) اور کرنے کا حکم جاری ہوتا تھا۔
۱۔ بطور وفد سے تمام وہاں کے صحیح صورت حال کو جاننے اور ملتا انتظامات ٹھیک
تاحال عمارؓ مصر سے واپس نہ ہوتے تھے۔ اس تاخیر کو لوگوں نے معسومین کیا۔ آخر کیا
۲۔ ہر ماہ سے ہر ماہ عمارؓ ملتا آتے تھے، ہر گئے، ہر انتظار اور رشتہ دار کا حال تھا کہ

ناگہاں عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کا مصر سے خط پہنچا۔ اس میں اطلاع درج تھی کہ مصر میں ایک قوم یعنی معترضین و مخالفین عثمان تھی، جس نے عمار کو بہلا پھسلا کر اپنی باتوں کی طرف مائل کر لیا ہے۔ اور عمار کے پاس وہ جمع ہوتے ہیں ان کے نام یہ ہیں: عبداللہ بن سعد بن ابی سرح، خالد بن ملحج، سوذان بن حمران، کنانہ بن بشر وغیرہ،

— ان تبعث رجالاً ممن تثق الی الامصار حتی یرجعوا الیک باخبارهم فدعا محمد بن مسلمة فارسلہ الی الکوفة وارسل اسامة بن زید الی البصرة وارسل عبد اللہ بن عمر الی الشام وفزق رجالاً سواہم فرجعوا جميعاً قبل عمار فقالوا ایھا الناس! ما انکونا شيئاً ولا انکوا اعلام المسلمین ولا عوامہم وقالوا جميعاً الامراء المسلمین الا ان امرائهم یقسطون بینہم ویقومون علیہم واستبطاء الناس عماراً حتی ظنوا انه قد اغتیل فلم یفجأہم الا کتاب من عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح یخبرہم ان عمار قد استمال قوم بمصر وقد انقطعوا الیہ منہم عبد اللہ بن سوذان وخالد بن ملحج و سوذان بن حمران و کنانہ بن بشر

(تاریخ طبری، ج ۵، ص ۹۹ تحت ۳۵)

ذکر میرمن سارا الی ذی خشب من اہل مصر الخ

ارسال وفود کا مذکورہ واقعہ تاریخ ابن خلدون میں بھی مذکور ہے۔ اس کی عبارت اور ترجمہ دینے میں تطویل ہوتی ہے۔ اس بنا پر صرف حوالہ کتاب درج ہے، رجوع فرما کر تصدیق کر لیں۔ (تاریخ ابن خلدون (عبدالرحمن بن خلدون المغربی)، ج ۲، ص ۱۰۲، تحت بدأ الاستقام علی

مندرجہ بالا اطلاع کے ذریعے یہ مسئلہ صاف ہو گیا کہ عثمانی خلافت کے ایام میں منکرانہ نہیں تھے اور عوام و خواص اس دور میں کوئی بُرائی نہیں دیکھتے تھے۔ یہ سارا نظام دین اور شریعت کے ماتحت تھا یعنی اسلامی نظام رائج تھا اور لوگوں میں انصاف قائم کیا جاتا تھا۔ اور اس دور کے عمال و حکام ظالم اور جابر نہیں تھے بلکہ اچھے لوگ تھے اور عوام کے ساتھ اچھا سلوک کرتے تھے۔

یہاں توجہ کے لائق یہ چیز ہے کہ ملک میں انتظامی شکایت **قاعدہ لاکٹر حکم الکل** معلوم کرنے کی خاطر متعدد وفود (مشمول براکابر صحابہ) ارسال کیے گئے تو سوائے ایک عمار بن یاسر کے سب کی واپسی رپورٹ یہ ہے کہ ملک کے معاملات سب ٹھیک چل رہے ہیں۔ ملکی نظام رعایا کے حق میں درست ہے مظالم نہیں ہو رہے بلکہ عدل و انصاف قائم ہے پس عام قاعدہ یہ ہے (لاکٹر حکم الکل)۔

تو اس مقام میں بھی یہی صورت صحیح ہے جو سب حضرات نے اگر بیان کی ہے۔ مخالفین عثمان کی باتوں سے عمار بن یاسر کے متاثر ہونے کی کئی وجوہ ہو سکتی ہیں۔ لہذا لاکٹر حضرات کی اطلاع کو صحیح سمجھا جائے گا اور ایک شخص کی رائے کو متفرد رائے کا درجہ دیا جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمر کے **عثمانی دور کی کیفیت کے متعلق مسلم بن عبداللہ کا بیان** صاحبزادے سالم بن عبداللہ

دور عثمانی کی کیفیت کو اپنے مندرجہ ذیل بیان میں پیش کرتے ہیں وہ ملاحظہ کریں چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

”حضرت عثمان جب سے خلیفہ المسلمین مقرر ہوئے تھے، آخری حج کے بغیر تمام سالوں میں انہوں نے خود حج کرائے۔ (ان کے ذہن)

لوگ امن و امان میں تھے حضرت عثمانؓ کی طرف سے حکام اور کارکنوں کو حکم لکھ کر ارسال کیا جاتا اور جن لوگوں کو ان کے متعلق کوئی شکایت ہوتی ان کو بھی لکھ دیا جاتا کہ دونوں فریق ہر سال حج کے موقع پر حاضر ہوں (تاکہ شکوہ شکایات سن کر ان کا ازالہ کیا جاسکے) اور شہروں میں لوگوں کی طرف حضرت عثمانؓ تحریری فرمان ارسال کر دیتے کہ نیکی کا سلوک کیا کرو اور برائی سے باز رہو۔

اور کوئی مسلمان اپنے آپ کو ذلیل و عاجز نہ سمجھے۔ میں قوی شخص کے مقابلے میں ضعیف آدمی کے ساتھ ہوں جب تک وہ مظلوم ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

لوگوں کی یہی حالت رہی اور اسی حالت پر قائم تھے، حتیٰ کہ بعض لوگوں نے اس طریق کار کو تفریق امت کا ذریعہ اور افتراق قوم کا وسیلہ بنایا۔ یعنی جاوبے جا اعتراض کھڑے کر کے اختلافات کی راہ پیدا کر لی۔

”... عن سالم بن عبد اللہ قال لهما ولی عثمان حج سنوا نہ کلما الآخر حجة....“

..... وامن الناس وكتب في الامصار ان يوافيد العمال في كل موسم ومن يشكوهم وكتب الى الناس الى الامصار ان اتمروا بالمعروف وتناهوا عن المنكر ولا يذل المؤمن نفسه فاني مع الضعيف على القوي مادام مظلوماً ان شاء الله۔

فكان الناس بذالك فجری ذالك الى ان اتخذوا اقوام و سيلة الى تفریق الامة“

(تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۳۲۔ تحت ۳۵ ذکر بعض سیر عثمان رضی اللہ عنہ)

اور البدایہ میں یہ مضمون مختصراً بالفاظ ذیل مذکور ہے :-

”..... يلزم عماله بحضور الموسم كل عام ويكتب الى الرعايا من كانت له عند احد منهم مظلمة فليوات الى الموسم فاني آخذله حقه من عامله.... الخ“

البدایہ لابن کثیر، ج ۷، ص ۲۱۸۔ تحت فصل

ومن مناقبه الكبار وحسناته العظيمة... الخ)

حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کا بیان لوگوں میں سے ہیں ان کی زبان عثمانی

دور کا نقشہ مصنفین نے نقل کیا ہے۔ ناظرین کرام اب اس کو ملاحظہ فرمادیں۔

— عبداللہ مرسوف کے دور خلافت میں خارجیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر اعتراضات کیے یہ وہی اعتراضات تھے جو سبائی ذہنیت والے لوگوں نے حضرت عثمانؓ پر تجویز کیے ہوتے تھے (ان کے جواب میں عبداللہ بن الزبیر نے حضرت عثمانؓ کی دیانت، صداقت، حسن کردار، اور حسن عمل کی خوب صفائی پیش کی جو ذیل میں نقل کی جاتی ہے۔

”..... فسأوه عن عثمان فاجابهم فيه بما ليسوهم

وذكر لهم ما كان متصفاً به من الايمان والتصديق والعدل

والاحسان والسيرة الحسنة والرجوع الى الحق اذا تبين له

فعند ذلك نفروا عنه وفارقوه“

(البدایہ لابن کثیر، ج ۸، ص ۲۳۹۔ تحت مآرة

عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما)

یعنی خارجیوں نے ابن زبیر سے عثمانؓ کے کردار و عمل کے متعلق سوالات کیے

ابن زبیرؓ نے جو جوابات ذکر کیے وہ ان کو ناگوار اور بُرے معلوم ہوئے۔ ابن زبیرؓ نے ان کے سامنے ذکر کیا کہ حضرت عثمانؓ ایمان و تصدیق کے ساتھ متصف تھے، صاحبِ عدل و انصاف تھے۔ احسان و اکرام ان کی صفت تھی، عمدہ اخلاق و دیار کے مالک تھے، حق بات کو قبول کرنے والے تھے جب بھی حق سامنے آتا جب عثمانی سیرت کا یہ نقشہ انہوں نے سنا تو ابن زبیرؓ سے منفرد ہو گئے اور ابن زبیرؓ کو چھوڑ کر الگ ہو گئے (اس لیے کہ سبائیوں کی طرح خارجی بھی عثمانؓ کے خلاف تھے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ اگر ابن زبیرؓ ان کی رائے کے موافق رہے تو ساتھ دینگے ورنہ تعاون چھوڑ دیں گے)۔

— مؤرخ ابن جریر طبری نے ۳۷ھ کے تحت جلد سابع میں واقعہ ہذا کو بڑا مفصل لکھا ہے مگر ہم نے اختصار کے پیش نظر الیاد کے حوالہ پر اکتفا کیا ہے۔ مختصر یہ ہے کہ سالم بن عبداللہ اور ابن زبیرؓ سردو کے بیانات نے واضح کر دیا کہ ذفرہ کی مذکورہ بالا رپورٹ جو حضرت عثمانؓ کے عہد میں صحابہ کرامؓ نے لاکر پیش کی تھی وہ صحیح تھی اور عہد عثمانؓ میں دینی و ملکی انتظامات درست تھے۔ انصاف قائم تھا اور عوام میں قبائلی عصبیت کی وجہ سے کسی قسم کی پریشانی اور بے چینی برسرِ موجود نہیں تھی۔

(۳)

مذکورہ بالا مندرجات کے ذریعے یہ بات واضح ہو گئی تھی کہ حضرت عثمانؓ کے دور میں دینی و انتظامی معاملات درست تھے اور اکثر و بیشتر اوقات میں کسی قسم کی خرابی واقع نہیں تھی۔ لیکن اس دور کے آخری ایام میں جس قسم کے تغیرات پیدا ہوئے ان کی ایک خاص نوعیت تھی اور ان کے دواعی و اسباب مخصوص قسم کے تھے۔

آغاز تغیرات | دورِ نبوت سے لے کر اب تک بے شمار قومیں دائرہ اسلام

میں داخل ہوئیں اور اسلام کا ہر دور میں بول بالا ہوتا گیا۔ اللہ کا کلمہ تمام ممالک پر غالب آ گیا۔ تمام اقوام نے دین اسلام کو قبول کر لیا۔ غلبہ اسلام کو روکنے کے لیے کسی قوم کو حرات نہ رہی۔ تمام مذاہب شریعت اسلامیہ کا حکم تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے۔

اس صورت میں جن اقوام کو اسلام کے ساتھ خاص عداوت اور دشمنی تھی وہ ظاہر میں اسلام کے غلبہ کو روکنے کے لیے دسترس نہیں رکھتی تھیں۔ انہوں نے اہل اسلام کو نقصان پہنچانے کا دوسرا راستہ اختیار کیا، وہ یہ تھا کہ درپردہ اسلام میں باہمی اختلافات کی سکیم چلائی جاتے۔ ظاہر میں اسلام کی خیر خواہی اور اسلام پرستی کا دعویٰ قائم رکھا جاتے۔ زبان پر دین اسلام کی محبت و اطاعت ظاہر جاری رہے اور باطن میں اسلام و اہل اسلام کے ساتھ عناد و نفاق کے سلسلہ کو چلایا جاتے۔ یہ اسلام میں افتراق پیدا کرنے کی گہری سازش تھی جو درپردہ شروع کی گئی۔

ان لوگوں نے عثمانی خلافت کے آخری ایام میں حسد و عناد پیش نظر تھا | عناد کی بنا پر حضرت عثمانؓ کی مخالفت کی تھی۔ ہم یہاں پہلے حاسدین کے حسد پر حضرت علی المرتضیٰؓ و دیگر علماء کے بیانات ذکر کرتے ہیں اس کے بعد اس بات کو واضح کریں گے کہ حسد و عناد کرنے والے اور شرفساد اٹھانے والے کون لوگ تھے؟ جنہوں نے منافقانہ طور پر تحریک چلائی اور قبل عثمانؓ تک نوبت پہنچا دی۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد ایک موقع پر حضرت حضرت علیؓ کا ارشاد | علی المرتضیٰؓ کی خدمت میں بطور سوال یہ بات پیش کی گئی کہ حضرت عثمانؓ کے قاتلین کو قتل عثمانؓ پر کس چیز نے برا لگیتا تھا؟ تو حضرت علیؓ نے جواب میں فرمایا کہ حسد نے انہیں اس کام پر آمادہ کیا۔

چنانچہ فرمان ہذا کو امام احمدؒ نے کتاب السنہ میں بالفاظ ذیل باسناد

نقل کیا ہے :-

«..... عن منار بن حزن قال قيل لعلي بن ابي طالب

ما حملم علي قتل عثمان؟ قال الحسد»

دکتاب السنن الامام احمد، ص ۱۹۷ طبع

مکة المكرمة سن طباعت ۱۳۳۹ھ

(۲) — اسی طرح تاریخ طبری جلد پنجم میں ۳۶ھ کے تحت حضرت علی المرتضیٰ کا

ایک خطبہ منقول ہے جس میں حضرت علیؑ نے بعض لوگوں کے اس موقع پر حدود
عناد کرنے کے معاملہ کو ذرا وضاحت سے بیان فرمایا ہے چنانچہ لکھا ہے کہ

«حضرت علیؑ نے خطبہ دیا۔ حمد و ثنا کی، صلوة اور سلام کہا پھر جاہلیت

کے دور اور اس کی شقاوت کا ذکر کیا اور مذہب اسلام پھر اس کی

سعادت کا بیان فرمایا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے اس خاص انعام کا ذکر

کیا جو اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک خلیفہ پر تمام امت

کے مجتمع ہونے کی صورت میں فرمایا ہے پھر اس کے بعد دوسرے خلیفہ

کے دور کا، پھر اس کے بعد تیسرے خلیفہ یعنی حضرت عثمانؓ کے دور کا ذکر

فرمایا پھر ان حوادث اور مصائب کا ذکر کیا جن کو امت پر بعض اقوام

کھینچ کر لائیں اور لاکھڑا کر دیا ہے۔

حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ یہ اقوام دنیا کی طالب ہیں۔ انہوں نے اس

فضیلت پر حسد کیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس امت پر لوٹائی تھی امت

کو جو چیزیں فضل و کمال کی حاصل ہوتی ہیں، انہوں نے حسد ان لوگوں

پشت ڈال دینے کا ان لوگوں نے ارادہ کر رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے کام کو پورا کرنے والا ہے اور جو ارادہ وہ فرمائے

اس کی وہ تکمیل کرنے والا ہے۔

«..... فبح داد الله عز وجل واشتق عليه وصلى على النبي صلى

الله عليه وسلم وكر الجاهلية وشقاها والاسلام والسعادة

وانعام الله على الامته بالجماعة بالخليفة بعد رسول الله صلى

الله عليه وسلم ثم الذي يليه ثم الذي يليه ثم حدث هذا

الحدث الذي حبره على هذه الامته اقوام طلبوا هذه الدنيا

حسدوا من افعالها والله عليه على الفضيلة وارادوا رد الاشياء

على اديارها والله بالغ امره ومصيب ما اراد... الخ»

(تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۹۴ تحت ۳۶ھ

تحت عنوان نزول امیر المؤمنین زاکار)

ابن العربی نے اپنی مشہور کتاب العواصم
تقاضی ابو بکر ابن العربی کا قول | میں اس موقع پر حضرت عثمانؓ کے خلاف

شورش کھڑا کرنے والوں کی پوزیشن درج کی ہے :-

« وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کے خلاف ایک قوم عناد و کینہ کی

بنا پر جمع ہوئی، اس قوم نے یہ اپنا نظریہ بنا رکھا تھا۔ وہ ایسے لوگ تھے

کہ جنہوں نے ایک مقصد حاصل کرنا چاہا مگر وہ اس کی طرف نہیں پہنچ

سکے اور وہ لوگ حسد کرنے والے تھے۔ انہوں نے اپنی حسد کی بیماری

کو ظاہر کیا اور ان چیزوں پر ان لوگوں کو اپنے دین کی قلت اور یقین

کے ضعف نے اٹھایا تھا اور دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے نے اس پر

برا نگیختہ کیا»

و تألب عليه قوم الاحقاد اعتقدوا ما من طلب

امراً فلم یصل الیہ وحد حصادۃ اظہرد اھا وحملہ علی
ذالک قلة دین وضعف یقین وایتار العاجلة علی الآجلة ۛ

العواصم من العواصم ہص ۱۱۱ طبع لاہور
تحت جوابات مطاعن عثمانی،

شرف و فساد کھڑا کر نیوالے کون لوگ تھے؟
مذکورہ مندرجات نے وضاحت کر
دی ہے کہ اسلام و اہل اسلام کے
ساتھ خاص حسد و عناد رکھنے والی بعض قومیں تھیں جنہوں نے تمام شر و فساد کھڑا کرنے کی
سیکیم تیار کی اور مرکز اسلام یعنی خلیفۃ المسلمین حضرت عثمانؓ پر حملہ کر کے اسلام میں بھوٹ
ڈالنے کی سازش کی۔

اب ناظرین کی خدمت میں یہ تشریح پیش کی جاتی ہے کہ تمام سکیم تیار کرنے والے
اور اس کو چلانے والے کون لوگ تھے؟ کیا تاریخ ان کی کوئی نشاندہی کرتی ہے یا ان کا
تعیین کرنے میں کوئی رہنمائی کتب تاریخ سے حاصل ہوتی ہے؟
تو اس کے متعلق عرض ہے کہ شیعہ و سنی مؤرخین نے اس مسئلہ کو بڑی وضاحت
سے اپنی اپنی کتابوں میں حسب موقع درج کر دیا ہے قلیل سی محنت کرنے سے وہ مواد
حاصل ہو سکتا ہے۔

ناظرین کرام کی سہولت کے لیے ہم چند حوالہ جات پیش کرتے ہیں جن میں غور و فکر
کرنے سے مسئلہ مذکورہ پوری طرح صاف ہو کر نظر آئے گا۔

اس کا اجمالی نقشہ یہ ہے کہ انتشار فی الاسلام کا یہ مسئلہ عبد اللہ بن سبا (یہودی)
نومسلم نے اٹھایا۔ اس نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر مختلف مقامات پر مختلف قوموں
میں اپنے پیروگرام کا پرچار کیا۔ لوگوں کو اپنا ہمنوا بنایا۔ اس کی منافقانہ چالوں اور
دام نزویر میں جو لوگ آگئے ان کو آمادہ کر کے خلیفہ اسلام پر وار کرنے کے لیے

مدینہ طیبہ پر چڑھائی کی۔ مرکز اسلام پر حملہ کر کے اپنے مذموم مقاصد کو پورا کیا۔ اس
طرح اہل اسلام میں افتراق و انتشار کا باب ہمیشہ کے لیے مفتوح کر دیا۔

حافظ ابن کثیرؒ نے مسئلہ ہذا کو مندرجہ
ذیل شکل میں پیش کیا ہے۔ فرماتے
ہیں کہ :-

عبد اللہ بن سبا کی ابتدائی کارگزاری
اور بنیادی طریق کار :-

— حضرت عثمانؓ کے خلاف جو جماعتیں مذموم مقاصد کے تحت ہیں
آئی تھیں، اس کے پس منظر میں یہ چیز تھی کہ :

”ایک شخص یہودی جس کو عبد اللہ بن سبا کہتے تھے، بظاہر اسلام لایا
پھر اس کو مصر کی طرف نکالا گیا۔ ایک مضمون جو اس نے اپنی طرف سے
انتزاع کر لیا تھا وہ لوگوں کی ایک جماعت کے سامنے پیش کیا۔ وہ مضمون
یہ تھا کہ :-

(۱) پہلے دریافت کرتا تھا کہ کیا عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے واپس تشریف لائیں گے؟
لوگ کہتے کہ ہاں آئیں گے۔ تو کہتا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
عیسیٰ علیہ السلام سے یقیناً افضل ہیں تو پھر ان کے عود کر آنے سے کیوں
انکار ہے؟

(۲) پھر یہ چیز پیش کرتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ بن
ابی طالب کے خنی میں وصیت کی تھی یعنی ان کو اپنا وصی اور اپنا قائم
مقام مقرر کیا تھا، پس محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور علی المرتضیٰ
خاتم الاوصیاء ہیں۔

(۳) — اس کے بعد یہ بات سامنے رکھتا کہ خلافت و امارت کے لیے
حضرت عثمانؓ سے حضرت علیؓ بن ابی طالب زیادہ حقدار ہیں اور عثمانؓ

نے اپنی نلافنت کے دوران کئی قسم کی زیارتیاں کر ڈالی ہیں جو ان کے لیے مناسب نہیں تھیں۔

ابن سبکی نامی جماعت نے حضرت عثمانؓ کے حق میں کئی چیزوں کا انکار کیا۔ اس معاملہ کو بظاہر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا رنگ دیتے ہوئے تھے۔ (اور اصلاحی شکل میں پیش کرتے تھے)

مصر وغیرہ کے بہت سے لوگ ان کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر فتنوں میں مبتلا ہوتے۔ ان لوگوں نے کوفہ و بصرہ کے عوام کی جماعتوں کی طرف مراسلت و خط و کتابت جاری کر رکھی تھی۔ ثنائیات عثمانی ان مراسلات کا موضوع ہوتا تھا۔ اس طریق سے انہوں نے لوگوں کو مخالفت عثمانی پر مجتمع کیا۔ اور کچھ لوگ حضرت عثمانؓ کی نزوف بخت و بدال کرنے کے لیے مدینہ ارسال کیے۔ وہاں بنا کر انہوں نے کبار صحابہ کو مغزول کرنے اور اپنے رشتہ داروں کو عامل بنانے کے طعن ڈیکئے۔ اس طرح لوگوں کے قلوب میں شبہات ڈالنے کی کوشش کی۔۔۔ الخ۔“

” و ذکر سیف بن عمران سبب تائب الاحزاب علی عثمان ان رجلاً یقال له عبد الله بن سبا كان يهودياً فآظموا للاسلام و صار الى مصر، فاجى الى طائفة من الناس كلاماً اخترعه من عند نفسه، مضمونه انه يقول للرجل اليس قد ثبت ان عيسى بن مريم سيعود الى هذه الدنيا؛ فيقول الرجل نعم؛ فيقول له فرسول الله صلى الله عليه وسلم افضل منه فما تنكون يعود الى هذا الدنيا وهو اشرف من عيسى ابن مريم عليه السلام۔ ثم يقول وقد كان اوصى الى علي بن ابي طالب فحمد خاتم الانبياء

د علی خاتم الاوصیاء ثم یقول فهو احق بالامرة من عثمان و عثمان معتد فی ولايته ماليس له۔ فانكروا عليه و اظهروا الامر بالمعروف والنهي عن المنكر۔ فافتن به بشرك كثير من اهل مصر و كتبوا الى جماعات من عوام اهل الكوفة والبصرة فمالوا علی ذلك و كانوا فيه و نواعدوا ان یجتمعوا فی الانكار علی عثمان و ارسلوا اليه من يناظره و يذكر له ما یتقون علیه من توليته اقرباءه و ذوی رحمہ و عزله كبار الصحابة فدخل هذا فی قلوب كثير من الناس فجمع عثمان بن عفان نوّاباً من الامصار فاستشارهم فأشاروا علیه بما تقدم ذكرنا له فالله اعلم“

والبدایہ لابن کثیر، ج ۲، ص ۱۶۷-۱۶۸۔ تحت سکتہم

اور علامہ ابن خلدون نے اپنی تاریخ میں اس مقام پر **ابن خلدون کا بیان** عبداللہ بن سبا کا تعارف اور اس کی کارستانیاں ذیل میں مختصراً بیان کی ہیں۔

- (۱) - اس دور کے شریر اور فسادی عنصر میں ایک شخص عبداللہ بن سبا تھا جو ابن السوداء کے نام سے معروف تھا۔ (السوداء اس کی ماں کا نام تھا)۔
- (۲) - یہ یہودی نسل سے تھا حضرت عثمانؓ کے دور میں ظاہراً اسلام لایا لیکن اس کا اسلام لانا صحیح نہیں تھا (اس کی منافقانہ چال تھی)
- (۳) - (اپنے کردار کی وجہ سے) بصرہ سے نکال دیا گیا پھر کوفہ میں داخل ہوا پھر وہاں سے شام چلا گیا۔ شام سے بھی اسے نکالا گیا۔ پھر مصر میں داخل ہوا۔
- (۴) - حضرت عثمانؓ پر یہ بہت طعن کیا کرتا تھا اور درپردہ ہتھت علیؓ و اولاد علیؓ

اول وہ شخص تھا جس نے حضرت علیؑ کی امامت کے فرض ہونے کا دعویٰ کیا اور حضرت علیؑ کے مخالفین سے براءت کرنے کو ضروری قرار دیا (یعنی تبریٰ کرنے کو لازم ٹھہرایا) پس اسی وجہ سے شیعہ کے مخالف لوگوں نے یہ قول کیا ہے کہ شیخ اور رفض کا اصل سرچشمہ یہودیت ہے۔

تیسری صدی کے علامہ نو بختی نے لکھا ہے کہ

”..... وحكى جماعة من اهل العلم من اصحاب علي عليه السلام ان عبد الله بن سبا كان يهودياً فاسلم ووالى علي عليه السلام وكان يقول وهو على يهوديته في يوشع بن نون بعد موسى عليه السلام بهذه المقالة فقال في اسلامه بعد وفاة النبي صلى الله عليه وآله في علي عليه السلام بمثل ذلك وهو اول من اشتهر القول بفرض امامة علي عليه السلام واظهر البرائة من اعدائه وكاشف مخالفيه فمن هناك قال من خالف الشيعة ان اصل الرفض ماخوذ من اليهودية... الخ“

رفیق الشیخ ابی محمد حسن بن موسیٰ النوبختی، ص ۴۲۔

طبع نجف اشرف (من علماء قرن الثالث) تحت

الفرقة السبائية

چوتھی صدی کے علامہ ابو عمر واکشتی نے لکھا ہے کہ

” ذكر بعض اشرارنا لعبد الله بن سبا كان يهودياً فاسلم ووالى علياً عليه السلام وكان يقول وهو على يهوديته في يوشع بن نون وصى موسى بالخلو فقال في اسلامه بعد وفاة رسول الله صلى الله عليه وآله في علي عليه السلام بمثل ذلك وكان اول

من اشتهر بالقول بفرض امامة عليؑ واظهر البرائة من اعدائه وكاشف مخالفيه واكفرهم فمن ههنا قال من خالف الشيعة اصل التشيع والرفض ماخوذ من اليهودية“

(۱) — رجال کشی (من علماء القرن الرابع)، ص ۱۰۰۔

طبع بمبئی، تحت تذکرہ عبد اللہ بن سبا۔

(۲) — تنقيح المقال للشيخ عبد الله الماتقاني، ج ۲، ص ۱۸۴۔

تحت عبد اللہ بن سبا۔ طبع نجف اشرف (عراق)

(۳) — تحفة الاحباب شيخ عباس قمي، ص ۱۸۴۔ تحت

عبد اللہ بن سبا۔ طبع طهران۔

حاصل کلام

عثمانی خلافت کے آخری ایام میں زین سبا کی یہ منافقانہ تحریک اہل اسلام میں اختلاف ڈالنے کے لیے چلائی گئی تھی اور ابن سبا نے مختلف علاقوں میں اپنے ہممنوا اثرینید افراد پیدا کر لیے تھے جو حضرت عثمانؓ پر اعتراضات کرتے اور ان کے عمال کی زیادتیاں شمار کرتے تھے۔ یہ لوگ مشورہ کے ساتھ کوفہ سے بصرہ سے اور مصر سے چڑھائی کر کے مدینہ پر آتے تھے اور حضرت عثمانؓ کے مکان کا محاصرہ کر لیا تھا۔ اہل مصر کا سرگرم وہ عبدالرحمن بن عدیس البلبوی تھا۔ بصریوں کا نیدر حکیم بن جبلة العبدی تھا اور اہل کوفہ کی پارٹی کا سربراہ مالک بن حارث الاثری النخعی تھا۔ چنانچہ خلیفہ ابن خیاط لکھتے ہیں :-

قال ابو الحسن قدم اهل مصر عليهم عبد الرحمن بن

عدیس البلبوی واهل البصرة عليهم حکیم بن جبلة العبدی و

اهل الكوفة فيهم الاشرار مالك بن الحارث الغنمي المدينة
في امر عثمان فكان مقدم المصريين ليلة الاربعاء هلال
ذی قعدة... الخ

تاریخ خلیفہ ابن خیاط، جزا، ص ۱۴۵۔

تحت ۳۵۰ (الفتنة زمن عثمان)

پہلے کچھ آیام ان لوگوں نے محاصرہ عثمانی کیے رکھا۔ اس دوران مختلف
مطالبات حضرت عثمان سے منوانے کے لیے چلے اور بہانے بناتے رکھے لیکن
اصلی مقصد چونکہ دوسرا تھا یعنی اسلام کے مرکز کو ختم کرنا مقصود تھا اس لیے
مطالبات تسلیم ہونے پر کبھی وہ کسی صورت میں مطمئن اور راضی نہیں ہوتے تھے۔
آخر کار انہوں نے اپنے مذموم مقصد کی طرف اقدام کیا اور مرکز اسلام رخلیفۃ
المسلمین کو موقع پا کر شہید کر ڈالا حضرت عثمان کی حفاظت کرنے والے حضرات
کو بعد میں علم ہوا جبکہ وہ اپنا سلب پورا کر چکے تھے۔

— (۴) —

مدافعت عثمانی میں اہل مدینہ

اور صحابہ کرام کا کردار

جب یہ اشرار اپنے مقاصد کے پیش نظر اپنے اپنے مراکز سے مدینہ شریف
کی طرف روانہ ہوتے تو وہاں یہ ارادہ ظاہر کرتے تھے کہ مدینہ کے راستہ سے
حج کو جائیں گے۔

کوفہ، بصرہ اور مصر سے یہ لوگ ایک کثیر تعداد میں پہنچے تھے اور یہاں مدینہ

حوالی مدینہ میں پہنچنے کے بعد یہ ظاہر کرتے تھے کہ خلیفۃ المسلمین اور ان کے حکام سے چند
شکایات ہیں ان کا ازالہ کرنا مطلوب ہے۔ اس مقام میں ناظرین کرام اس بات کو
ذہن نشین رکھیں کہ بہت سے اہل اسلام مدینہ اور غیر مدینہ سے مختلف ممالک میں پہنچ کر
جنگی مہموں میں مصروف تھے اور کچھ لوگ اہل مدینہ میں سے حج کو چلے گئے تھے اور باقی
صحابہ کرام اور اہل مدینہ ابتدائی مراحل میں ان باغیوں اور حضرت عثمان کے درمیان ازالہ
شکایات کے سلسلہ میں مداخلت کرتے رہے۔ بقول مؤرخین حضرت عثمان نے ان میں سے
جائزہ چیزوں کو تسلیم کرتے ہوئے ان کے اعتراضات کا ازالہ کر دیا تھا۔ اس کے باوجود
انہوں نے اپنے پُر فتن مقاصد میں کچھ کمی نہ کی اور روز بروز ان کی گرفت بڑھتی گئی اور
عثمانی محاصرہ شدید ہوتا گیا

جب بگڑے ہوئے یہ حالات صحابہ کے سامنے آئے تو اس وقت حضرت عثمان
کی خدمت میں متعدد بار صحابہ کرام اور اہل مدینہ حاضر ہوئے اور اجازت پاہی کہ ان
مفسدین کے شر کو دور کرنے کے لیے ہاتھ اٹھانے اور ہتھیار سنبھالنے کی اجازت
بخشی جائے۔

چنانچہ اختصار کے پیش نظر اس پر مندرجہ ذیل حوالہ جات پیش خدمت ہیں۔

مسعب الزبیری کتاب نسب قریش میں لکھتے ہیں کہ:

”لوگ (صحابہ کرام اور اہل مدینہ) حضرت عثمان کی طرف کھڑے ہو کر

آئے اور کہنے لگے کہ مسئلہ ہذا (یعنی اختلاف بین الفرقین) میں میں

بصیرت حاصل ہوگئی ہے۔ اب آپ ہمیں باغیوں کے ساتھ جہاد کرنے

کی اجازت دیجیے حضرت عثمان نے جواب میں فرمایا کہ جن لوگوں پر میری

تابع داری لازم ہے ان کو میں قسم دے کر کہتا ہوں کہ میرے لیے قتال

نہ کریں“

... فقام الناس الى عثمان فقالوا قد امكنتنا البصائر فاذن لنا في الجهاد قال ابو حبيبة قال عثمان عزمت على من كانت لي عليه طاعة ان لا يقاتل

(۱) — کتاب نسب قریش، ص ۳۰۳ تحت ولد ابی العاص۔

(۲) — تاریخ الاسلام للذہبی، ج ۲، ص ۱۳۳ تحت ۳۵۳

حافظ ابن کثیر البدایہ میں کہتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے باغیوں کو سختی سے منع کیا اور روکا تو معاملہ میں تلخی اور شدت پیدا ہو گئی حضرت عثمانؓ نے لوگوں پر قسم دے کر حکم دیا کہ اپنے ہاتھوں کو قتال سے روک لیں اور اپنے ہتھیاروں کو نیام میں کر لیں۔ چنانچہ لوگوں نے اس فرمان پر عمل کیا۔ اس بنا پر باغیوں نے اپنے ارادے پر قدرت پالی۔ بائیں سہمہ اہل مدینہ میں سے کوئی شخص بھی یہ گمان نہیں کر سکتا تھا کہ حضرت عثمانؓ کو قتل کر دیا جائے گا۔

..... وعزم عثمان على الناس ان يتفوا ابيهم ويعيدوا
اسلحتهم ففعلوا فتمكن اولئك مما ارادوا ومع هذا ما ظن احد
من الناس انه يقتل بالكلية

البدایہ لابن کثیر، ج ۲، ص ۱۹۷ فصل ان قال

فائل کیفیت وقع قتل عثمان ... الخ

اسلام کا قاعدہ ہے کہ خلیفہ المسلمین کی اطاعت اور فرمانبرداری واجب

ہوتی ہے اس قاعدہ کی بنا پر صحابہ کرامؓ نے مدافعت کے سلسلہ میں خلیفہ کے اذن کے بغیر کوئی اقدام نہیں کیا۔ اسی سلسلہ میں اب خلیفہ سے طلب اجازت کے چند واقعات درج کیے جاتے ہیں۔

(۱) — حضرت زبیر بن ثابتؓ نے

اس موقع پر حضرت عثمانؓ کی خدمت میں

عرض کیا کہ یہ انصار لوگ دروازے پر

مدافعت کی اجازت طلب کرنے والے اشخاص

موجود ہیں کہتے ہیں کہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم دوبار اللہ کے انصار بنیں۔

یعنی ایک دفعہ پہلے دین کی نصرت کر چکے ہیں۔ اب دوسری بار ہم اللہ کے دین

کی نصرت کرنے کو تیار ہیں، تو حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ مجھے اس بات کی حاجت

نہیں ہے۔ تم قتال سے رک جاؤ۔

ان زبیر بن ثابت قال لعثمان هؤلاء الانصار بالباب يقولون

ان شئت كنا انصار الله موتين فقال لا حاجة لي في ذلك لفتوا

(۱) — تاریخ خلیفہ ابن خیاط، جز اول، ص ۱۵۱ تحت

۳۳۵۔ الفتنة زمن عثمانؓ۔

(۲) — طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۴۸ تحت ذکر

ما قبل لعثمانؓ فی الخلع۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عمرؓ محاصرہ کے دنوں میں تلوار لگا کر حضرت عثمانؓ کی

خدمت میں مدافعت کے لیے حاضر ہوتے تو حضرت عثمانؓ نے ابن عمرؓ کو قسم دے

دی کہ آپ واپس چلے جائیں۔ خدا نخواستہ آپ کہیں اس فتنہ میں قتل نہ کیے

جائیں۔

ان ابن عمر كان يومئذ منقلد أسيد حتى عزم عليه

عثمان ان يخرج مخالفة ان يقتل

تاریخ خلیفہ ابن خیاط، ج ۱، ص ۱۵۱۔

تحت ۳۵۵۔ الفتنة زمن عثمانؓ۔

(۳) — اسی طرح حضرت ابوہریرہؓ ہتھیار بند ہو کر حضرت عثمانؓ کی خدمت میں مدافعت کے لیے حاضر ہوئے اور اگر مدافعت کرنے کی اجازت چاہی تو حضرت عثمانؓ نے ان کو بھی منع کر دیا۔

«عن قتادة ان ابا هريرة كان متقلداً سيفه حتى نهاه عثمانؓ»

(۱) — تاریخ خلیفہ ابن خیاط، ج ۱، ص ۱۵۱ تحت ۳۵ھ۔ الفتنة زمن عثمانؓ۔

(۲) — طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۲۸-۲۹ تحت ذکر ماقبل لعثمان فی الخلع۔

(۳) — کتاب السنن لسعيد ابن منصور، ص ۳۶۲۔
القسم الثاني من مجلد الثالث، طبع مجلس علمی۔
کراچی و ڈابھیل۔

(۴) — اور ایک صحابی سلیط بن سلیط ہیں۔ انہوں نے حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر فتنہ بذا کے دوران باغیوں سے قتال کرنے کی اجازت چاہی تو حضرت عثمانؓ نے ان کو بھی ہاتھ اٹھانے سے منع کر دیا۔
حضرت سلیط فرماتے تھے کہ اگر سیدنا عثمانؓ ہمیں باغیوں سے قتال کرنے کی اجازت فرماتے تو ہم ان کو مار بھگانے حتیٰ کہ ان علاقوں سے ہی انہیں نکال دیتے۔

«عن محمد بن سيرين قال قال سليط بن سليط نهانا عثمان عن قتالهم ولو اذن لنا لاضر بنا هم حتى نخرجهم من اقطارها»
تاریخ خلیفہ ابن خیاط، ص ۱۵۰، ج ۱ تحت ۳۵ھ۔
الفتنة زمن عثمانؓ

تاریخ شہادت عثمانؓ اور قاتلین کے اسما۔
حضرت امیر المؤمنین عثمانؓ

کو سرکشوں اور ظالموں نے (۳۵ھ میں) ۱۸ ذوالحجہ کو بروز جمعہ (بعد العصر) بیدوی سے اپنے مکان میں شہید کر دیا۔ (ترجیح)۔ مدینہ طیبہ میں مسجد نبوی کے قریب یہ مکان واقع تھا۔

— قاتلین میں ایک شخص سودان بن حمران ہے، اسی کو اسود بن حمران کے نام سے بھی لکھتے ہیں۔ دوسرا شخص رومان الیمانی ہے جو بنی اسد بن خزیمہ کے قبیلہ سے تھا اور بھی بعض لوگوں مثلاً رکن بن بشر وغیرہ) کا نام قاتلین عثمانؓ میں شمار کیا کرتے ہیں۔ تفصیلات کے لیے ذیل مقامات کی طرف رجوع کریں۔

- (۱) تاریخ خلیفہ ابن خیاط، ج ۱، ص ۱۵۳ تحت ۳۵ھ۔
(۲) البدایہ لابن کثیر، ج ۲، ص ۱۸۵ تحت صنفہ قبلہ۔
(۳) البدایہ لابن کثیر، ج ۲، ص ۱۹۰۔ فصل
(دکانت مدة حصار عثمان فی داره)

سیدنا عثمانؓ کے جنازہ کا مسئلہ قبل انہیں حضرت عثمانؓ کا جنازہ، پھر تھمیر
«رحمنا بلینہم» حصہ سوم عثمانی باب پنجم
تحت عنوان جنازہ عثمانی و دفن وغیرہ
کے لکھا گیا تھا تاہم یہاں بھی اس مسئلہ کو مختصراً درج کیا جاتا ہے اور ساتھ ہی تدفین کی تعجیل بھی ذکر کی جاتی ہے۔ مندرجہ ذیل حوالہ جات کے ذریعہ یہ طعن زائل ہو جائے گا کہ حضرت عثمانؓ تین روز تک بے گور و کفن پڑے رہے تھے۔

(۱)

امام احمد نے مسند احمد میں باسند روایت درج کی ہے کہ مشہور صحابی حضرت

زبیر بن العوام نے حضرت عثمانؓ کا جنازہ پڑھایا اور دفن کیا:

..... عن قتادة قال صلى الزبير على عثمان رضي الله عنه

ودفنه... الخ

رئسنا احمد، ج ۱، ص ۴، تحت مسند عثمان

واخبار عثمان - طبع اول مصری

(۲)

قدیم مؤرخین (مسعب الزبیری وغیرہ) نے اس موقع کے واقعات میں تحریر کیا ہے کہ عثمانؓ اس دن روزہ دار تھے۔ جمع کے روز وہ شہید کیے گئے اور ہفتہ کی رات کو مغرب اور عشاء کے درمیانی وقت میں جنازہ پڑھنے کے بعد انہیں دفن کیا گیا۔

..... وكان يومئذ صائماً ودفن ليلة السبت بين المغرب والعشاء

د کتاب نسب قریش لمسعب الزبیری ص ۱۰۱-

تحت ولد ابی العاصی بن امیہ

(۳)

— نیاز بن مکرم الاسلمی جو واقعہ شہادت کے موقع پر موجود تھے، حضرت امیر معاویہؓ کی خدمت میں ان حالات کی تفصیل بیان کرتے وقت ذکر کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت عثمانؓ کا جنازہ دفن کے لیے اٹھایا۔ یہ ہفتہ کی شب تھی مغرب و عشاء کا درمیانی وقت تھا۔

..... حملناہ رحمہ اللہ ليلة السبت بين المغرب و

العشاء... الخ

طبقات لابن سعد، ج ۳، ص ۴، در القسم الاول تحت

ذکر من دفن عثمان وتی دفن ومن حملہ... الخ طبع اول بیروت

(۴)

اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ اس مقام پر فرماتے ہیں کہ متعدد روایات مشہورہ کے ذریعہ ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت عثمانؓ کی نعش کا نین روز تک پڑے رہنا محض افترا اور جھوٹ ہے۔ اس کی تکذیب تمام تواریخ میں موجود ہے اس لیے کہ مؤرخین کا اس چیز پر اتفاق ہے کہ ۸ھ، ۸ ذوالحجہ بروز جمعہ عصر کے بعد حضرت عثمانؓ کی شہادت ہوئی اور شبِ شنبہ (ہفتہ) کی رات کو ہی جنت البقیع کے قریب دفن کر دیئے گئے۔ اس بات میں ذرہ برابر شبہ نہیں ہے۔

— نیز از روایات مشہورہ متعدد ثابت شد کہ ناسہ روز افتادہ ماندن

لاش عثمانؓ محض افترا و دروغ است و در جمیع تواریخ تکذیب آن موجود

است زیرا کہ باجماع مؤرخین شہادہ عثمانؓ بعد از جمعہ ہنتر ذی الحجہ

واقع شدہ است و دفن او در بقیع شب شنبہ وقوع یافت بلاشبہ

ذخفہ اثنا عشریہ، ص ۳۲۹ طبع جدید لاہور

در آخر طعن و تلہم عثمانی - مطالع عثمانی

(۵)

قاتلین عثمانؓ کیسا گروہ تھا؟

امت کے کبار علماء نے اس مسئلہ کو مختصر الفاظ میں تصریحاً ذکر کیا ہے کہ مسلمانوں کے بہترین لوگوں میں سے کوئی شخص بھی حضرت عثمانؓ کے قتل میں شریک نہیں تھا اور نہ قتل عثمانؓ کے حکم کرنے میں شامل تھا۔

حضرت عثمانؓ کو مفسدین کے ایک طائفہ نے شہید کیا۔ وہ طا

لوگوں میں سے تھا اور فتنہ برپا کرنے والوں میں سے تھا۔

ان کا پیسے یہ سلا لیتا تھا کہ عثمان خلافت سے دستبردار ہو جائیں لیکن آنر کار انہوں نے حضرت عثمانؓ کو شہید کر کے ہی چھوڑا۔ حالانکہ ان کے شبہات اور اعتراضات کو دور کر دیا گیا تھا اور ان کے سامنے حق بات واضح ہو چکی تھی اس کے باوجود انہوں نے قتل عثمانؓ کا فتنہ کھڑا کر دیا جس سے اہل اسلام میں ہمیشہ کے لیے اختلاف پیدا ہو گیا۔ اسی وجہ سے علماء کبار نے ان لوگوں کو باغی کی بجائے مفسد، ظالم اور سرکشی کا نام دیا ہے۔ حوالہ جات ذیل میں یہ مضمون موجود ہے۔ اہل علم تسلی فرما سکتے ہیں۔

(۱) ان اخیار المسلمین لم یدخل واحد منهم فی دم عثمان لا قتل ولا امر بقتله وانما قتله طائفة من المفسدین فی الارض من اوباش القبائل واهل الفتن ۛ

(منہاج السنہ لابن تیمیہ، ج ۲، ص ۱۸۶)

(۲) ”ولو یدخل خیار المسلمین فی ذالک انما قتله طائفة من المفسدین فی الارض من اوباش القبائل وروس الشر“

(المنتقى للذہبی، ص ۲۲۵)

(۳) فمن الذی اجتمع علی قتل عثمان ۹ هل هم الا طائفة من اولی الشر والظلم ولا دخل فی قتله احد من السابقین“

(المنتقى للذہبی، ص ۵۴۳)

(۴) ... (هاجت) روس الفتنه والشر واطوا به و حاصروه ليجلعه نفسه من الخلافة وقاتلوه قاتلم الله“

(تذکرۃ الحفاظ للذہبی، ص ۸-۷-۶-طبع حیدرآباد دکن)

طبع اول تحت ذکر امیر المؤمنین عثمان بن عفانؓ

(۵) فن تقاعد کے علماء اس طرف گئے ہیں کہ۔

”ان قتلة عثمان لم يكونوا بغاة بل هم ظلمة وعتاة لعدم الاعتداد بشبهتهم ولا نهم اصروا على الباطل بعد كشف الشبهة وايضاح الحق لهم“

(المسامرة فی شرح المسامرة، ص ۱۵۹-۱۶۰)

جز ثانی۔ طبع مصر۔ تحت الاصل الثامن)

صحابہ کرام کا شہادتِ عثمانی پر تاسف | جب یہ مفسد اور باغی لوگ اپنے بڑے مقصد (یعنی

قتل عثمانؓ) میں کامیاب ہو گئے تو یہ کوئی معمولی واقعہ نہ تھا۔ اسلام کے مرکز پر انہوں نے حملہ کر کے مرکزی قوت پاش پاش کر دی تھی۔ اس جاں گداز واقعہ کو دیکھ کر صحابہ کرام سخت پریشان اور سرگرداں تھے۔ تقدیر خداوندی غالب آگئی تھی جس کو دور کرنا کسی کے بس کی بات نہ تھی۔

(۱) — اس موقع پر پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن سلام نے فرمایا کہ لوگوں نے قتل عثمانؓ کے ذریعے اپنے اوپر ایک فتنے کا دروازہ کھول لیا ہے جو قیامت تک بند نہ ہو سکے گا۔

— وقال عبد الله بن سلام لقد فتح الناس على انفسهم

بقتل عثمان باب فتنة لا يخلق عنهم الى قيام الساعة ۛ

(الاستيعاب مع الصحابة، ج ۳، ص ۸۴)

تحت تذکرہ عثمانی،

(۲) — ایک دوسرے صحابی ابو حمید الساعدی (جو بدری صحابہ میں سے تھے)

اس واقعہ کے تاثرات کا یوں اظہار کرتے ہیں: جب حضرت عثمانؓ شہید کر دیئے گئے تو یوں کہتے تھے کہ اے اللہ! تیری رضا کی خاطر میں نے اپنے اوپر لازم کر لیا

کہ فلاں فلاں بات نہیں کروں گا، ہنسی اور مذاق بھی نہیں کروں گا، ہنسی کہ مجھ پر موت آجائے۔

— قال ابو حمید الساعدی لما قتل عثمان وکان ممن شهد
بدر اللهم ان لك على الا افعل كذا ولا افعل كذا ولا اصحك
حتى القاك“

(طبقات ابن سعد، ص ۵۶۔ تحت ذکر ما قال اصحاب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

(۳) — حضرت عثمانؓ جب شہید ہوئے تو حضرت عمر فاروقؓ کے ساتھ جڑا سے
حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے افسوس اور تأسف کرتے ہوئے فرمایا کہ جب سے حضرت عثمانؓ
شہید کر دیئے گئے ہیں نے کھانا سیر ہو کر نہیں کھایا۔

— و ذکر عن انس بن مالک قال قال عبد اللہ بن عمر ما شبت
من طعام منذ قتل عثمان“

د کتاب نسب قریش، ص ۱۰۲۔ تحت ولد ابی العاصی
بن امیۃ)

حضرت عثمانؓ کی شہادت کا صدمہ صحابہ کرامؓ پر اتنا شدید تھا جس کو صحیح طور پر
بیان کرنا بڑا مشکل ہے۔ صحابہ کرامؓ کے یہ چند ایک واقعات ہم نے بلور نمونہ نقل کر دیئے
ہیں ورنہ اس مظلومانہ قتل کی ایک طویل داستانِ غم ہے جو متعدد صحابہ کرامؓ سے منقول
ہے اور اس پر جتنا صحابہ کرامؓ غم کا اظہار فرماتے وہ کم ہی تھا۔ اور اس کا مداوا کسی صورت
میں بھی نہیں ہو سکتا تھا۔

— (۶) —

ان فتن اور بلیات میں سیدنا عثمانؓ

حق پر تھے اور ان کا خاتمہ حق پر ہوا

پیش کردہ چیزوں کے ذریعے یہ بات صاف طور پر نظر آتی ہے کہ حضرت عثمانؓ
کے خلاف آخری ایام میں مفسدین نے جو چیزیں کھڑی کر دی تھیں وہ اغراضِ فاسدہ کی
بنا پر تھیں۔

حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں کوئی خلافِ شرع چیز نہیں ایجاد کی گئی تھی اور
نہ ہی حد و اللہ کو ضائع کیا گیا تھا۔ اور نہ ہی قبائل میں کوئی متعصبانہ نظریات اٹھ کھڑے
ہوتے تھے جن کی وجہ اقرباء کو مناصبِ دہی اور اپنوں کو عطائے اموالِ کثیرہ قرار
دیا جائے۔

اگر بعض لوگوں نے اس نوعیت کے اعتراضات اٹھائے تھے تو کیا وہ لوگ صحابہ
کرامؓ کی بہ نسبت اسلام کے زیادہ خیر خواہ تھے؟ اور دینی نظام کو زیادہ قائم کرنے
والے تھے؟

ظاہر بات ہے کہ جمہور صحابہؓ ان فساد اٹھانے والوں کے خلاف تھے اور ان
کے ہمنوا نہیں تھے۔ یہی بات مفسدین کے ناحق ہونے پر کافی دلیل ہے۔

یہ چند مطاعن حضرت عثمانؓ کے خلاف کھڑا کرنے والے ایسے لوگ تھے جو
دینی اور اسلامی نظام کو دل سے نہیں چاہتے تھے اور دینِ اسلام کے ساتھ عناد
رکھتے تھے۔ جس کی اصل وجہ اسلام کے ساتھ حسد اور اسلام کی ترقی کے ساتھ عداوت
تھی۔ جس کو وہ دوسری صورت میں ظاہر نہیں کر سکتے تھے۔ اسلام کی خیر خواہی کے رنگ

میں یہ تجویز اختیار کی اور ایک حکیم کی صورت میں چلائی اس طریقہ سے انہوں نے اہل اسلام میں افتراق و انتشار کا فتنہ کھڑا کر دیا۔

ان گذارشات کی تائید صحابہ کرام کے اقوال و اعمال سے پوری طرح ہوتی ہے۔ صحابہ کے قول و عمل کی چند چیزیں بطور بالا میں بطور نمونہ پیش کی گئی ہیں۔ اب ذیل میں سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اس بات کی تائید پیش کی جاتی ہے کہ حضرت عثمان کے حق میں حضور علیہ السلام نے متعدد بشارات اور خوشخبریاں ذکر فرمائی تھیں جو ان آخری ایام پر منطبق ہوتی ہیں اور حضرت عثمان کے کردار کی صداقت و دیانت پر دلالت کرتی ہیں۔ اور حضرت عثمان کی حمایت کرنے والے گروہ کی حقانیت کو ثابت کرتی ہیں۔ ان میں سے چند ایک ذیل میں پیش کی جاتی ہیں۔

بشارات و اشارات

(۱) — موسیٰ بن عقبہ نے ابو جیبہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت عثمانؓ جس وقت محصور تھے۔ میں اس وقت حضرت زبیرؓ کا ایک رقعہ لے کر حضرت عثمانؓ کے پاس آیا۔ جس وقت میں نے رقعہ پیش کیا تو اس وقت حضرت ابو ہریرہؓ حضرت عثمانؓ کے پاس موجود تھے۔ ابو ہریرہؓ فرماتے لگے: میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ میرے بعد فتنے اور حوادث ہوں گے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان فتن و حوادث سے نجات کہاں ملے گی؟ تو حضور علیہ السلام نے حضرت عثمانؓ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس امانت دار شخص اور

اس کی پارٹی کے ساتھ رہنا باعث نجات ہوگا یعنی اس دور کے مسائل میں عثمان غنیؓ امت کے امین ہیں اور ان کا گروہ حق پر ہے اور ان کی حمایت میں نجات و فلاح ہے۔

— و ذکر موسیٰ بن عقبہ عن ابی حبیبة قال اتیت عثمانؓ

برسالة الزبیر وهو محصور فلما ادیتها وعندہ ابو ہریرة قام ابو ہریرة فقال اشهد سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول تکون بعدی فتن واحداث . . . قال قلنا فاین المنجا منها

یا رسول اللہ؟ قال الی الامین و حزبہ و اشار الی عثمانؓ

(۱) — کتاب نسب قریش، ص ۱۰۳۔ تحت لہذا ابی العاص

(۲) — البدایہ لابن کثیر، ج ۷، ص ۲۰۹۔ بحوالہ احمد۔

تحت روایات فضائل عثمانی۔

(۲) — ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضور علیہ السلام ایک مقام میں تشریف فرمائے۔

. ایک شخص نے آکر حاضر ہونے کی اجازت طلب کی تو حضور علیہ السلام نے

ابو موسیٰ الاشعریؓ کو فرمایا کہ اس کے لیے دروازہ کھول دو اور اس کو جنت کی خوشخبری

سنا دو۔ لیکن ایک آزمائش اور مصیبت پیش آئے گی۔ اس پر یہ جنت کی خوشخبری

ہے دروازہ کھولا گیا تو وہ عثمان بن عفانؓ تھے۔ ان کو حضور علیہ السلام کے فرمان

(بشارت جنت) کی اطلاع دی گئی، پس انہوں نے خدا کی حمد و ثنا کی اور پھر کہا

کہ اللہ ہی سے مدد لی گئی ہے اور وہی مدد کرنے والا ہے۔

” استفتم رجل فقال لی افتح لہ و دبشرہ بالجنة

علی بلوی تصیبہ فاذا عثمان فاخبرته بما قال رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم فحمد اللہ ثم قال اللہ المستعان“

(۱) — بخاری شریف، ج ۱-ص ۵۲۲۔ مناقب عمر بن الخطاب۔

(۲) — مشکوٰۃ شریف، ص ۵۶۳۔ بحوالہ بخاری و مسلم باب مناقب هؤلاء الثلاثة۔ الفصل الاول۔

(۳) — مسلم شریف، ص ۲۴۴-۲۴۸، ج ۲۔ باب من فضائل عثمان، طبع نور محمد دہلی۔

(۴) — البدایہ لابن کثیر، ج ۷، ص ۲۰۱۔ تحت احادیث فضائل عثمان بحوالہ البخاری و احمد۔

(۳) حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ حضرت عثمانؓ کو پیش گوئی کے طور پر فرمایا کہ اے عثمان! امید ہے کہ تجھے اللہ ایک قمیص (یعنی قمیص خلافت) پہنائے گا۔ اگر لوگ اس قمیص کو تجھ سے اتارنا چاہیں تو ان کے کہنے پر قمیص نہ اتارنا۔

عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یا عثمان انہ لعل اللہ یقتصمک قمیصاً فادارکوک علی خلعہ فلا تخلعه لعمرواۃ الترمذی وابن ماجہ

(۱) مشکوٰۃ شریف، ص ۵۶۲۔ باب مناقب عثمانؓ۔
الفصل الثانی۔

(۲) البدایہ لابن کثیر، ج ۷، ص ۲۰۵۔ تحت احادیث فضائل عثمانی بحوالہ احمد۔

ان روایات کے ذریعہ یہ چیز عیاں ہو گئی کہ :-

— حوادث اور فتنے حضرت عثمانؓ کے دور میں پیش آئیں گے۔ ابتداء کی چیزوں سے حضرت عثمانؓ کا سامنا ہو گا جس سے منفر نہیں ہے۔

پھر ان بیات میں خنی کس جانب ہو گا؟ اور کون سی جماعت صحیح ہو گی، تو بفرمان نبوی حضرت عثمانؓ کو ہی معیار حق قرار دیا گیا۔ اور ان کی حمایت کرنے والے ہی صحیح کردار کے مالک ٹھہرائے گئے۔

حضرت عثمانؓ کی مخالفت کرنے والے اور ان پر طعن اٹھانے والے غلطی پر تھے اور ان کا موقف غلط تھا۔ اور انہوں نے جو معاذانہ قصے کھڑے کیے تھے وہ جھوٹے تھے۔ وہ مبنی بر حسد و عناد تھے۔

— اور حضرت عثمانؓ اپنا امتحانی دور گزار کر اہل الجنتہ میں سے ہیں۔ مصائب پر صبر کرنے سے ان کو جنت ملی ہے۔ خدا کی اس نعمت میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

اور حضرت عثمانؓ جیسے صادق و امین و دیانتدار شخص کو جن لوگوں نے مطعون قرار دیا اور کئی قسم کی خیانتیں ان کی طرف منسوب کیں اور حضرت عثمانؓ کے لیے بے شمار مصائب پیدا کر دیئے وہ اپنے کردار کے موافق انجام کو باپس گئے اور اپنے بڑے مقاصد کے مطابق نتائج سے بہرہ اندوز ہوں گے۔

— اللہ تعالیٰ نے حضرت عثمانؓ کو قمیص خلافت عنایت فرمایا۔ انہوں نے اپنی جان تو قربان کر دی لیکن حسب ارشاد نبوی قمیص خلافت اتارنا نہیں اور ساتھ ساتھ کسی مسلمان کے ایک قطرہ خون بہانے کو روا نہیں رکھا۔ اگر وہ جان بچانے کے لیے مسلمانوں کی خوں ریزی کرتے تو سینکڑوں مسلمان قربانی پیش کرتے۔ لیکن انہوں نے اُمت کی خوں ریزی کرنے کی بجائے اپنا خون پیش کر دیا اور قوم کے خون کو بچا لیا۔ ایسا جذبہ ایشا رید و شہید میں نہیں آیا۔

فرحمہ اللہ ورضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن
کل الصعابۃ اجمعین

الاختتام بالصواب

کتاب کے مضامین پر اجمالاً نظر کرنے سے واضح ہو رہا ہے کہ اقربانوازی کے مسئلہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حق سے منحرف نہیں ہوتے اور نہ ہی حد جواز سے متجاوز ہوتے۔ ان کا کردار ان کی خلافت کے دوران معیارِ عدل سے نہیں ہٹتا۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خاندان کی ملی خدمات اسلام کے لیے نہایت سود مند اور فائدہ بخش ثابت ہوئیں (جیسا کہ تاریخ کے اوراق سے اس کو پیش کیا گیا ہے)۔ ان حقائق کے پیش نظر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف اس پروپگنڈا کی کوئی حقیقت نہیں کہ اپنے اقرباء کے حق میں ان کی غلط پالیسی کی وجہ سے اس دور میں قبائلی عصبیت پیدا ہوئی جس کے نتائج میں یہ تمام فتنہ اور فساد برپا ہوا۔

اس نظریہ کے خلاف واقعہ ہونے پر ہم نے سابقہ مباحث میں تاریخی مواد پیش کر دیا ہے اس کو ملاحظہ فرما کر منصف طبائع اور حقائق پسند حضرات اطمینان حاصل کر سکیں گے۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو بابت نصیب فرمائے اور انفاق و اتحاذ کی نعمت سے سرفراز فرمائے اور تمام صحابہ کرام اور خاندان نبوی کے ساتھ حسن عقیدت اور ان کی اتباع کی توفیق بخشے اور خاتمہ بالایمان نصیب فرما کر ان کی اغروی مسیت سے بہرہ ور فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی سید خلقہ خاتم النبیین وعلی آلہ واصحابہ وصلحائہم وسانئاتباعہم باحسان الی یوم الدین اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

ناچیز دعا جو محمد نافع عفا اللہ عنہ جامعہ محمدی ضلع جھنگ پاکستان
شعبان المعظم ۱۴۳۸ھ — جولائی ۱۹۸۰ء

کتاب مراجع برائے کتاب ”مسئلہ اقربانوازی“

نمبر شمار	نام کتاب	سن وفات
(۱)	قرآن مجید و فرقان حمید شوط امام مالک	۱۷۹ھ
(۲)	کتاب الخراج لامام ابی یوسف	۱۸۲ھ
(۳)	المصنف للمافظ البخاری بکر عبدالرزاق بن ہمام بن نافع الحمیری الصنعانی	۲۱۱ھ
(۴)	سیرت ابن ہشام	۲۱۳ھ ۲۱۸ھ
(۵)	کتاب السنن لسعید بن منصور (مجلس علمی کراچی)	۲۲۷ھ
(۶)	طبقات محمد بن سعد - ۸ جلد	۲۳۵ھ ۲۳۰ھ
(۷)	المصنف لابن بکر عبداللہ بن محمد بن ابراہیم بن عثمان بن ابی شیبہ الکوفی (قلمی)	۲۳۵ھ
(۸)	کتاب نسب قریش لمصعب زبیری	۲۳۶ھ
(۹)	تاریخ خلیفہ بن خیاط	۲۴۰ھ
(۱۰)	مسند احمد لامام احمد بن حنبل الشیبانی معہ منتخب کثیر العمال	۲۴۱ھ
(۱۱)	کتاب السنۃ لامام احمد بن حنبل الشیبانی	۲۴۱ھ
(۱۲)	کتاب الحجر لابن جعفر بغدادی (محمد بن عبید)	۲۴۵ھ
(۱۳)	الصحيح البخاری (محمد بن اسماعیل) ۲ جلد	۲۵۶ھ

- (۳) التاريخ الكبير لامام محمد بن اسماعيل بخارى - ۸ جلد
- (۵) التاريخ الصغير (محمد بن اسماعيل)
- (۱۶) صحيح مسلم لامام مسلم بن حجاج القشيري
- (۱۷) سنن ابن ماجه (ابو عبد الله محمد بن يزيد ماجه)
- (۱۸) ترمذى شريف (ابو عيسى محمد بن عيسى ترمذى)
- (۱۹) ابوداؤد شريف (ابوداؤد سليمان بن اشعث سجستاني)
- (۲۰) انساب الاشراف للبلاذرى
- (۲۱) فتوح البلدان احمد بن يحيى بلاذرى
- (۲۲) تفسير لابن جرير الطبرى
- (۲۳) كتاب الكنى والاسماء للشيخ ابى بشر محمد بن احمد بن حماد الدولابى - دو جلد
- (۲۴) تاريخ الامم والملوك محمد بن جرير طبرى
- (۲۵) المنتخب ذيل المنيل
- (۲۶) كتاب البحر والتعديل لابن ابى حاتم رازى
- (۲۷) كتاب المجتبى لابى بكر محمد بن الحسن بن دريد الازدى -
- (۲۸) كتاب المجروحين لابن حبان
- ابو حاتم محمد بن حبان البستي
- (۲۹) المستدرک للحاکم عیثا پوری
- (۳۰) لطائف المعارف لابى منصور الثعالبى
- (۳۱) حمزة الانساب لابن خزم

- (۳۲) كشف المحجوب للشيخ على بجزيرى اللاهورى ۲۵۶ھ
- (۳۳) جوامع السيرة لابن خزم ۲۵۶ھ
- (۳۴) اسنن الكبرى للمصطفى ۲۵۸ھ
- (۳۵) الاستيعاب لابن عبد البر اندلسى مع اصابه - ۳ جلد ۲۶۲ھ
- (۳۶) تاريخ بغداد للخطيب البغدادى (ابى بكر احمد بن على) ۲۶۳ھ
- (۳۷) كتاب التمهيد لابى شكور سالى (ابو شكور محمد بن عبد سعيد بن شعيب الكنتشى السالى الحنفى) معاصر شيخ على بجزيرى ۲۶۵ھ
- (۳۸) تفسير لغوى (ابو محمد الحسين بن مسعود الفراء البغوى) ۲۶۴ھ
- (۳۹) العواصم من القواصم للقاضى ابى بكر بن العربى اندلسى ۲۶۹ھ
- (۴۰) غنينة الطالبين للشيخ عبد القادر جيلانى ۲۶۹ھ
- (۴۱) تلخيص ابن عساکر ۳۱۰ھ
- (۴۲) تاريخ ابن عساکر کامل - ابوالقاسم على بن حسن بن بيهة الله المعروف بابن عساکر { جلد اول ۳۱۰ھ
- (۴۳) تفسير كبير للرازى (محمد بن عمرو رازى فخر الدين بن ضياء الدين) ۳۲۷ھ
- (۴۴) اسد الغابة لابن اثير جزيرى ۳۲۱ھ
- (۴۵) تجريد اسما الصحابه للجزيرى ۳۲۱ھ
- (۴۶) تفسير قطبى ابو عبد الله محمد بن احمد الانصارى القزوينى المالكى ۳۲۱ھ
- (۴۷) تهذيب الاسما واللغات لامام نووى ۳۵۲ھ
- ابى زكريا محمى الدين بن شرف نووى ۳۰۵ھ
- (۴۸) شرح المهذب للنووى ۳۲۹ھ
- (۴۹) الشفا بتعريف حقوق المصطفى للقاضى ابى الفضل عياض بن سوي الحصبى { اندلسى من علماء القرن السادس ۳۵۶ھ

ہماری مطبوعات

- اسلام میں علمامی کی حقیقت : مستشرقین کے اعتراضات کا مدلل جواب
- اسلام کا قانون شہادت : مولانا سید محمد متین ہاشمی کے قلم سے ایک اہم قانونی دستاویز۔
- سیرتِ نبویؐ قرآنی : مولانا عبدالماجد دریا آبادی کے گمراہ قلم سے قرآنِ عزیز کی روشنی میں سیرتِ رسولؐ کی جھلکیاں۔
- سلطانِ ماحمڈ : سیرتِ رسولؐ پر مرحوم عبدالماجد کے سیرتی مقالات کا حسین گلدرت۔
- حدیثِ الثقلین : محققِ عصر مولانا محمد نافع کے قلم سے حجیتِ حدیث اور امامت کے تود ساختہ نظریہ کا بے لاگ جائزہ۔
- قرآن سے ایک انٹرویو : قرآنی موضوعات پر حوالہ کی شاہکار کتاب۔
- حضرت ابوسفیانؓ : محققِ عصر مولانا محمد نافع کے قلم سے
- حضرت اویس قرنیؓ : سیدنا لعین کی زندگی کے شب و روز۔
- آخری سورتوں کی تفسیر : نماز میں پڑھی جانے والی مختصر سورتوں کی ضروری تشریح مع خواص۔
- تفسیر سورہ یس : قلبِ قرآن، یس کی تشریحات مولانا سید محمد متین ہاشمی کے قلم سے
- اصولِ وراثت و ترکہ : وراثت و ترکہ کے اہم موضوع پر سہل ترین کتاب
- اصطلاحاتِ صوفیاء : صوفیاء اصطلاحات کا انسائیکلو پیڈیا
- عجائباتِ فرنگ : اردو کا پہلا نہایت دلچسپ اور ہر رنگ سفر نامہ۔ لندن، پیرس، مصر، پرتگال اور ہندوستان کی تہذیبی معاشرت کا بہترین نظارہ
- شیعیت کیا ہے ؟ : قرآن و سنت اور شیعہ ائمہ کی روشنی میں مولانا محمد نافع ندوی سابق شیخ الجامعہ اسلامی یونیورسٹی بہاولپور کے قلم سے جماعتِ رفض کے متعلق عجیب و غریب اور تیز آنکھانہاتِ عظیم مصنف کا عظیم شاہکار۔
- علامانِ رسولؐ : عبد اللہ قریشی - شمع رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان پڑھوں کا بصیرت افروز تذکرہ جنہوں نے ناموس رسالت پر سب کچھ قربان کر دیا۔ جذبات کی دُنیا میں پہلے مچا دینے والے حالات و واقعات۔

مکتبہ تحفہ سنی پبلیشرز، لاہور